مقتلِ ابی مخنف وقیام مختار
محمد علی بک ایجنسی
جامع مسجد وامامبارگاہ امام الصادقؑ G-9/2
اسلام آباد فون نمبر 0333-5121442

مقتلِ ابی مخنف

وقیام مختار

ترجمہ

سیّد تبشّر الرضا کاظمی

محمد علی بک ایجنسی

جامع مسجد وامامبارگاہ امام الصادق G-9/2

اسلام آباد۔فون 0333-5121442

نام کتاب	:	مقتل ابی مخنف وقیام مختار
مترجم	:	سید تبشر الرضا کاظمی
کمپوزنگ	:	الفا کمپوزنگ پوائنٹ
		گوالمنڈی' راولپنڈی
طباعت	:	اسد پرنٹنگ پریس راولپنڈی
بار چہارم	:	مارچ 2004ء
تعداد	:	ایک ہزار
قیمت	:	100 روپے

ملنے کا پتہ

محمد علی بک ایجنسی

جامع مسجد و امامبارگاہ امام الصادق G-9/2

اسلام آباد۔فون 0333-5121442

فہرست

اُردو مترجم کی گزارش

مقتل ابی مخنف کا ترجمہ ''اولین تاریخ کربلا'' کے نام سے عربی سے فارسی میں جناب محمد باقر انصاری اور محمد صادق انصاری نے قم (ایران) میں ۱۴۰۸ھ میں کیا۔

جسے میں نے فارسی سے اُردو زبان میں منتقل کرنے کی کوشش کی ہے۔ فارسی متن سے جتنا قریب رہنا ممکن تھا رہنے کی سعی کی ہے۔ خصوصاً وہ مقامات جہاں پر امام حسین علیہ السلام، امام سجاد علیہ السلام اور دیگر اہم شخصیتوں کے اپنے کلمات یا اشعار درج ہیں۔

موجودہ دور میں اتنی پرانی کتاب جس کی روایات اہل تاریخ نے مستند مانی ہیں اُردو میں شائع ہو کر قارئین کرام اور بالخصوص ذاکرین عظام اہل بیت علیہم السلام کے لیے ممد معاون ثابت ہو سکتی ہے جن کا وظیفہ دینی منبر رسولؐ پر صحیح روایات کا پڑھنا ہے۔

ترجمہ کرتے وقت میں نے محض فارسی متن کو اُردو میں منتقل کیا ہے اور اپنی طرف سے کوئی حاشیہ آرائی یا رائے زنی کرنا مناسب نہیں سمجھا ہے۔ زبان کی منتقلی میں دانستہ کوتاہی نہیں کی ہے البتہ اگر اپنی کم علمی کی وجہ سے کہیں ایسا ہوا ہو تو خداوند تعالیٰ سے حضرت ابا عبداللہ حسین علیہ السلام کے توسط سے عفو و درگزر کا طالب ہوں اور ان کی ذات بابرکات اور ان کے جد سے اپنے اور اپنے متعلقین کی شفاعت کا طلب گار ہوں۔ خدا کرے میری اس ناچیز سعی کو ان کی بارگاہ میں قبولیت کا شرف حاصل ہو۔

سید تبشر الرضا کاظمی
بن سید اختر حسین کاظمی
مکان نمبر ۱۴۱ ۷۔ سٹریٹ ۲۳۔ جی نائن ون
اسلام آباد (پاکستان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابی مخنف وقیام مختار کا تعارف

ابی مخنف لوط بن یحیٰ کا تعلق ''آل مخنف بن سلیم'' خاندان سے تھا۔وہ تاریخ اسلام کے عظیم تاریخ نویسیوں میں شمار ہوتے ہیں۔امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانے میں موجود تھے۔ان کی لکھی ہوئی بہت سی کتب ان کے وسیع علم کے حامل ہونے کی نشاندہی کرتی ہیں۔ان کے متعلق مشہور ہے کہ ابومخنف کوفہ کے تاریخ نویسوں کے استاد تھے اور ان کی بیان کردہ روایات لوگوں کے لیے قابل اعتماد سمجھی جاتی تھیں۔

ابی مخنف نے شیعہ تاریخ کے مختلف ابواب پرتیس کے قریب کتابیں لکھی ہیں جن میں پیغمبر اسلام کے بعد لوگوں کا ارتداد،حضرت فاطمہ زہراؑ کی شہادت ،حضرت امیر المومنینؑ کی جنگیں اور ان کی شہادت،شیطان علیؑ کی گرفتاریاں جو زیادہ،ابن زیاد،حجاج بن یوسف اور دوسرے ایسے ظالمین کے زمانے میں ہوئیں، مختارؒ کا قیام اور ایسے ہی دوسرے اہم واقعات قلم بند کئے گئے ہیں۔

ابی مخنف کے خاندان کے بزرگ امیر المومنینؑ کے اصحاب میں شامل رہے ہیں۔ان کے جد اعلیٰ کا نام مخنف بن سلیم ہے جو امیر المومنینؑ کے دور خلافت میں ایران اور عراق کے علاقوں میں عامل تھے۔ابی مخنف نے اپنے خاندان کے بارے میں بھی کتاب لکھی ہے

ابی مخنف کا خاندان اور تاریخ میں مقام

لوط بن یحیٰ بن سعید بن مخنف بن سلیم بن الحارث بن ثطبہ بن الددل بن سعد بن منات بن عائذ غامدی ازدی یمنی معروف بہ ابی مخنف۔نجاشی۔جمودی اور طبرسی وغیرہ نے اپنی کتب رجال میں ابی مخنف کو اصحاب امام حسنؑ،امام حسینؑ،امام سجادؑ،امام باقر اور امام صادقؑ ذکر کیا ہے۔بظاہر تواریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ وہ کربلا میں موجود نہ تھے۔بلکہ دوسرے راویوں سے حالات کو نقل کیا ہے اور

بعض روایات خود آئمہ علیہم السلام سے پوچھ کر لکھی ہیں۔ مثال کے طور پر تاریخ طبری میں امام حسین علیہ السلام کے زخموں کی تعداد ابی مخنف نے امام جعفر صادقؑ کے حوالے سے نقل کی ہے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ امیر المومنینؑ کے دور میں ابی مخنف کی عمر پندرہ سال ہو اور امام صادق علیہ السلام کے وقت تک اسی سال سے زیادہ عمر میں زندہ ہوں۔ ابی مخنف کے شیعہ ہونے کا علامہ مامقانی نے تنقیح المقال اور علامہ سید صادق آل بحر العلوم نے حاشیہ فہرست اور شیخ عباس قمی نے الکنی والالقاب میں تذکرہ کیا ہے۔

مقتل ابی مخنف (کتاب ہذا)

شیخ طوسی نے اپنی کتاب میں ابی مخنف کی اور کتب کے ساتھ کتاب کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ طبری نے جو اہل سنت کے مشہور ترین تاریخ نویس ہیں، اپنی تاریخ میں "مقتل ابی مخنف" کی روایات کو بعینہ نقل کر کے اسے درست تسلیم کیا ہے۔ اسی طرح ابن اثیر نے بھی "مقتل ابی مخنف" کو نقل کیا ہے۔ لہٰذا اس کتاب کی شیخ طوسی، طبری اور ابن اثیر کے زمانوں میں موجودگی ثابت ہے اور علامہ مجلسیؒ نے بحار میں بھی اس کتاب سے روایات نقل کی ہیں۔

پیش گفتار

واقعہ کربلا کسی مورخ کے بیان کا محتاج نہیں۔ امام حسین علیہ السلام اور ان کے اہل بیت کی مظلومیت کی داستان تمام دُنیا کے سامنے جب ولایت الٰہی کے حامل امام حسین علیہ السلام تمام کفر کے ظلم کے مقابلے میں اکیلے سینہ سپر ہو گئے تھے۔ دُشمنان اسلام نے واقعہ کربلا پر بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ یہود و نصاریٰ اور زرتشتیوں یہاں تک کہ بت پرست و دیگر مشرک قوموں نے عاشورہ کی مصیبت کو اپنے اپنے انداز میں قلم بند کیا ہے اور آنسو بہائے ہیں۔

تاریخ عالم کا دامن اتنا وسیع نہیں کہ اس ہولناک واقعہ کی ایک ذرے کے برابر بھی اپنے صفحات میں تصویر کشی کر سکے۔ امام حسین علیہ السلام کے اہل بیت پر جو ظلم روا رکھا گیا اس پر ہمیشہ اشک افشانی ہوتی رہے گی، یہاں تک کہ جب ان کی

والدہ گرامیؑ قیامت کے روز ان کا خون آلود کرتہ لیے ہوئے خداوند عادل کے حضور میں انصاف طلب کریں گی اوران سے پہلے ان کے فرزند حضرت حجت عجل اللہ تعالیٰ فرجہ (بعد ظہور) اس خون ناحق کا کچھ نہ کچھ انتقام لیں گے۔

دراصل زمین کربلا کے اوپر (امام حسین علیہ السلام کا نہیں) خدا کا خون بہایا گیا (کیونکہ امام حسین علیہ السلام مکمل مقصد خدا تھے) عین ممکن ہے کہ یہ ظلم قہر خداوند کو جوش میں لانے کا سبب بن جائے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ خون خدا کا انتقام لیا جا سکے کیونکہ اس خدائی خون کا سوائے اس کی اپنی ذات کے اور کون پورا بدلہ چکا سکتا ہے؟

یہاں پر یہ سوال ذہن میں ابھرتا ہے کہ پھر اس قدر کتابیں واقعہ کربلا پر کیوں لکھی جاتی ہیں؟ کیوں ایران میں سب سے پہلی چھپنے والی کتاب مقتل کے عنوان پر تھی؟ صرف اس صدی میں ایک ہزار سے زائد کتابیں صرف امام حسین علیہ السلام کے بارے میں لکھی گئی ہیں۔

ان سوالات کا یہی جواب سمجھ میں آتا ہے کہ اس دعوے کے برعکس کہ جتنا ظالم ظلم کرے اتنا بعینہ تاریخ دان نقل کرتا ہے۔ ہم تو یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ ٹوٹ جائیں تیرے ہاتھ اے تاریخ کہ تو نے کن کن حقیقتوں پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی اور اے راشی تاریخ دانو! کیوں نہ ٹوٹ جائیں تمہارے قلم کہ اصل واقعات میں ڈنڈی مار کے تم نے آئندہ نسلوں کے لیے بہت بڑے ظلم کا ارتکاب کیا ہے۔ اے بے ضمیر ظالم تاریخ دان تو نے اصل واقعات کو نہیں بلکہ جو تیرے اپنے دل میں آیا وہ تاریخ کے صفحات پر لکھ ڈالا۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر مکتب تشیع کے دیانتدار تاریخ نویس نہ ہوتے تو گزشتہ واقعات جس شکل میں ہم تک پہنچے ہیں نہ پہنچ پاتے۔ کیا یہ بدقماش تاریخ دان جو انسانیت کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکا ہیں حقیقی واقعات کو ہمارے لیے اور ہماری نسلوں کے لیے باقی رہنے دیتے؟

آیئے ان لوگوں کے ہاتھوں کو بوسہ دیں جنھوں نے زمانے کی سختیاں جھیل کر تاریخ کے تاریک صفحات کے اندر روشن حقیقتیں تلاش کیں اور ہمارے لیے محفوظ کر دیں۔ کیا کوئی جانتا ہے کہ اگر یہ لوگ نہ ہوتے تو ہم اپنی تاریخ سے بالکل بے بہرہ رہتے؟ کیا کوئی یہ بھی جانتا ہے کہ وہ بددیانت تاریخ کے لکھنے والے جو خود تاریخ کے لیے باعث

ننگ و عار ہیں ہمارے لیے اور آپ کے لیے کیا کیا مقاصد ان کے پیش نظر تھے؟ وہ چاہتے تھے کہ تمام حقیقتوں کو سرے سے ہی مٹا دیا جائے۔ حتیٰ کہ حضرت فاطمہ زہراؑ اور امام حسینؑ کی مظلومیت کی داستان کو بھی مٹا دیا جائے۔ لیکن خدا کے نور حضرت حجت عجل اللہ فرجہ الشریف نے ان تاریخی آثار کو اپنے بے سہارا اور بے آسرا شیعوں کے لیے اپنے لطف خاص سے اپنے زمانہ غیبت میں محفوظ رکھنے کا انتظام کیا۔ یہ مطالب ایک جملے میں یوں بیان ہو سکتے ہیں کہ اگر مقتل اور روضہ خوانی کے عنوان پر کتابیں نہ لکھی جاتیں تو وہ ہوس کے پجاری تاریخ نویس واقعہ کربلا کو بھی اپنے انداز اور مذہبی عقیدے کی مناسبت سے بدل کر رکھ دیتے۔ یہ ممکن تھا کہ اس واقعے کا سرے سے ہی انکار کر دیتے۔ بالکل اسی طرح جس طرح رسولؐ خدا کی وفات کے چند روز کے اندر اہل بیت اطہار علیہم السلام کے حقوق و عظمت سے متعلق مستند اقوال کا صاف انکار کر دیا گیا اور تادم حال کسی کو ان کی اس مذموم حرکت پر چون و چرا کی جرات نہیں ہے۔ کیا لوگ اس امر سے واقف ہیں کہ بلاد شرق و غرب کے سیاحوں نے ایران سے متعلق اپنے سفر نامے لکھتے وقت جس عجیب ترین واقعہ پر تجسس کیا ہے وہ عزاداری حسینؑ ہی کا واقعہ ہے؟ اگر ہم اس بات کو ذہن نشین کر لیں کہ یہ ایک ایسا تاریخی واقعہ ہے جو چودہ سو سال گزرنے کے بعد بھی اسی طرح زندہ تابندہ ہے جیسے آج ہی کی بات ہو۔ اکثر دُشمنان اہل بیتؑ بھی اپنی کتابوں میں امام حسین علیہ السلام کی عظمت اور ان کی مظلومیت کا بیان نقل کرنے پر مجبور ہیں افسوس مسلمانوں کی اکثریت نے اسلامی تاریخ کے صفحات پر ایک ایسی عظیم شہادت کو جو اصل میں اسلام کی بقاء کی ضامن ہے نہایت معمولی انداز میں ایک عام جنگ سے تعبیر کرنے پر اکتفاء کیا ہے۔ ان کی یہ مذموم کوشش بغیر کسی مقصد کے نہیں ہے۔

اس زمانے سے کہ جب سے استعماری قوتیں زندہ قوموں کی اصلیت کو مٹانے کے درپے ہیں، وہ قوتیں جلد سے جلد عزاداری حسینؑ کو کمزور کرنے میں مصروف کار ہیں۔ اپنے ہمنوا لوگوں کی مدد سے سالہا سال سے ایسی کتابیں اور مواد شائع کر رہے ہیں جو اس واقعہ کی اہمیت کو کمزور سے کمزور تر کرے۔ وہ چاہتے تھے اور چاہتے ہیں کہ خدا کے اس نور کو کسی نہ کسی طرح بجھا دیں۔ بہر حال چھوڑیئے ان غرض مند لوگوں کو جو ہمیشہ اپنے دل کی بات کرنے اور اس پر عمل کرنے کے عادی ہیں۔ لیکن

ان کی اس مذموم کوشش کے اثر کو زائل کرنے کے لیے یہ ایک فقرہ کافی ہے۔"ان قتل الحسینؑ حرارۃ فی قلوب المومنین لا تبرد ابدا" (ترجمہ) قتل حسینؑ مومنین کے دلوں میں حرارت زندہ پر رکھنے کا ایک ابدی ذریعہ ہے۔ کربلا کی اس تاریخ کے عنوان پر بے شمار کتابیں لکھی گئی ہیں۔ سب سے پہلی کتاب کہ جو شیعوں میں کسی نے اس عنوان پر لکھی ہے وہ یہی کتاب "مقتل ابی مخنف" ہے۔ موجودہ تاریخ دانوں کے اندازے کے برعکس ابو مخنف کربلا میں موجود نہیں تھے۔ بلکہ انہوں نے تمام واقعات دوسروں سے نقل کئے ہیں۔ ۱۵۷ھ ان کا سن وفات ہے جو امام جعفر صادق علیہ السلام کی شہادت کے دس برس بعد بنتا ہے۔ اس وقت ابو مخنف کوفے کے تاریخ نویسوں کے استاد شمار ہوتے تھے اور ان کی تحریریں نہایت قابل اعتماد سمجھی جاتی تھیں اس لیے یہ سمجھنا درست ہوگا کہ انہوں نے تمام واقعات نہایت قابل اعتماد لوگوں سے حاصل کئے ہوں۔ چنانچہ اس کتاب کے بیشتر مضامین ان شیعہ افراد سے نقل ہیں جو کوفے سے شام تک اہل بیتؑ کے قافلے کے ہمراہ تھے۔ مثلاً سہیل سعدی۔ منہال بن عمرو۔ حدیلہ اسدی وغیرہ۔

آخری میں ہم محترم قارئین کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں کہ اشعار کا ذکر کسی بھی تاریخی واقعہ میں خود ایک سند تصور کیا جاتا ہے۔ اس لیے کہ شعر کی ساخت ایک خاص قالب کے اندر محفوظ ہوتی ہے۔ وہ نثر کے برعکس تحریف کی زد سے بچ جاتی ہے۔ اگر تحریف کا احتمال ہو بھی تو بہت کم ہوتا ہے۔ اس بناء پر اگر کوئی کسی تاریخی واقعہ میں ردوبدل کرنا چاہے تو پھر بھی اشعار واقعہ کی اصلیت کو محفوظ رکھتے ہیں۔

اسی لیے اس مختصر سی کتاب میں وہ تمام اشعار اور رزمیہ کلام جو جانثاران کربلا کے ذہن مبارک سے وقتاً فوقتاً جاری ہوئے ترجمہ کی شکل میں نقل کر دیئے گئے ہیں تاکہ ان کی وجہ سے اس واقعے کے آثار کو دوام حاصل رہے اور کوئی شخص اس میں ردوبدل کی ہمت نہ کر سکے۔

امید ہے کہ یہ ترجمہ شیعہ مقاصد کی پیش رفت کی طرف ایک اہم قدم ثابت ہوگا اور حضرت ابا عبداللہ علیہ السلام کی خوشنودی کا باعث ہوگا۔ اب دیکھئے سلیمان کربلا یعنی امام حسینؑ اپنی خوشنودی کا اظہار کیسے فرماتے ہیں؟

محمد باقر انصاری۔۔۔۔۔مترجم

امام حسینؑ امام حسن علیہ السلام کے زمانے میں

ابوالمنذر ہشام، محمد بن سائب کلبی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن جندب ازدی اپنے پدر بزرگوار سے نقل کرتے ہیں کہ میں اور سلیمان بن صرد خزاعی ومیب بن نجیہ اور سعید بن عبداللہ حنفی امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام کیا۔ امامؑ نے جواب سلام دیا۔ یہ وہ وقت تھا جب امام علیہ السلام کوفہ میں تھے اور معاویہ بن ابوسفیان سے آپ کی صلح ہو چکی تھی۔

سلیمان حضرت امام حسن علیہ السلام کے پاس آئے اور عرض کی۔ اے دختر رسولؐ کے فرزند! آپ کی معاویہ سے بیعت کرنے پر ہمیں بہت حیرت ہے جبکہ آپ کے ساتھ اہل کوفہ میں سے چالیس ہزار جنگجو اور ان کی اولاد موجود ہیں جو آپ کی عنایات و بخشش سے فیضیاب ہوئے ہیں۔ ان کے علاوہ اہل بصرہ اور اہل حجاز بھی آپ کے مددگار ہیں اور آپ کو دوست رکھتے ہیں۔ پھر آپ نے معاہدہ کرتے وقت معاویہ کے بعد کی خلافت کی شرائط اور بیت المال میں سے اپنا حصہ کیوں مقرر نہیں فرمایا؟ اگر آپ کی جگہ میں ہوتا تو یوں نہ کرتا بلکہ ان تمام باتوں کو مدنظر رکھ کر ایک قبالہ تیار کرتا جس میں تمام گردونواح کے لوگوں کی گواہی ثبت ہوتی کہ معاویہ کے بعد خلافت کے حقدار آپ ہوں گے مگر آپ نے معاویہ کی اس تقسیم پر جس میں اس نے اپنے لیے بہت کچھ رکھا ہے اور آپ کو بہت کم دینا پسند کیا ہے اپنی رضامندی کا اظہار فرما دیا ہے"۔

یہ سن کر امام حسن علیہ السلام نے فرمایا۔

۱۔ میں ایسا شخص نہیں کہ کوئی شرط طے کروں اور بعد میں اس خلاف عمل کروں یا کوئی وعدہ کروں اور پھر اس سے روگردانی کروں اور اپنے تئیں موردالزام ٹھہرایا جاؤں۔

۲۔ میں اس وقت اس کے سوا کچھ اور کہنے کو تیار نہیں کہ خداوند تعالیٰ نے اتحاد کی صورت پیدا کر کے ہمیں امن و سکون عطا فرمایا۔

۳۔ اگرچہ آپ سب ہمارے دوست، مددگار اور شیعہ کہلاتے ہیں، آپ وہ لوگ

ہیں جو ہماری خیر و عافیت کے صحیح طور پر خواہاں ہیں اور ہر وقت ہماری سلامتی کے لیے فکرمند رہے ہیں۔

۴۔ اگر میں ایسا شخص ہوتا جو دُنیا اور حکومت کے حصول میں کوشاں رہتا تو معاویہ مجھ سے زیادہ مضبوط و طاقتور نہیں ہے لیکن جو میں دیکھتا ہوں اسے تم لوگ نہیں دیکھ سکتے۔

۵۔ خدا شاید ہے کہ اس صلح سے سوائے اس کے میرا اور کوئی مدعا و مقصد نہیں کہ تم لوگوں کا بلاوجہ خون نہ بہے اور اصلاح احوال ہو جائے۔ تم لوگ یہ تمام امور خداوند تعالیٰ کے سپرد کر کے اس کی قضا و قدر پر راضی ہو جاؤ اور اپنے گھروں میں بیٹھ جاؤ۔

میں اپنی جان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آپ سب لوگ ہمارے دوست ہیں کیونکہ میں نے اپنے پدر بزرگوار سے سنا ہے کہ حضرت پیغمبر خداؐ فرماتے تھے کہ جو شخص جس قوم کو دوست رکھے گا قیامت کے روز اسی کے ہمراہ محشور ہو گا لہٰذا آپ لوگ وہاں پر ہماری جماعت میں ہوں گے۔ ہم آپ سے جدا نہ ہوں گے اور نہ آپ ہم سے جدا ہوں گے۔

امام معصومؑ کے حکم پر سر تسلیم خم کرنا

راوی کہتا ہے کہ اس کے بعد ہم امام حسنؑ کے پاس سے اُٹھ کر امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ وہ وقت تھا جب آپ اپنے غلاموں کو کوچ کا حکم صادر فرما رہے تھے۔ آپ آ کر ہمارے پاس بیٹھ گئے۔ ہمیں سلام کیا ہم لوگوں نے جواب سلام دیا۔ ہمارے چہروں پر غم و اندوہ کے آثار دیکھ کر قبل اس کے کہ ہم گفتگو کا آغاز کریں فرمانے لگے۔

۱۔ خداوند کریم کے لیے اس قدر حمد ہے جتنا وہ اس کا سزاوار ہے۔ خداوند تعالیٰ کی جو مشیت تھی اور جو قضا و قدر میں لکھا تھا وہی ہوا ہے۔

۲۔ خدائے عزوجل کی قسم اگر تمام جن و انس اکٹھے ہو کر بھی اس امر کو وقوع پذیر ہونے سے روکنا چاہتے تو ایسا کرنا ان کے بس میں نہ تھا۔

۳۔ خدا کی قسم میں اپنی موت کے لیے پوری طرح آمادہ تھا لیکن میرے برادر بزرگ امام حسنؑ میرے پاس تشریف لائے اور مجھے قسم دے کر اقرار لیا کہ میں اس امر میں نہ خود کچھ کروں اور نہ کسی اور کو ایسا کرنے کی ترغیب دوں للہٰذا میں نے بھی ان کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کر دیا لیکن میری کیفیت یہ تھی کہ جیسے میرا جسم چھریوں سے ٹکڑے ہو رہا ہو اور میرا گوشت آرے سے کاٹا جا رہا ہو۔ میں نے اپنے ارادہ وخواہش کے خلاف اپنے بھائی کی اطاعت اختیار کی ہے۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ کا فرمان میرے پیش نظر تھا۔

"(ترجمہ) عجب نہیں کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو حالانکہ وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور عجب نہیں کہ تم کسی چیز کو پسند کرو حالانکہ وہ تمہارے حق میں بری ہو اور خدا تو جانتا ہی ہے مگر تم نہیں جانتے" (البقرہ ۲۔۲۱۶)

۴۔ اب جبکہ صلح کا معاہدہ طے پا چکا ہے معاویہ کے زندہ رہنے تک ہم صبر سے کام لیں گے اس کی موت کے بعد ہم بھی اس امر کی جانب متوجہ ہوں گے اور آپ لوگ بھی ہوں۔

ہم نے عرض کی۔ اے ابا عبداللہ الحسینؑ! خدا کی قسم ہم محض آپ کی وجہ سے مغموم ومحزون ہیں کہ آپ اپنے حق سے محروم ہو گئے جبکہ ہم سب آپ کے دوست ومددگار موجود تھے۔ اب بھی جب بھی آپ ہمیں بلائیں گے ہم فوراً لبیک کہتے ہوئے آئیں گے اور آپ کے حکم کی اطاعت کریں گے۔

اس کے بعد امام حسنؑ اور امام حسینؑ سفر پر روانہ ہو گئے اور ان کے پیچھے ہم بھی روانہ ہو گئے۔ جب ہم ہند کے گھر سے آگے گئے تو دیکھا کہ امام حسینؑ نے کوفہ پر ایک نظر ڈالی اور ایک سرد آہ بھری اور یہ اشعار پڑھے۔

"ہم نے لوگوں کے بغض وعناد کی وجہ سے یہ امن کی زندگی نہیں چھوڑی بلکہ ان لوگوں نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا۔ تقدیر خداوندی ہر حالت میں واقع ہو کر رہتی ہے۔ یہ دُنیا ہمیشہ رہنے کی جگہ نہیں"۔

امام حسنؑ کی شہادت کے بعد۔ امام حسینؑ معاویہ کے دور میں

سب سے پہلا شخص جس نے امام حسین علیہ السلام سے ملاقات کی اور جنگ کرنے کی درخواست کی وہ جناب حجر بن عدی تھے۔ ایک روز امام حسینؑ کے پاس حاضر ہوئے اور یہ اشعار پڑھنے لگے۔

''آل مسکن کا ایلچی میرے پاس آیا اور کہا کہ امام برحق نے صلح کیسے کرلی؟ میں نے اپنی ذات کی طرف متوجہ ہوکر جواب دیا کہ خدا کی قسم میرا امام سب کچھ جانتا ہے۔ میری جانب سے تو انہیں جا کر کہیں کہ میں ان کی یاد میں محو ہوں اور ان کے دُشمنوں پر ایسا غضبناک ہوں (کہ جنگ کے شوق میں) انہیں نیزہ و شمشیر سے قتل کرتا ہوں۔ ہر شخص کے ساتھ جس سے آپ امن و صلح کا ارادہ رکھتے ہیں ہم آپ کے مطیع ہیں آپ کے دُشمن سے چاہے وہ کوئی بھی ہو پوری طاقت سے مقابلہ کرنے کے خواہشمند ہیں''

حجر کہتے ہیں۔ خدا کی قسم میں نے جب نظر اُٹھائی تو چہرہ امامؑ روشن اور پیشانی منور نظر آئی۔ امام فرمانے لگے۔ ''تم جیسے انسان موجود نہیں ہیں کیونکہ جس چیز کو تم پسند کرتے ہو اسے وہ پسند نہیں کرتے'' اس کے بعد جناب حجر امام علیہ السلام پاس سے چلے گئے۔

اہل کوفہ کا سب سے پہلا خط امام حسینؑ کے نام

کوفہ کے علماء اور سرکردہ افراد سلیمان بن صرد خزاعی کے مکان پر اکٹھے ہوئے اور امام حسینؑ کو خط لکھا۔ اس میں امام حسنؑ کی شہادت پر تعزیت پیش کی۔ خط کا مضمون یوں ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ امام حسین بن علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے نام ان کے اور ان کے والد بزرگوارؑ کے شیعوں کی جانب سے۔

ہم اس خدائے بزرگ و برتر کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس کے سوا کوئی اور

معبود نہیں اور محمدؐ و آل محمدؐ پر رحمت کے طلب گار ہیں۔ ہمیں آپ کے برادر گرامی حضرت امام حسنؑ کی وفات کی اطلاع ملی۔ جس روز وہ اس دُنیا میں تشریف لائے، جس روز انہوں نے شہادت پائی اور جس روز وہ دوبارہ زندہ کئے جائیں گے خدا کی ان پر رحمت ہو اور خدا ان کی مغفرت کرے، حسنات میں اضافہ فرمائے اور انہیں اجر و ثواب سے نوازے اور انہیں اپنے جد حضرت رسول خداؐ و پدر گرامی حضرت امیر المومنینؑ کے ساتھ ملحق کرے۔ اس مصیبت عظمیٰ پر خداوند تعالیٰ آپ کے اجر و ثواب میں اضافہ فرمائے۔ یہ مصیبت جو آپ پر ان کی مفارقت سے نازل ہوئی ہے آپ کے لیے اس کا اجر خدا کے پاس محفوظ ہے " **انا للہ وانا اللہ راجعون**،، یہ مصیبت تمام امت پر بالعموم اور آپ کی ذات پر بالخصوص نازل ہوئی ہے۔ بہت بڑی مصیبت ہے اور بہت عظیم سانحہ ہے۔ اے ابا عبداللہ! صبر کریں۔ خدا کا شکر ہے کہ آپ اپنے آباء و اجداد کے صحیح اور ہدایت یافتہ جانشین ہیں۔ خداوند تعالیٰ اس کی ہدایت کرے گا جو آپ کے نقش قدم پر چلے گا۔ ہم آپ کے ایسے شیعہ ہیں کہ آپ کی مصیبت ہماری مصیبت ہے۔ آپ کی ہر غمی و خوشی میں برابر کے شریک ہیں۔ ہم آپ کے حکم کے منتظر ہیں۔ خداوند تعالیٰ آپ کے سینہ کو کشادہ کر دے اور آپ کی قدر و منزلت میں اضافہ فرمائے اور آپ کا حق آپ کو واپس دلائے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

اس خط سے یہ بات لوگوں میں مشہور ہوگئی کہ اگر معاویہ فوت ہو جائے تو لوگ امام حسین علیہ السلام کے علاوہ کسی اور شخص کو قبول نہ کریں گے۔ اس کے بعد لوگوں نے متواتر خدمت امام حسین علیہ السلام میں آمد و رفت جاری رکھی۔

معاویہ کا انتقال اور اس کا وصیت نامہ

جب معاویہ اپنے مرض کی شدت سے قریب المرگ تھا تو یزید اس کے پاس موجود نہ تھا کیونکہ وہ شہر حمص کا حاکم تھا۔ معاویہ نے دوات اور قلم منگوا کر اس طرح کا ایک خط یزید کے نام لکھا۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ خداوند تعالیٰ نے ہر چیز کو ایک مقررہ وقت کے لیے خلق کیا

ہے۔اگر کسی کو اس دُنیا میں ہمیشہ رہنا ہوتا تو اس کے لیے پیغمبرِ خدا سے زیادہ سزاوار کوئی اور ہستی نہ تھی۔

۱۔ بیٹا تجھے میں ایسی وصیت کرتا ہوں کہ اگر تو اس پر عمل پیرا رہے گا تو ہمیشہ شادماں ومسرور رہے گا۔

۲۔ اہل شام کے متعلق میں تجھے سفارش کرتا ہوں کہ ان سے تیرا گہرا تعلق ہے اور ان لوگوں کا تجھ سے ہے۔ان میں سے جو شخص تیرے پاس آئے اس کا احترام کر اور جو غیر حاضر ہو جائے اس کی خبر رکھ۔ جہاں تیرے دُشمن تجھے تنہا گھیر لیں تو انہیں ان دُشمنوں کے مقابلے میں لا کھڑا کر۔جب تو فتح مند ہو جائے تو ان سب کو اپنی جگہ پر واپس لا۔مبادا دوسرے ملک وشہر میں رہ کر دوسروں کی روش پر چل نکلیں۔

۳۔ اہل حجاز میں سے جو بھی تیرے پاس آئے اس سے نیکی سے پیش آنا۔

۴۔ اہل عراق کے حالات ومعاملات پر خوب نظر رکھنا۔اگر وہ یہ چاہیں کہ ہر روز ان کے حاکم کو تو معزول کرے تو اس پر عمل کر لینا۔کیونکہ ان کو تیرے خلاف برسرپیکار رہنے سے روکنے کے لیے یہ بہتر طریقہ ہے۔

۵۔ بیٹا! میں نے تیرے لیے بہت سے ممالک پر قبضہ کیا ہے اور بہت سے لوگوں کو تیرے لیے کمزور اور ضعیف کر دیا ہے۔میں تیرے لیے صرف چار اشخاص کی نسبت ڈرتا ہوں کہ وہ تیری بیعت نہ کریں گے بلکہ تجھ سے جھگڑا کریں گے۔

(الف) عبدالرحمٰن بن ابی بکر۔وہ دُنیا پرست ہے۔اس کو دُنیاوی لالچ سے قابو کرنا اور اس کو اس کی خواہشات پوری کرنے کو چھوڑ دینا کہ وہ تیرے کسی نفع میں کام آنے والا نہیں نہ ہی تیرا مخالف ہوگا۔

(ب) عبداللہ بن عمر۔وہ قرآن اور مسجد ومحراب سے دلچسپی رکھتا ہے، دُنیا سے اپنے آپ کو الگ کر کے آخرت کی طرف متوجہ ہے۔میرا گمان نہیں کہ وہ تجھ سے کسی معاملے میں جھگڑا کرے گا۔لیکن پھر اس کے عزم وارادہ سے باخبر رہنا۔

(ج) عبداللہ بن زبیر۔ جلد ہی وہ لومڑی کی طرح تجھ سے فریب و چالاکی سے پیش آئے گا اور پھر شیر کی طرح مقابلے پر کھڑا ہوگا۔ لہٰذا اگر وہ تجھ سے صلح کرے تو صلح کرنا۔

اگر جنگ کرے تو جنگ کرنا اور کوئی مشورہ دے تو قبول کر لینا۔

(د) حسینؑ بن علیؑ۔ لوگ انہیں اس امر کی دعوت دیں گے کہ وہ تجھ سے جنگ کریں اگر تم ان پر فتح مند ہو جاؤ تو رسول اللہ سے ان کی قرابت کی نسبت کا خیال رکھنا کیونکہ تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ ان کے والد تیرے والد سے بہتر ان کے جد تیرے جد سے بہتر ہیں اور ان کی والدہ تیری والدہ سے بہتر ہیں۔ ان کے ذہن میں تیری طرف سے وہ تمام خدشات موجود ہیں جو تیرے دل میں ان کی طرف سے ہیں۔

میری یہ وصیت تیرے لیے ہے۔ والسلام۔

دمشق۔ معاویہ کے بعد

ضحاک بن قیس معاویہ کے لشکر کا ایک سردار تھا لشکر سے اس انداز سے باہر آیا کہ معاویہ کا کفن اُٹھائے ہوئے تھا منبر پر جا کر حمد و ثنائے الٰہی اور پیغمبرؐ خدا پر درود بھیجنے کے بعد اس طرح گفتگو کی۔

اے لوگو! معاویہ خدا کے بندوں میں سے ایک بندہ تھا۔ جس نے دُشمنوں پر کامیابی حاصل کرنے میں اس کی مدد کی اور اس کے وسیلہ سے بہت سے شہر فتح کیے۔ اب خداوند تعالیٰ نے اسے اپنے پاس بلا لیا ہے اور اس نے بھی اس دعوت پر لبیک کہا ہے۔ یہ اس کا کفن ہے۔ ہم ابھی اسے اس کفن میں لپیٹ کر قبر میں دفن کر دیں گے اور اسے اپنے پروردگار کے پاس تنہا چھوڑ کر واپس آ جائیں گے۔ جو شخص (تدفین میں) شرکت کرنا چاہے ظہر کے وقت آ جائے۔

یزید کے لیے مرگ معاویہ کی خبر

اس کے بعد کسی شخص کو یزید کے لیے روانہ کیا تا کہ اسے اس کے باپ کی موت کی

خبر پہنچائے۔ یزید کی کیفیت یہ تھی کہ وہ اپنے والد کی موت کے خوف سے اس قدر پریشان تھا کہ نہ رات کو سوتا تھا نہ دن میں آرام کرتا تھا۔ ایک روز اپنے بالا خانے پر موجود تھا کہ نالہ وفغاں کی آواز اس کے کانوں تک پہنچی۔ پیغام لانے والے سے کہنے لگا۔ وائے ہو تجھ پر۔ کیا معاویہ کا انتقال ہو گیا؟ اس نے کہا ہاں! یہ سن کر یزید یہ اشعار پڑھنے لگا۔

"ایلچی ایک کاغذ کا ٹکڑا بہت جلدی میں لایا کہ خوف سے میرا کلیجہ باہر آ گیا۔ میں نے پوچھا۔ تجھ پر وائے ہو۔ اس کاغذ میں کیا لکھا ہے؟ اس نے کہا کہ خلیفہ بیماری سے مر گیا ہے۔ مجھے زمین گھومتی ہوئی معلوم ہوئی کہ جیسے مضبوط ستون گر گئے ہوں"۔ اس کے بعد یزید اپنے گھر سے تین روز تک باہر نہیں نکلا۔

یزید کی حکومت کے لیے موافقت کا عمل

چوتھے روز اس حال میں کہ غم وندوہ اس کے چہرے سے نمایاں تھا، لوگوں کے درمیان آیا۔ لوگوں کی سمجھ میں یہ نہیں آتا تھا کہ اس کو تعزیت پیش کریں یا مبارک باد دیں۔ اسی اثنا میں عبداللہ بن ہمام السلولی نے آگے آ کر یزید کو مخاطب کیا۔ "اے امیر المومنینؑ! اس بڑی مصیبت پر خدا تجھے اجر عطا کرے اور اس کی بخشش (حکومت) تیرے لیے نیک فال ہو اور اس مشکل وقت میں تیری مدد فرمائے کہ تو بڑی مصیبت سے دوچار ہوا ہے۔ لہٰذا اس بخشش (حکومت ملنے) پر اس کا شکر کرو"۔ اس کے بعد یہ اشعار پڑھنے لگا۔

"اے یزید! تو اس مصیبت پر جو تجھ پر نازل ہوئی ہے صبر کر اور اس بخشش پر کہ تجھ کو ایک ملک عطا ہوا ہے شکر کر (بیشک) اس مصیبت سے بڑی اور کوئی مصیبت نہیں ہو سکتی اور تمام لوگ تیری اس مصیبت سے واقف ہیں۔ لیکن ایسا انجام کسی اور کو نصیب نہیں ہوا ہے کہ تو نے اس حال میں صبح کی ہے کہ تمام لوگوں پر حاکم بن گیا ہے۔ تو اپنی رعایا کے ساتھ مہربانی کا سلوک روا رکھ تا کہ خدا تجھ پر مہربانی کرے۔ تمہارے موجود ہونے سے معاویہ کی موت کے بعد ہم نے جانشین پا لیا ہے۔ تمہارے خلاف ہم کوئی بات نہ سنیں گے"۔

پھر ضحاک بن قیس (معاویہ کا ایلچی) وہاں پہنچ گیا اور کہا۔خلیفہ مسلمین تجھ پر سلام ہو کہ تو خلفیہ بن گیا اور پہلے خلیفہ کی ذمہ داری تجھ پر آ گئی ہے ۔اس لیے تجھے مبارک باد دینا چاہئے ۔خداوند تعالیٰ تجھے اس مصیبت (معاویہ کی موت) پر اجر عطا کرے اور معاویہ کا وصیت نامہ جو سر بمہر تھا اس دیا۔یزید نے اسے کھول کر پڑھا۔خوب رویا اور بیہوش ہوگیا۔جب ہوش میں آیا تو محل سے باہر آ کر لوگوں کے ہجوم سے گزر کر مسجد میں داخل ہوگیا۔

یزید کا خطاب واعلان خلافت

یزید منبر پر گیا۔یہ اس کے لیے پہلا موقع تھا کہ اپنے باپ کی جگہ پر بیٹھا۔خداوند تعالیٰ کی حمد وثنا اور پیغمبر خداؐ پر درود بھیجنے کے بعد یوں گویا ہوا۔

"اے لوگو! معاویہ بن ابی سفیان خدا کا بندہ تھا کہ اس نے اسے زمین میں اپنا خلیفہ مقرر کیا تھا۔عملی زندگی گزار کر وقت معین پر فوت ہوگیا ہے ۔اس نے (کامیاب) اچھے انداز میں زندگی بسر کی ۔اس کی موت نے اسے ہم سے چھین لیا۔اب وہ اپنے خدا کی طرف جا چکا ہے ۔اگر وہ اس کو معذب کرے تو اس کے گناہ کی وجہ سے ایسا ہوگا ۔اگر بخش دے تو وہ ارحم الراحمین ہے ۔اس کے مرنے کے بعد میں نے خلافت کا یہ عہد پایا ہے ۔ (میرے باپ نے) مجھے تم لوگوں سے احسان کرنے کو اور تمہاری لغزشوں اور غلطیوں سے درگزر کرنے کی وصیت کی ہے۔ خدا کی قسم مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں ہے۔"

اس کے بعد منبر سے اتر آیا اور ایک خط ولید بن عتبہ حاکم مدینہ کے نام لکھا۔اس میں معاویہ کے مرنے کی خبر دی اور اس کو حکم دیا کہ وہ مدینہ والوں سے اس کے لیے بیعت لے۔باقی تمام شہروں کو بھی ایسے ہی خطوط لکھے تاکہ اپنی بیعت حاصل کی جائے۔

یزید کا چار اشخاص کے متعلق والی مدینہ کو خط

اس کے بعد حاکم مدینہ ولید بن عتبہ کو ایک دوسرا خط اس مضمون کا لکھا۔

"اے ابا محمد! جس وقت میرا یہ خط تو پڑھے تو عام لوگوں سے میری بیعت

لے اور ان چار اشخاص عبدالرحمٰن بن ابی بکر۔ عبداللہ بن عمر۔ عبداللہ بن زبیر اور حسینؑ ابن علی سے خصوصی طور پر بیعت حاصل کر۔ میرا یہ خط انہیں دکھلا۔ جو بیعت پر تیار نہ ہو تو اس کا سر اس خط کے جواب کے ہمراہ مجھے بھیج دے۔ والسلام"۔

اس کے بعد یہ خط اپنے ایک ہم نشین کے ذریعے ولید کو بھیج دیا۔

مدینہ۔ ۱۲ شعبان ۶۰ ھ

یہ خط ۱۲ شعبان کو مدینہ پہنچا۔ جونہی ولید نے یہ خط پڑھا فوراً مروان کو اپنے پاس بلوایا جو کہ اس سے پیشتر معاویہ کی جانب سے حکومت کے عہدے پر فائز تھا۔

مروان کو اس وقت حکومت سے الگ کیا ہوا تھا جب مروان ولید کے پاس پہنچا تو اسے یہ خط پڑھ کر سنایا۔ مروان بولا۔ میرے خیال سے ان لوگوں کو اپنے پاس بلوا کر یزید کی بیعت اور اطاعت کی دعوت دو۔ اگر رضا مند ہو جائیں تو ٹھیک۔ اگر انکار کریں تو انہیں قتل کردو کیونکہ اگر ان لوگوں کو معاویہ کی موت کی اطلاع ہوگئی تو ہر ایک خود اپنے لیے حکومت کا طلب گار ہو جائے گا۔

چنانچہ ان چاروں اشخاص کو بلانے کے لیے ایلچی کو بھیجا۔ لوگوں نے ایلچی کو بتلایا کہ وہ سب پیغمبر کی قبر پر اکٹھے بیٹھے ہیں۔ چنانچہ ایلچی وہاں گیا اور ان سب سے کہا کہ ولید نے آپ لوگوں کو اپنے پاس بلوایا ہے۔ سب نے ایلچی سے کہا کہ اس وقت تم واپس چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ واپس ہوگیا۔

عبداللہ بن زبیر نے امام حسینؑ کو مخاطب کر کے کہا۔ "اے فرزند رسولؐ! آپ کو معلوم ہے کہ ولید ہم سے کیا چاہتا ہے؟" فرمایا۔ "ہاں۔ معاویہ مر چکا ہے۔ اس کے بیٹے نے نظامِ سلطنت اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے اور ولید نے تم لوگوں کو اس لیے بلوایا ہے کہ تم یزید کے لیے بیعت حاصل کرے۔ تم لوگوں کا کیا ارادہ ہے؟"

ان چار اشخاص کا بیعت یزید کے لیے ردعمل

عبدالرحمٰن بن ابی بکر کہنے لگے میں اپنے گھر میں بیٹھ جاتا ہوں' اس (ولید) کے لیے اپنے گھر کے دروازے بند کرتا ہوں اور میں بیعت نہیں کروں گا۔

عبداللہ بن عمر نے کہا میں بھی قرات قرآن اور محراب مسجد کے ساتھ منسلک ہوں اور علمی مشاغل میں مصروف ہوں۔

عبداللہ بن زبیر نے کہا۔ میں یزید کی بیعت کرنے والانہیں ہوں۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ میں اپنے جوانوں کو اکٹھا کرتا ہوں۔ انہیں ولید کے گھر کے باہر ٹھہرا کر میں ولید کے پاس جاؤں گا تا کہ ایک دوسرے سے بالمشافہ گفتگو کر کے اپنا حق طلب کروں۔

عبداللہ بن زبیر کہنے لگے۔ مجھے اس (ولید) سے آپ کے لیے کوئی اچھائی کی توقع نہیں ہے۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ ”میں انشاء اللہ اس کے پاس اس طور سے جاؤں گا کہ اس کے مطالبہ بیعت پر انکار اور مقابلہ کی پوری طاقت رکھتا ہوں۔ انشاءاللہ“۔

امام حسین علیہ السلام حاکم مدینہ کے دربار میں

اس کے بعد امام حسینؑ دردولت پر تشریف لائے اور اپنے اعزہ اور دوستوں کو بلا بھیجا۔ جب وہ سب آ گئے تو ان کے ہمراہ ولید کے محل کی طرف روانہ ہوئے اور ان سب سے فرمایا۔ میں اس شخص (ولید) کے پاس جا رہا ہوں۔ جس وقت آپ میری آواز بلند سنیں تو اندر آ جائیں ورنہ اپنی جگہ سے حرکت نہ کریں، جب تک کہ میں تم لوگوں کے پاس واپس آ جاؤں“۔ چنانچہ امام حسینؑ ولید کے پاس تشریف لے گئے۔ اس کو سلام کیا۔ اس نے جواب سلام دیا۔ اس وقت مروان بن حکم اس کے پہلو میں بیٹھا تھا۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ ”خدا تم لوگوں کی حالت کو بہتر کر دے“ لیکن اس طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔ جب امام بیٹھ گئے تو ولید نے یزید کا خط امام حسینؑ کو پڑھ کر سنایا۔ معاویہ بن ابوسفیان کے مرنے کی خبر ان کو دی اور یزید کی بیعت کی دعوت دی۔

امام حسین علیہ السلام نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر کہا۔ ''یہ ایک بڑی مصیبت آئی ہے اور ایسی مصیبت کی گھڑی میں ہمارے لیے بیعت کرنے کا موقع و محل (وقت) نہیں ہے۔'' ولید نے کہا۔ ''بیعت کے بغیر اور کوئی راستہ بھی نہیں''۔ حضرت امام حسینؑ نے فرمایا۔ ''مجھ جیسا ایسے پوشیدہ طور پر بیعت نہیں کرے گا اور میرا خیال نہیں کہ تم بھی ایسی خفیہ بیعت لینے پر راضی ہوگے۔ کل جب تم برسر عام اور لوگوں کو بیعت کے لیے طلب کروگے تو مجھے ان کے ہمراہ دعوت دینا۔ کہ میں پہلا بیعت کرنے والا ہوں گا''۔

ولید جو دوراندیش آدمی تھا۔ کہنے لگا۔ ''اے ابا عبداللہ! آپ واپس تشریف لے جائیں اور کل اور لوگوں کے ہمراہ میرے پاس تشریف لائیں''۔ مروان کہنے لگا۔ ''اگر تیرے ہاتھ سے لومڑی نکل گئی تو سوائے گرد کے اور کچھ نہ حاصل ہوگا۔ تو اس کی فکر کر کہ یہ باہر نہ نکلیں۔ یا تو بیعت لے لے یا ان کا سر جدا کردے''۔

جونہی امام حسینؑ نے مروان کی یہ بات سنی فوراً کھڑے ہوگئے اور فرمایا۔ اے خارجی کے بیٹے! تو میرے قتل کا حکم دیتا ہے۔ تو یہ بکواس کرتا ہے۔ اے پلید نسل انسان! مجھے خانہ خدا کی قسم میں تجھ سے اور تیرے ساتھیوں سے ایک طویل جنگ کروں گا'' اس کے بعد وہاں سے واپس آ گئے۔

مروان نے ولید سے کہا'' اس معاملہ میں تو نے میری مخالفت کی ہے۔ تو دوبارہ ان پر قابو نہ پاسکے گا۔'' ولید نے کہا۔ ''وائے ہو تجھ پر۔ تو نے میرے لیے اور میری نسل کی ہلاکت کے راستہ کا انتخاب کیا ہے۔ میں یہ ہرگز نہیں چاہتا کہ دُنیا حاصل کرلوں اور قیامت کے روز خونِ حسینؑ کا حساب دوں'' مروان کہنے لگا'' اگر تیرا ایسا ہی خیال ہے کہ تو بہت خوب اور بہت اچھا حاکم ہے تجھ جیسے کے لیے تو بہتر ہے کہ جنگل پہاڑ کی سیر کرتا پھرے نہ کہ اس قسم کے عہدے پر قبضہ جمائے بیٹھا رہے''۔ اس کے بعد مروان نہایت غصہ کی حالت میں اس کی مخالفت دل میں لے کر اٹھا اور چلا گیا۔

زبیر کا مدینہ سے فرار

اس کے بعد ولید نے عبداللہ بن زبیر کا پتہ چلایا تو معلوم ہوا کہ وہ ایسے دوستوں کی تلاش میں ہیں جو بیعت سے انکاری ہیں۔ اور پھر متواتر زبیر اور امام حسینؑ کے پیچھے لوگوں کو بھیجتا رہا۔ امام حسینؑ نے (ولید کو) جواب میں یہ پیغام بھجوایا کہ اتنی جلد بازی نہ کرو۔ تم بھی اس امر میں غور و فکر کرو اور ہمیں بھی موقع دو۔ عبداللہ بن زبیر نے بھی یہی کہلوایا کہ جلد بازی ٹھیک نہیں۔ مجھے مہلت دو تا کہ میں خود تیرے پاس چلا آؤں۔ اگر جلدی کرو گے تو نتیجہ کی ذمہ داری تم پر ہوگی۔

لیکن ولید اپنی بات پر اڑا رہا۔ بہت سے لوگوں کو عبداللہ بن زبیر کے پاس بھیجتا تھا جو اس کے سر پر آ کر چلاتے تھے کہ تو جلدی امیر کے پاس حاضر ہو ورنہ ہم تجھے قتل کر دیں گے۔ وہ پوچھتا تھا کہ مجھ سے کیا کام ہے؟ تم پر وائے ہو تم لوگ چلے جاؤ میں خود آ جاؤں گا۔ لہٰذا وہ لوگ واپس چلے جاتے تھے۔ عبداللہ بن زبیر نے وہ دن اس انتظار میں گزارا کہ رات ہو جائے اور پھر وہ اور اس کا بھائی جعفر تعاقب کے خوف کے پیش نظر تمام رات بغیر کسی منزل کے چلتے رہے۔ اگلی صبح ولید نے ان دونوں کے متعلق دوبارہ معلوم کرایا تو ان کا کوئی پتہ نہ چلا۔ کہنے لگا۔ خدا کی قسم وہ دونوں مکہ کے علاوہ کسی اور طرف نہیں گئے۔ لہٰذا خاندان امیہ کے کچھ لوگوں کو ان کے تعاقب میں روانہ کیا جنہوں نے بہت سفر کرنے کے باوجود ان دونوں کو نہ پایا اور واپس آ گئے اور عبداللہ بن زبیر کے تعاقب کا خیال چھوڑ دیا۔

امام حسینؑ مدینہ سے باہر تشریف لے گئے

اس شب کے آخری پہر میں ولید نے امام حسینؑ کے لیے کچھ لوگ بھیجے اور حکم دیا کہ انہیں ساتھ لیے بغیر ہرگز واپس نہ آئیں۔ یہ لوگ آپ سے لڑنے کے ارادہ سے روانہ ہوئے تھے لیکن انہوں نے دیکھا کہ آپ سوائے محمد حنفیہ کے اپنے تمام بھائیوں، بیٹوں اور دوسرے افراد خانہ کے ہمراہ مدینہ سے مکہ کے لیے روانہ ہو گئے ہیں۔

محمد حنفیہ کا امام حسینؑ سے اظہار ہمدردی

محمد حنفیہ نے امام حسینؑ کی خدمت میں عرض کیا۔ ''اے میرے بھائی! آپ میرے نزدیک سب سے زیادہ قابل احترام اور محبوب ہستی ہیں۔ میں نے کسی کو ایسی نصیحت نہیں کی ہے کیونکہ آپ سے زیادہ میری ان باتوں کا سننے والا اور کوئی نہیں۔

آپ کو میں اپنے حق کی قسم دیتا ہوں کہ آپ یزید سے دور رہیں۔ ایسا نہ ہو کہ اس سے ٹکراؤ ہو جائے۔ آپ اپنے دوستی کے دعویداروں کو شہروں اور قصبوں میں بھیج کر لوگوں سے اپنے لیے بیعت لیں۔ اگر لوگ ان کی دعوت پر اظہار آمادگی کریں خدا کا شکر کرنا۔ اگر آپ کے علاوہ کسی اور کی طرف رجوع کریں تو خداوند تعالیٰ اس وجہ سے آپ کے فضل وکمال میں کمی نہ کرے گا۔ مجھے یہ خوف ہے کہ آپ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ کسی ایک شہر میں پہنچیں اور وہاں کے لوگ آپ کے خلاف محاذ قائم کر کے آپ کو قتل کر دیں۔ ایسے میں تو آپ کا خون بیکا بہے گا اور آپ کی عزت بھی پامال ہوگی''۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ ''بھائی! مکہ میں ٹھہرنے کی کوشش کروں گا ورنہ کہیں (غیر آباد) کوہ دشت میں رک کر لوگوں کے ردعمل کا جائزہ لوں گا اور آئندہ جو پیش آنے والا ہے اس کے لیے تیار ہو کر جا رہا ہوں اس سے منہ نہیں موڑوں گا'' اس کے بعد فرمایا۔ ''اے بھائی! خدا آپ کو جزائے خیر دے کہ آپ نے بہت اچھی نصیحت آمیز باتیں کیں''۔

امام حسین علیہ السلام کا قبر رسولؐ پر سلام آخر

مدینہ سے روانگی کے وقت امام حسین علیہ السلام قبر رسول خدا پر گئے اور قبر کو تھام کر خوب روئے۔ آنحضرت کو خدا حافظ کہا اور کہا۔ ''میرے ماں باپ پر فدا ہوں یا رسول اللہ! آپ کے پاس سے بحالت مجبوری جا رہا ہوں۔ یہ میری اور آپ کی جدائی مجبوری کے باعث ہے کہ مجھ سے یزید شراب خور اور فاسق کی بیعت قبول

کرنے کے لیے زبردستی کی جارہی ہے۔ اگر میں بیعت کرتا ہوں تو کفر اختیار کرتا ہوں۔ اگر انکار کرتا ہوں تو قتل کر دیا جاؤں گا۔ پس میں آپ کے پاس سے بحالت مجبوری جارہا ہوں۔ خدا حافظ رسول اللہ!''۔

اس کے بعد آپ پر تھوڑی دیر کے لیے غنودگی طاری ہوگئی اور خواب میں اپنے جد رسول خداؐ کو دیکھا کہ آپ کے نزدیک کھڑے ہیں اور فرماتے ہیں۔ بیٹا! تمہاری والدہ، والد اور بھائی میرے پاس آچکے ہیں اور ہمیشہ رہنے والی زندگی میں سب موجود ہیں۔ ہم اب تمہارے مشتاق ہیں۔ جلد ہمارے پاس آ جاؤ۔ بیٹا! تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ خدا نے اپنے خاص فضل و کرم سے تمہارے لیے پردہ غیب میں جو مراتب رکھے ہیں انشاء اللہ بعد شہادت تمہیں ہمارے پاس آ کر حاصل ہوں گے۔

امام حسینؑ کی مدینہ سے روانگی

امام حسینؑ مدینہ سے حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کی طرح نہایت خوف و پریشانی کی حالت میں نکلے۔ کوئی دوسرا شخص سوائے ہم اہل بیت رسولؐ ان کے اس پریشانی اور خوف میں شامل نہ تھا۔ حضرت نے اپنا سفر معروف شاہراہوں سے اختیار کیا۔ اہل خاندان نے عرض بھی کی کہ اگر غیر آباد راستوں سے چلیں تو بہتر ہوگا۔ امامؑ یہ سن کر بولے۔ آپ لوگ دشمن کے پیچھا کرنے سے گھبراتے ہیں؟ کہا۔ جی ہاں! ایسا ہی ہے۔ امام نے فرمایا۔ آپ کے اس خوف کو دیکھ کر میں یہ سوچتا ہوں کہ مجھے یہ سفر اکیلئے کرنا ہوگا اور یہ اشعار پڑھے۔

''اس وقت جب انسان کا اس کی عزت، خاندان اور اولاد کی حفاظت کے لیے کوئی یار و مددگار نہ رہے تو وہ پست اور کمزور ہو جاتا ہے۔ اگر کل یزید ہم سے کوئی چیز (ہماری موت) مانگے تو ہم مشرق و مغرب کے موت کے سمندروں کے مشتاق تیراثابت ہوں گے۔ ہم (دشمن پر) ایسی کاری اور مہلک ضربیں لگائیں گے کہ اگر شیر بھی آ کر دیکھے تو بھاگ نکلے''۔

حضرت نے سفر جاری رکھا یہاں تک کہ منزل ''شریفہ'' پہنچ گئے۔

عبداللہ بن مطیع کہ مکہ کے بارے میں گفتگو اور نصیحت

عبداللہ بن مطیع قرشی نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے ملاقات کی اور عرض کی۔ ''میں آپ پر فدا ہوں جب آپ مکہ پہنچ جائیں تو وہاں سے آگے سفر نہ کریں کہ وہ شہر حرم خدا اور لوگوں کے لیے امن کی جگہ ہے۔ آپ وہاں پر قیام کریں اور مکہ کے لوگوں سے پیار و محبت سے پیش آئیں۔ جو کوئی آپ سے ملاقات کے لیے آئے اس سے اپنی بیعت لیں ان کے ساتھ عدل وانصاف کے تقاضے پورے کریں اور ظلم ان سے دور کریں۔

وہاں پر اپنے خطیب مقرر کریں تاکہ منبروں پر آپ کی شرافت کا تذکرہ کریں اور آپ لوگوں پر واضح کریں اور ان کو بتائیں کہ آپ کے جد رسولؐ خدا ہیں اور آپ کے پدر بزرگوار علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں آپ دوسروں سے زیادہ خلافت کے حق دار ہیں۔

ایسا نہ ہو کہ آپ کوفہ کی جانب رخ کر لیں۔ وہ منحوس شہر ہے۔ آپ کے والد بزرگوار اس شہر میں شہید ہوئے۔ حرم خدا سے باہر نہ جایئے گا کہ حجاز و یمن کے لوگ آپ کے ساتھ ہیں۔ جلد ہی دور دراز شہروں کے لوگ آپ کے پاس آئیں گے اور ملاقات کر کے واپس چلے جائیں گے۔ آپ ان سب کو بیعت کرنے کی دعوت دیں۔

میری یہ نصیحت قبول کریں اور خوشحال کو اپنی زندگی میں دوام بخشیں۔ خدا کی قسم اگر آپ نے میری یہ نصیحت قبول کر لی تو صحیح راہ پر گامزن ہوں گے۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ ''خدا تجھے جزائے خیر دے۔ میں تیری یہ نصیحت قبول کرتا ہوں''۔

امام حسینؑ کی مکہ میں آمد

حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنا سفر مقررہ راستی پر جاری رکھا اور مکہ کے قریب پہنچ گئے۔ جب شہر میں داخل ہونے لگے تو خدا سے دُعا کی۔ ''خدایا! میرے حق کی حفاظت فرما۔ میری آنکھوں کے نور کو قائم رکھ اور مجھے صحیح ہدایت فرما''۔

اس کے بعد مکہ شہر میں قیام فرمایا۔ ہر جگہ کے لوگوں نے آپ کی خدمت میں آنا جانا شروع کر دیا۔ اس سے پہلے عبداللہ بن زبیر مکہ پہنچ چکا تھا اور لوگوں کو نماز پڑھاتا تھا اور طوافِ حرم کرتا تھا۔ امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں آ کر تھوڑی دیر بیٹھ کر چلا جاتا تھا۔ عبداللہ بن زبیر کے دل میں امام حسین علیہ السلام کی ذات کے متعلق سب سے زیادہ کھٹکا تھا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ جب تک امام حسین علیہ السلام ان لوگوں میں موجود ہیں کوئی شخص بھی اس کی بیعت نہیں کرے گا۔ کیونکہ ان کا مقام و منزلت عبداللہ بن زبیر سے بہت بلند و بالا تھا۔ لوگ اس طرح گرو در گرو امام علیہ السلام کی خدمت میں آتے جاتے رہے۔

کوفہ ۶۰ھ میں۔ معاویہ کی موت کے بعد کوفہ کے حالات

جب معاویہ کے مرنے کی خبر کوفہ کے لوگوں تک پہنچی تو وہ یزید کی بیعت سے انکاری ہو گئے اور یہ کہتے تھے کہ امام حسینؑ یزید کی بیعت سے انکار کر کے مکہ تشریف لے گئے ہیں۔ لہٰذا ہم یزید کی بیعت نہیں کریں گے۔ ان دنوں حاکم کوفہ نعمان بن بشیر تھا۔ کچھ شیعہ لوگ سلیمان بن صرد خزاعی کے مکان پر جمع ہوئے اور کہنے لگے کہ امام حسین علیہ السلام کو ایک خط لکھا جائے۔ سلیمان نے کہا۔ ''اے لوگو! معاویہ مر چکا ہے۔ امام علیہ السلام نے اس کی بیعت سے انکار کر دیا ہے۔ ہم سب ان کے شیعہ اور دوست ہیں۔ اگر آپ یہ سمجھتے ہوں کہ ان کے مددگار بنیں اور ان کے لیے جہاد کریں تو بسم اللہ۔ اگر اپنی کاہلی اور شرمندہ ہونے کا اندیشہ ہے تو ان سے کوئی ایسی دھوکہ بازی نہ کرنا''۔ لوگوں نے جواب دیا۔ ''ہم تو ان کے دُشمن سے جنگ کریں گے''۔ سلیمان نے کہا تو پھر خدا کا نام لے کر خط لکھ ڈالو۔ اور یہ خط تحریر کیا۔

اہل کوفہ کے امام حسین علیہ السلام کے نام خطوط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حسین ابن علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے نام۔ سلیمان بن صرد خزاعی۔ مسیّب بن نجبہ۔ رفاعت بن شداد بجلی۔ حبیب ابن مظاہر

اسدی اور ان کے مسلمان ساتھیوں کی طرف سے۔

سلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ خداوند تعالیٰ کی تعریف کرتے ہیں کہ جس کے بغیر کوئی معبود نہیں اور محمدؐ آل محمدؑ پر درود وسلام بھیجتے ہیں۔ اے فرزند رسولؐ وپسر علی مرتضیٰ ؑ۔ آپ کو مطلع کرتے ہیں کہ ہم آپ کے سوا کسی اور کو امام نہیں جانتے آپ ہمارے پاس تشریف لائیں کہ ہم آپ کا نفع اپنا نفع اور آپ کا نقصان اپنا نقصان سمجھتے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ آپ کے وسیلے سے ہم آپ کے ساتھ حق وہدایت کے راستے پر اکٹھے ہو جائیں گے۔ ہم آپ کو عرض کرنا چاہتے ہیں کہ آپ یہاں پر باندھے ہوئے فوج، بہتی نہروں اور جاری چشموں کے درمیان تشریف لائیں گے۔ اگر آپ خود نہ تشریف لا سکیں تو اپنے خاندان میں سے کسی ایسے شخص کو بھیج دیں جو خداوند تعالیٰ کے احکام اور آپ کے جد کی سنت کے مطابق ہمیں ہدایت کرے۔

ہم مزید عرض پرداز ہیں کہ نعمان بن بشیر دار الامارہ میں مقیم ہے۔ ہم اس کی نماز جمعہ وجماعت میں شریک نہیں ہوتے۔ اگر آپ ہمارے پاس آ جائیں تو اسے ہم ملک شام کی طرف دھکیل دیں گے۔ والسلام"۔

یہ خطوط جن کی تعداد پچاس اوراق تھی عمر بن نافذ تمیمی اور عبداللہ بن سمیع ہمدانی کو دے کر روانہ کیا گیا یہ دونوں جلد ہی امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں پہنچ گئے دو روز بعد کوفہ والوں نے ایک دوسرا خط مسہر انصاری کو دے کر روانہ کر دیا جس کا مضمون یہ تھا۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حسین بن علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے نام۔ اے فرزند رسولؐ! آپ کے سوا اور کوئی ہمارا امام نہیں ہے۔ آپ جلدی فرمائیں۔ جلدی فرمائیں"۔

اس کے دو روز بعد ایک اور خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ پھل پک کر تیار ہیں (آپ کے لیے فضا ساز

گار ہے) اے دختر پیغمبرؐ کے پسر! ہمارے پاس بہت جلدی آئیں''۔

بہت سے ایسے خطوط آپ کے پے در پے ملتے رہے۔ حضرت نے ہر خط لانے والے سے وہاں کے لوگوں کے احوال دریافت کئے۔ ہر ایک نے یہی کہا کہ سب لوگ آپ کے ساتھ ہیں۔

اس کے بعد ہانی بن ہانی وسعید بن عبداللہ حنفی کو ایک اور خط دے کر بھیجا گیا۔ یہ دنوں کوفہ والوں کی طرف سے آخری بار بھیجے گئے ایلچی تھے۔

کوفہ والوں کے خطوں کا امام حسینؑ کی طرف سے جواب

حضرت نے تمام خطوں کو پڑھا۔ (قبیلہ) طے والے خط کا جواب اس طرح سے لکھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حسین ابن علیؑ کی جانب سے بزرگوار مومنین کرام کے نام۔ ان خطوں کو ہانی اور سعید نے مجھ تک پہنچایا۔ ان دونوں کو آپ نے سب سے آخر میں بھیجا ہے۔ آپ لوگوں کی اس اظہار رائے پر کہ آپ میرے علاوہ کسی اور کو امام نہیں جانتے میں نے غور کیا۔ مجھے اپنے پاس اس لیے بلانا چاہتے ہیں کہ ہم اور آپ دین خدا پر متحدہ ہو جائیں۔ میں اپنے چچازاد بھائی مسلمؑ بن عقیل کو جو میرے خاندان میں بہت معزز ہیں' آپ کے پاس بھیج رہا ہوں۔ انہیں اس امر پر مامور کیا ہے کہ وہ آپ لوگوں کی حسن نیت اور دوسرے حالات سے مجھے آگاہ کریں۔ میں بھی انشاء اللہ تعالیٰ آپ کے پاس (جلد) چلا آؤں گا۔

اس کے بعد جناب مسلمؑ بن عقیل کو قیس بن مسہر صیدادی اور عمارہ بن عبداللہ السلوی کے ہمراہ کوفہ روانہ کر دیا اور لوگوں کے ساتھ مہربانی کرنے اور تقویٰ و پرہیز گاری پر قائم رہنے کی تلقین کی اور یہ فرمایا کہ اگر لوگ ان کے ہم نوا بن کران کے ساتھ ہو جائیں تو فوراً'' خبر کریں

جناب مسلمؑ کی کوفہ کو روانگی

جناب مسلمؑ نے مسجد نبوی میں نماز ادا کی۔ اپنے دوستوں کو الوداع کہا۔

امام حسین علیہ السلام نے راستے کی رہنمائی کرنے والے دو آدمی ان کے ہمراہ کیئے۔ آپ ان دو آدمیوں کے ہمراہ روانہ ہوگئے۔ مگر سفر کے دوران یہ دونوں راہنما راستہ سے بھٹک گئے۔ پیاس کی شدت نے ایسا غلبہ کیا کہ دونوں نے راستے میں ہی جان دے دی۔

دوران سفر جناب مسلمؑ کا امام حسینؑ کے نام خط

جناب مسلمؑ نے ایک جگہ (جس کا نام مضیق تھا) سے امام حسینؑ کو یہ خط لکھا۔ ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اے دختر پیغمبر خدا کے فرزند! میں آپ کو یہ خبر دیتا ہوں کہ دونوں راہ شناس جو میرے ہمراہ تھے راستے سے بھٹک گئے اور پیاس کی شدت سے مر چکے ہیں۔ میں اس واقعہ کو بری فال سے تعبیر کرتا ہوں۔ اگر مناسب ہو تو مجھے (اس مہم) سے معافی دے کر کسی اور شخص کو بھیج دیں۔ والسلام''۔

امام حسینؑ کا مسلمؑ کے خط کا جواب

جیسے ہی یہ خط امامؑ کو ملا اس کا جواب اس طرح سے لکھا۔

بن عقیل کے نام۔ اے برادر عم! میں نے اپنے جد رسول خداؐ سے سنا ہے کہ جو خود کسی واقعہ کو بدشگونی خیال کرے یا اس سے بری فال لی جائے اور وہ اسے صحیح تصور کرے وہ ہم اہل بیت سے نہیں ہے۔ لہٰذا میرا یہ خط دیکھتے ہی میری سابقہ ہدایت پر عمل پیرا رہنا۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ''۔

چنانچہ جونہی یہ خط جناب مسلمؑ کو ملا وہ فوراً سفر پر روانہ ہوگئے

جناب مسلمؑ کی کوفہ میں آمد

راستے میں جب قبیلہ طے کے پانی کے پاس پہنچے وہاں قیام کیا۔ وہاں آپ کے ساتھیوں میں سے ایک نے ہرن کو تیر مارا تو وہ گر گیا۔ یہ دیکھ کر اپنے تیئں خیال کیا کہ ہم بھی اپنے دُشمنوں کو اسی طرح قتل کریں گے۔ انشاء اللہ۔ جناب مسلمؑ کوفہ پہنچ کر رات کو سلیمان بن صرد خزاعی یا مختار بن ابی عبیداللہ ثقفی کے گھر پر آئے اور ان کو امام حسینؑ کا خط پڑھکر سنایا۔ یہ لوگ روتے تھے اور درد بھری آہیں بھرتے تھے۔

جناب مسلمؑ کے کوفہ آنے کے بعد لوگوں کو ردعمل

عابس بکری کھڑے ہوئے۔حمد وثنا خدااور پیغمبر خداؐ پر درود بھیجنے کے بعد جناب مسلمؑ کی طرف رخ کر کے یوں گویا ہوئے۔

''مجھے لوگوں کے دل کی تو خبر نہیں۔ہاں البتہ جو میرے دل کی بات ہے وہ میں کہے دیتا ہوں۔جب بھی آپ مجھے طلب کریں گے لبیک کہوں گا اور تادم مرگ آپ کے دشمنوں کو اپنی تلوار سے گھائل کروں گا۔یہاں تک کہ خدا سے ملاقات کروں (مجھے موت آجائے)''۔یہ گفتگو کرنے کے بعد بیٹھ گئے اور حبیب ابن مظاہر کھڑے ہو گئے۔اور عابس سے کہا۔''خدا تم پر رحمت کرے۔تم نے اپنا حق ادا کر دیا۔خدا کی قسم میں بھی تمہارا ہمنوا ہوں''۔

کوفہ کے لوگ دس دس بیس بیس یا اس سے کم وبیش مسلمؑ کے پاس آتے رہے۔یہاں تک کہ اسی ہزار لوگوں نے بیعت کر لی۔

نعمان بن بشیر حاکم کوفہ نے کیا کیا؟

جب یہ خبر نعمان تک پہنچی تو وہ فوراً منبر پر گیا۔خدا کی حمد اور پیغمبرؐ پر درود بھیجنے کے بعد یوں کہنے لگا۔''اے لوگو! خدا کی قسم اگر کوئی شخص مجھ سے جنگ نہیں کرے گا تو میں بھی اس سے جنگ نہیں کروں گا اور اگر کوئی شخص مجھ پر حملہ آور نہیں ہوگا تو میں بھی اس پر حملہ آور نہیں ہوں گا اپنے حکمرانوں کے خلاف بغاوت کرنے سے پرہیز کریں۔اگر مجھے کسی شخص کے متعلق کچھ ایسا علم ہو گیا تو اس کی گردن اڑا دوں گا۔اگرچہ مجھے یہ کام تنہا بغیر کسی یار و مددگار کے کرنا پڑے''۔

عبداللہ بن شعبہ حضرمی مجمع سے اٹھا اور کہنے لگا۔''اے امیر! یہ معاملہ ظالمانہ جبر اور خونریزی کے بغیر حل نہیں ہوگا۔یہ باتیں جو تم نے کی ہیں وہ شخص کرتا ہے جو اپنے آپ کو کمزور خیال کرتا ہے''۔

نعمان نے جواب دیا۔''میں خدا کے مقابلے میں اپنے تئیں کمزور سمجھتا ہوں لیکن ظالم لوگوں کے مقابلے میں ایسا نہیں ہوں''۔اس کے بعد منبر سے اتر آیا۔

احوال کوفہ کو اطلاع یزید کو

عبداللہ بن شعبہ حضرمی نے یزید کو اس مضمون کا خط لکھا

''عبداللہ بن شعبہ حضرمی کی جانب سے۔ یزید بن معاویہ کے نام۔

خبر دار کہ مسلم بن عقیلؑ کوفہ پہنچ چکے ہیں اور حسینؑ کے شیعوں نے ان کی بیعت کرلی ہے۔ اگر کوفہ کی تجھے ضرورت ہے تو کسی دلیر آدمی کو یہاں بھیج۔ کیونکہ نعمان کمزور آدمی ہے اور اسے مزید کمزور ہونا چاہیے''۔

یہ پہلا شخص ہے کہ امام حسینؑ کے خلاف جنگ کرنے کے لیے یزید کو ایسا خط لکھا۔ اس کے بعد عمر سعد نے بھی ایسا ہی خط لکھا تھا۔

ذوالحجہ ۶۰ھ۔ دمشق سے بصرہ تک کوفہ کے بارے میں یزید کا منصوبہ

جب یزید کو اس قسم کے خطوط پہنچے تو اپنے ایک غلام کو جس کا نام سرحون تھا بلایا اور اس سے کہا۔ ''تو نہیں دیکھتا کہ حسینؑ اپنے چچازاد بھائی کو کوفہ بھیج کر ان سے کیسے بیعت لے رہے ہیں۔ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ نعمان ان لوگوں کے لیے کمزور دنا کافی ہے''۔ جو خط کوفہ سے آئے تھے اس غلام کو دکھلا کر اس کی رائے معلوم کی۔ سرحون نے بشیر کو معزول کرنے اور عبید اللہ ابن زیاد کو کوفہ کا حاکم بنانے کا مشورہ دیا۔ یزید نے اس رائے پر عمل کرتے ہوئے عبید اللہ کو دو ریاستوں یعنی بصرہ اور کوفہ کا حکمران تعینات کر دیا اور اسے یہ خط لکھا۔

''میں نے تجھے دو ریاستوں کا حاکم مقرر کیا ہے۔ صحیح راستہ اختیار کر اور میری نصیحت پر عمل کر''۔

یزید کا ابن زیاد کے نام خط

یزید نے دوسرا خط جو ابن زیاد کو لکھا وہ یوں تھا۔

''یزید ابن معاویہ کی جانب سے۔ عبید اللہ ابن زیاد کے نام۔

مجھے تک یہ خبر پہنچی ہے کہ کوفہ کے لوگوں نے حسینؑ کی بیعت کرلی ہے۔ تم

کو پہلے بھی ایک خط لکھ چکا ہوں کہ کوئی ایسا تیر اُدشمن کی طرف پھینکو۔ تجھ سے تیز تر میرے پاس کوئی نہیں۔ میرا خط ملتے ہی فوراً بغیر کسی سستی کے سفر پر روانہ ہو جاؤ اور نسل علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے ایک نفر کو بھی زندہ نہ چھوڑو۔ مسلم ابن عقیلؑ کو قتل کر کے اس کا سر مجھے روانہ کرو۔ والسلام۔

یہ خط ذوالحجہ ۶۰ ھ کو لکھا گیا کہ جس کے ایک ماہ بعد امام حسین علیہ السلام کو شہید کر دیا گیا۔ یہ خط مسلم بن عمرو باہلی کو یہ کہہ کر دیا گیا کہ وہ بصرہ جا کر ابن زیاد کو دے۔

امام حسینؑ کا ایلچی اور یزید کا ایلچی بصرہ میں

عبیداللہ بن زیاد کو یزید کا خط ملا۔ وہ کوفہ کے سفر پر آمادہ ہوا۔ اسی دوران امام حسین علیہ السلام کا ایلچی بصرہ کی محترم شخصیتوں کے پاس پہنچ گیا جو انہیں آپ کی مدد کرنے کی دعوت دینے گیا تھا۔ منجملہ تمام بصرہ والوں کے احنف بن قیس۔ عبداللہ بن معمر اور شندر بن جارود اور مسعود بن معمر اور دوسرے محترم لوگوں کو امام حسین علیہ السلام نے ایک خط اس مضمون کا لکھا تھا۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ از حسین ابن علیؑ

خداوند تعالیٰ نے محمد مصطفیٰؐ کو تمام خلق میں برگزیدہ کر کے انہیں اپنی نبوت اور رسالت سے سرفراز کیا۔ جب تمام کارہائے رسالت انجام پا گئے تو خدا نے انہیں بڑے اکرام سے اپنے پاس بلوا لیا۔ ان کے بعد ان کے خاندان کے بزرگ لوگ ان کی جانشینی کے سب سے زیادہ حق دار ہیں۔ انہوں نے ہمیں تم لوگوں پر امیر بنایا اور اس امر پر ہم نے سر تسلیم خم کیا تاکہ دُنیا میں فتنہ وفساد نہ ہو اور امن قائم رہے۔ میں اس خط کے ذریعے تمہیں کتابِ خدا اور سنت پیغمبرؐ کی طرف متوجہ کرتا ہوں۔ اگر میری یہ بات سن کر اس پر عمل پیرا ہوئے تو میں راہ ہدایت کی جانب تمہاری رہنمائی کرتا رہوں گا۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ"۔

تمام شرفاء نے یہ خط پڑھا اور اسے مخفی رکھا سوائے ایک منذر بن جارود کے جس کی بیٹی ابن زیاد کو پسند کرتی تھی۔ منذر نے جونہی یہ خط پڑھا۔ امامؑ کے

ایلچی کو گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس لے گیا۔ جونہی ابن زیاد نے امامؑ کا خط پڑھا فوراً جلاد کو حکم دیا کہ اس کی گردن اڑا دے۔ چنانچہ اس ایلچی کو شہید کر دیا گیا۔ خدا اس کی مغفرت کرے۔ تاریخ اسلام میں یہ پہلا موقعہ تھا کہ کسی نامہ رساں کو اس طرح سے شہید کیا گیا۔

امام حسینؑ کے خط پر ابن زیاد کا ردعمل

ابن زیادہ نے منبر پر جا کر یہ تقریر کی۔ ''اے اہل بصرہ! یزید نے کوفہ کی حکومت مجھے سپرد کر دی ہے۔ میں اس سفر پر جا رہا ہوں۔ اپنے بھائی عثمان کو اپنی جگہ تمہارے لیے چھوڑ رہا ہوں۔ اس کی بات کو سن کر اس پر عمل کرنا۔ جھوٹی افواہوں پر کان نہ دھرنا۔ خدا کی قسم اگر مجھے یہ علم ہو گیا کہ تم میں سے کسی نے اس کی مخالفت کی ہے تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔ اور کسی چھوٹی غلطی یا قصور پر بھی سخت سزا دوں گا تاکہ تم اپنے صحیح مقام سے تجاوز نہ کرو۔

۶۰ھ کا آخری حصہ۔ ابن زیاد کوفہ میں

ابن زیاد نے بصرہ سے کوفہ کی راہ لی۔ اس کے ساتھ اس کے خاندان کے لوگ، احباب اور بصرہ کے دوسرے شرفاء جن میں مسلم بن عمرو باہلی اور منذر بن جارود۔ شریک بن اعور ہم سفر تھے۔ جبکہ مالک بن مشیع نے یہ کہہ کر کہ وہ بعد میں امیر کے پاس جائے گا۔ فی الوقت وہ کمر کے درد میں مبتلا ہے معذرت کر لی۔

ابن زیاد شہر کوفہ میں ویرانہ کی طرف سے داخل ہوا۔ سفید لباس، سیاہ عمامہ اور چہرہ پر نقاب ڈالے ہوئے تھا (اس لباس میں) امام حسینؑ کا روپ دھارا ہوا تھا۔ جوان اونٹ پر سوار، ہاتھ میں بید کی چھڑی پکڑی ہوئی تھی۔ اس کے باقی ساتھی اس کے پیچھے آ رہے تھے۔

جمعہ کے روز کوفہ میں اس کا داخلہ موقعہ و محل کے اعتبار سے بہت موزون تھا۔ لوگ نماز جمعہ سے فارغ ہو کر امام حسینؑ کی آمد کے منتظر تھے۔ ابن زیاد لوگوں کے ہجوم کے ایک طرف سے گزر رہا تھا اور اپنی چھڑی کو اٹھا اٹھا کر لوگوں کو سلام

کرنے کا اشارہ کررہا تھا۔لوگوں نے اسے امام حسینؑ سمجھ کر یہ کہنا شروع کردیا۔ ''اے پیغمبر خداؐ کی دختر کے بیٹے! خوش آمدید!''۔

ابن زیاد لوگوں کا امام حسینؑ سے اس قدر انہماک دیکھ کر بہت افسردہ ہوا۔ جب قصر دار الامارہ کے نزدیک پہنچ گیا تو مسلم بن عمرو باہلی لوگوں سے کہنے لگا۔ ''وائے ہو تم پر۔ اپنے امیر کی زیارت سے اس لیے بھاگتے ہو کہ وہ تمہاری توقع کے مطابق اور تمہارے مطلب کا نہیں ہے۔

نعمان یہ سمجھا کہ امام حسینؑ کوفہ میں آئے ہوئے ہیں۔ دارالامارہ کی چھت سے دیکھا تو ابن زیاد نے چہرے سے نقاب پلٹ کر کہا۔ ''اے نعمان! تو نے اپنے محل کو تو مضبوط کر رکھا ہے اور باقی شہر کو آزاد چھوڑ رکھا ہے''۔ اس کے بعد کہنے لگا کہ تمام لوگوں کو نماز جماعت کے لے بلاؤ۔ چنانچہ ایک آواز پر بہت سے لوگ وہاں پہنچ گئے۔ ابن زیاد نے منبر پر جا کر لوگوں کو مخاطب کیا۔

''اے لوگو! جو مجھے جانتا ہے۔ جو نہیں جانتا میں اسے اپنا تعارف کرائے دیتا ہوں۔ میں عبید اللہ بن زیاد ہوں۔ یزید نے مجھے تمہارے شہر کا حاکم بنایا ہے۔ مجھے اختیار دیا ہے کہ میں مظلوم کے ساتھ انصاف کروں۔ محروم کو اس کا حق دلاؤں اور قصوروار لوگوں سے مہربانی سے پیش آؤں۔ لہٰذا میں تمہارے ساتھ یزید کی ان ہدایات کا پابند ہوں''۔

اس کے بعد منبر سے اتر آیا اور یہ عام منادی تمام قبائل عرب میں کرادی کہ لوگ یزید کی بیعت اختیار کرلیں۔ پیشتر اس کے کہ شام سے کوئی ایسا شخص ان کے پاس آئے جو مردوں کو قتل کرے اور خواتین کو قید کرے۔

اہل کوفہ ابن زیاد اور جناب مسلمؑ کے ساتھ

جونہی کوفہ کے لوگوں نے یہ منادی سنی تو ایک دوسری کا منہ تکنے اور یہ کہنے لگے۔ ''ہم اپنے تیئں دو بادشاہوں کے درمیان کیوں پھنسیں۔ لہٰذا انہوں نے امام حسینؑ کی بیعت توڑ کر یزید کی بیعت اختیار کرلی۔

اس روز حضرت مسلم نے نہایت پریشانی اور مصیبت کے عالم میں صبح کی

اور نماز صبح کے لیے تشریف نہ لائے۔ظہر کے وقت اذان و اقامت کہہ کر جب نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو تنہا تھے۔کوئی شخص ان کے ساتھ نماز میں نہ تھا۔نماز کے بعد اپنے بیٹے کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔''بیٹا! اس شہر والوں نے ہمارے ساتھ کیا کیا؟''۔

بیٹے نے عرض کی۔''انہوں نے حسینؑ کی بیعت توڑ کر یزید کی بیعت کر لی ہے''۔

جناب مسلمؑ ہانی کے گھر میں

جناب مسلمؑ نے بیٹے کی یہ بات سن کر افسردگی کے عالم میں ہاتھ پر ہاتھ مارا اور گلی کوچوں میں سے ہوتے ہوئے محلّہ بنی خزیمہ میں پہنچے۔وہاں کے ایک بلند گھر کے کونے میں کھڑے ہو گئے۔اس گھر سے ایک کنیز نکلی۔جناب مسلمؑ نے پوچھا۔یہ کس کا گھر ہے؟ جواب ملا۔ہانی بن عروہ کا۔آپ نے کنیز سے فرمایا۔تو اندر جا اور کہہ کہ ایک شخص دروازے پر کھڑا ہے۔اگر میرا نام پوچھیں تو کہنا۔مسلم بن عقیلؑ ہیں۔کنیز واپس آ کر کہنے لگی۔اے میرے آقا! گھر کے اندر تشریف لے آئیں۔ہانی اس روز بیمار تھے۔جب حضرت مسلمؑ تشریف لائے تو کھڑے ہونا چاہا تاکہ ان سے گلے ملیں مگر (ناتوانی کی وجہ سے) نہ مل سکے۔

ابن زیاد کے قتل کی سکیم

یہ دونوں باہم باتیں کرنے لگے۔ابن زیاد کا تذکرہ بھی بیچ میں آیا۔ہانی نے کہا۔''اے میرے آقا! وہ (ابن زیاد) میرے دوستوں میں سے ہے۔میری بیماری کا سن کر شاید وہ میری عیادت کے لیے آئے۔جب وہ آئے تو یہ تلوار ہاتھ میں لے کر اس کوٹھڑی میں چلے جانا۔جب وہ آ کر بیٹھ جائے تو اسے قتل کر دینا اسے ذرا بھی مہلت نہ دینا۔اگر وہ آپ کے ہاتھ سے بچ نکلا تو مجھے اور آپ کو قتل کر دے گا۔میں اور آپ یہ نشانی رکھتے ہیں کہ جب میں اپنے سر سے عمامہ اتار کر زمیں پر رکھ دوں تو آپ اس پر حملہ کر کے قتل کر دیں۔جناب مسلمؑ نے کہا۔انشاءاللہ یہ کام میں کر لوں گا۔''

ادھر ہانی بن عروہ نے ابن زیاد کو کہلوا بھیجا کہ تو مجھے بیماری میں دیکھنے نہیں آیا۔ یہ سراسر زیادتی ہے۔اس نے جواب میں یہ بہانہ کیا کہ مجھے تمہاری بیماری کا علم نہ تھا۔آج رات عیادت کے لیے آؤں گا۔

ابن زیاد نماز عشاء کے بعد اپنے محافظوں کے ہمراہ ہانی کے گھر عیادت کے لیے پہنچا۔ہانی کو بتایا کہ ابن زیاد دروازے پر اندر آنے کی اجازت چاہتا ہے۔ہانی نے اپنے کنیز کو کہا کہ تلوار جناب مسلمؑ کو دے دو۔جناب مسلمؑ تلوار لے کر کوٹھڑی میں چلے گئے۔ابن زید آکر ہانی کے پاس بیٹھ گیا۔اس کا محافظ سرہانے کھڑا تھا۔ابن زیاد ہانی سے باتوں میں مشغول ہوگیا اور احوال پرسی کرنے لگا۔ ہانی نے بھی اپنے مرض کا حال بتایا۔اس وقت اپنا عمامہ سر سے اتار کر زمین پر رکھا۔ لیکن جناب مسلمؑ کوٹھڑی سے باہر نہ آئے۔دوبارہ اور پھر تیسری بار عمامہ سر پر رکھ کر زمین پر رکھا۔لیکن مسلمؑ کوٹھڑی سے باہر نہ آئے۔ہانی نے سر اونچا کر کے اس انداز میں کہ جناب مسلم کو سنا رہے ہیں یہ اشعار پڑھے۔

"تم سلمی کے بارے میں منتظر ہو کر بھی اسے سلام نہیں کرتے۔سلمٰی کو سلام کرو اور اس کے ہر ساتھی کو بھی۔آیا شربت خوش ذائقہ نہیں جو کہ پیاس کے بجھانے کے لیے پیتا ہوں۔اگرچہ وہ مجھے جان سے مار ڈالے۔اگر سلمٰی کو تمہارے بارے میں ذرا شک بھی ہو گیا تو ہرگز تم اس کے وار سے محفوظ نہ رہو گے"۔

ہانی یہ اشعار بار بار دہراتے رہے لیکن ابن زیاد نے کوئی توجہ نہیں کی البتہ یہ پوچھا کہ ہانی ہذیان کیوں بک رہا ہے۔لوگوں نے کہا۔بیماری کی شدت کی وجہ سے ہے۔اس کے بعد ابن زیاد وہاں سے اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر واپس چلا آیا۔

جناب مسلمؑ باہر آئے۔ہانی نے کہا۔آپ نے کس وجہ سے اسے قتل نہ کیا؟ جناب مسلمؑ نے فرمایا۔پیغمبرؐ خدا کی روایت جو میں نے سنی ہوئی تھی کہ کسی مسلمان کو قتل کرنے سے ایمان ضائع ہو جاتا ہے۔جناب ہانی نے کہا اگر آپ اسے قتل کر دیتے تو ایک کافر کو مارتے۔

جناب مسلمؑ کو گرفتار کرنے کے لیے ابن زیاد کی کوشش

ابن زیاد دارالامارہ آیا۔ وہاں پر ایک چالاک اور ہوشمند غلام جس کا نام معقل تھا بلا کر اسے تین ہزار درہم دیئے اور کہا کہ یہ رقم لے اور مسلمؑ کا پتہ چلا۔ یہ رقم انہیں (مسلمؑ کو) دے کر کہنا کہ یہ اپنے دشمنوں کے مقابلے کے لیے اپنے مصرف میں لائیں۔ ان سے محبت و پیار کا اظہار کرنا اور پھر ان کا ٹھکانہ مجھے آ کر بتانا۔ معقل یہ رقم لے کر کوفہ شہر میں نکل گیا۔ (لوگوں نے) اسے مسلم بن عوسجہ کی طرف جو مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے اشارہ کر دیا۔ جب مسلم بن عوسجہ نماز سے فارغ ہوئے تو معقل نے پاس آ کر بوسہ دیا اور نہایت محبت بھرے لہجے میں یوں مخاطب کیا۔ "اے اللہ کے نیک بندے! میں ایک شامی ہوں اور خداوند تعالیٰ نے مجھے محبت علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے نوازا ہے۔ میرے پاس تین ہزار درہم موجود ہیں میں اس مرد کو جو رسولخداؐ کی دختر کے پسر کے لیے بیعت حاصل کر رہا ہے دوست جانتا ہوں اور اس سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ تمہارے پاس اس لیے آیا ہوں کہ مجھ سے یہ رقم لے لو اور مجھے اپنے اس دوست کے پاس لے چلو تاکہ میں اس کا قابل اعتماد ساتھی بن کر اس کے کام خفیہ طور پر انجام دوں۔ جناب مسلم بن عوسجہ نے کہا۔ اے شخص! اس بات کو بھول جا۔ بھلا میرا اہل بیت سے کیا تعلق؟ تیرے کسی بہت ہمدرد نے تجھے میرے پاس بھیجا ہے!۔ معقل نے کہا۔ اگر میری بات پر اعتبار نہیں تو مجھ سے قسم لے لو۔ اس کے بعد ان کے سامنے اس طریقے سے قسمیں کھائیں کہ مسلم کو یقین آ گیا۔ چنانچہ وہ اسے جناب مسلم بن عقیلؑ کے پاس لے گئے اور ان سے سارا ماجرا بیان کر دیا۔ جناب مسلم بن عقیلؑ نے بھی اس پر بھروسہ کرتے ہوئے اس سے بیعت لے لی۔ اور یہ رقم ابا تمامہ کو دے دی جو آپ کا خزانچی بھی مقرر تھا اور اسلحہ کی خریدار کا کام بھی اسے کے ذمہ تھا۔ وہ لوگوں میں بڑا بہادر گھڑ سوار شمار ہوتا تھا۔

معقل نے خفیہ راز معلوم کرنے شروع کر دیئے۔ جب سب خبریں لے چکا تو ابن زیاد کے پاس جا کر اسے سب کچھ بتا دیا۔

ابن زیاد اور ہانی

ابن زیاد نے معقل کی باتوں کی تصدیق کر لی۔ محمد بن اشعث اور اسماء بن خارجہ وعمرو بن حجاج کہ ان کی بیٹی ہانی کی بیوی تھی۔ بلا کر کہا کہ ہانی بن عروہ کو میرے پاس لے کر آؤ اور مزید کچھ آدمی ان کے ہمراہ کئے۔ جب وہ ہانی کے ہاں پہنچے تو ہانی دروازے پر کھڑے تھے۔ انہوں نے کہا کہ آپ کو امیر نے بلوایا۔ ہانی ان کے ہمراہ چل پڑے اور دارالامارہ کے نزدیک پہنچ گئے۔ اصل معاملے سے چونکہ بے خبر تھے۔

اسما بن خارجہ سے کہنے لگے کہ اس شخص (ابن زیاد) سے مجھے اندیشہ ہے کہ خفیہ طور پر اس کا کوئی اور مقصد نہ ہو۔ اسماء نے کہا۔ خدا کی قسم مجھے تمہارے لیے اس کی جانب سے کوئی خوف اور خطرہ نہیں ہے۔ الحمد اللہ تم بے قصور ہو۔ خواہ مخواہ اپنے لیے برا مت سوچو۔

غرضیکہ وہ سب ابن زیاد کے سامنے پہنچ گئے۔ جب اس (ابن زیاد) نے ہانی کو دیکھا تو اپنا منہ پھر لیا اور ان کا کوئی احترام نہ کیا۔ ہانی نے خلاف معمول یہ رویہ دیکھا۔ اسے سلام کیا۔ لیکن جواب سلام نہ پایا۔ جناب ہانی نے پوچھا۔ کیا ماجرا ہے؟ خدا امیر کے معاملات کی خیر کرے۔

ابن زیاد نے کہا۔ اے ہانی! مسلم بن عقیلؑ کو اپنے پاس چھپایا ہوا ہے۔ اس کے لیے آدمی اور اسلحہ اکٹھا کر رہے ہو اور یہ سمجھتے ہو کہ مجھے اس کا علم نہیں! ہانی نے کہا۔ "خدا کی پناہ! میں نے ایسا کوئی کام نہیں کیا ہے"۔

ابن زیاد نے کہا۔ "جس شخص نے مجھے خبر دی ہے وہ میرے نزدیک تم سے زیادہ سچا ہے"۔ اس کے بعد معقل کو آواز دے کر کہا کہ باہر آؤ اور اس شخص کی تکذیب کرو۔ معقل باہر آ کر کہنے لگا۔ "خوش آمدید! مجھے پہچانتے ہو؟" ہانی نے کہا۔ "ہاں پہچان گیا۔ تجھ کافر و فاجر کو خوب پہچان لیا"۔ اسے دیکھ کر ہانی فوراً سمجھ گئے تھے کہ یہ ابن زیاد کا جاسوس تھا۔

ابن زیاد نے کہا "تم مسلمؑ کو یہاں لائے بغیر نہیں جا سکتے۔ ورنہ میں تمہیں

قتل کردوں گا۔'' ہانی نے کہا۔'' خدا کی قسم۔ یہ تیرے بس میں نہیں ہے مذحج والوں کا دستہ تیری گردن اڑادے گا''۔

ابن زیاد غصہ میں آ گیا اور ہانی کو اپنی لاٹھی سے مارا۔ ہانی نے تلوار نکال لی اور ابن زیاد کے سر پر ایک سخت وار کیا۔ وہ سر پر لوہے کی خود پہنے ہوئے تھا۔ تلوار سے خود کٹ کر سر پر سخت ضرب لگی۔ معقل دونوں کے درمیان آ گیا تو ہانی نے اسے دو ٹکڑے کر دیا ابن زیاد چلایا۔'' لوگو! اسے پکڑو!''۔ ہانی دائیں بائیں سے حملے کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے۔'' تم پر افسوس۔ اگر میرا صرف ایک قدم بھی آل رسولؐ کے فرد واحد کی طرف بڑھ رہا ہو تو بھی پیچھے نہیں بیٹھوں گا''۔

۲۵ معلونوں کو فی النار کیا لیکن اور بہت سے لوگوں نے انہیں گھیر لیا اور ان پر حملہ آور ہوئے۔ انہیں قید کر کے ابن زیاد کے سامنے لائے۔ ابن زیاد نے ایک آہنی گرز ہانی کے سر پر مارا اور انہیں ایک تاریک قید خانے میں ڈال دیا۔

ہانی کے طرفداروں کا دفاع

مذحج والوں میں سے ایک شخص نے یہ صدا بلند کی کہ ہانی کو قتل کیا جا رہا ہے۔ عمرو بن حجاج دیناری چار ہزار سواروں کے ہمراہ آ گئے۔ دارالامارہ کو گھیر لیا اور صدا بلند کرتے تھے۔'' اے زیاد کے بیٹے! تو ہمارے دوست کو قتل کرتا ہے۔ جبکہ وہ نہ تو باغی ہے اور نہ اور لوگوں سے الگ ہے۔ اس کے بعد آواز دی۔'' اے ہانی! اگر تم زندہ ہو تو ہمیں آواز دو کہ تیرے چچازاد بھائی اور تیری مذحج برادری کے لوگ پہنچ گئے ہیں تاکہ تیرے دُشمن کو ہلاک کر دیں''۔

جس وقت ابن زیاد نے ان کی یہ باتیں سنیں تو شریح قاضی سے کہنا لگا۔ '' ان لوگوں سے جا کر کہہ دو کہ ان کا دوست زندہ ہے اور امیر ان سے کچھ راز کی باتوں میں مصروف ہے۔ فارغ ہو کر تمہارا دوست تمہارے پاس پہنچ جائے گا''۔

جب ہانی کے ان مددگاروں نے یہ کلام سنا تو یہ کہتے ہوئے واپس پلٹ گئے کہ الحمدللہ ہانی خیریت سے ہے۔

جناب ہانی کے قتل کے بعد جناب مسلم بن عقیلؑ

جب مسلم بن عقیلؑ کو جناب ہانی کے قتل ہو جانے کا علم ہوا تو ہانی کے گھر سے باہر نکل گئے اور جس راستے سے آئے تھے اسی راستے سے شہر کوفہ سے باہر علاقہ حیرہ'' میں پہنچ کر ادھر ادھر پھرنے لگے۔ ایک بلند عمارت کے نزدیک جو بڑی سڑک پر واقع تھی ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ مسلم ٹھہر گئے اور اس کی طرف دیکھا۔ اس عورت نے کہا۔ تم کسی غیر کے در پر کیوں اس طرح کھڑے ہو؟'' جناب مسلمؑ نے کہا۔ ''خدا کی قسم! میرے دل میں کوئی برا خیال نہیں ہے۔ محض اتنا چاہتا ہوں کہ صرف آج شام تک مجھے اس گھر میں پناہ مل جائے۔ رات کی تاریکی میں کہیں چلا جاؤں گا۔'' عورت نے کہا۔ ''تم ہو کون؟'' جناب مسلمؑ فرمانے لگے۔ ''میں مسلم بن عقیلؑ ہوں۔ کہ لوگوں نے مجھے رسوا کر دیا ہے اور مجھے مارنے کے در پے ہیں''۔ وہ عورت انہیں پہچان گئی۔ کہنے لگی۔ ''آیئے! سر آنکھوں پر۔ خدا کی قسم! میں آپ کی حفاظت کروں گی''۔ وہ جناب مسلمؑ کو گھر کے اندر کوٹھڑی میں لے آئی۔ انہیں کھانا اور پانی دیا۔ لیکن جناب مسلمؑ نے سوائے پانی کے کچھ نہ کھایا۔

جب رات کی سیاہی نمایاں ہوگئی تو جناب مسلمؑ نے وہاں سے نکل جانا چاہا۔ عین اس وقت اس عورت کا بیٹا جو ابن زیاد کی فوج میں ملازم تھا۔ گھر پہنچ گیا۔ اپنی ماں کو دیکھا کہ وہ خلاف معمول اس کوٹھڑی میں کبھی جاتی ہے اور کبھی باہر آتی ہے۔ بیٹے نے پوچھا۔ ''ماں تم اس کوٹھڑی میں اتنی زیادہ کیوں آ اور جا رہی ہو؟'' ماں نے کہا'' ایسے سوال مت پوچھ''۔ بیٹے نے اصرار کیا کہ بتا کیا بات ہے؟ تب ماں نے کہا۔ ''پہلے وعدہ کرو کہ یہ راز کسی سے نہ کہو گے؟'' اس نے کہا۔ ''نہیں کہوں گا''۔ بیٹے سے وعدہ لینے کے بعد کہنے لگی۔ ''مسلم بن عقیلؑ ہیں۔ لوگوں نے ان پر حملہ کیا ہے اور انہیں کمزور کر دیا ہے۔ میں نے انہیں اس لیے پناہ دی ہے کہ لوگ ان کا پیچھا کرنے سے باز آ جائیں۔ بیٹا! اب تم اس (اخفاء راز) کی امانت میں خیانت نہ کرنا''۔ یہ ملعون خاموش ہو گیا اور رات کو سو گیا۔

جناب مسلمؑ کی زندگی کی آخری رات

صبح جب جناب مسلمؑ بیدار ہوئے تو دیکھا کہ سرہانے وہ خاتون ہاتھ میں پانی کا برتن لیے کھڑی ہے۔ پانی جناب مسلمؑ کو دے کر کہنے لگی۔ ''مرے آقا! میں دیکھ رہی ہوں کہ رات آپ نے جاگ کر بسر کی ہے''۔ جناب مسلمؑ نے کہا۔ ''نیند بہت کم آئی۔ رات خواب میں اپنے جد امیر المومنین علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے دیکھا ہے کہ جلدی کرو! جلدی کرو! میرا گمان ہے کہ اب میری زندگی کی چند گھڑیاں باقی رہ گئی ہیں''۔

جناب مسلمؑ کی موجودگی کی اطلاع ابن زیاد کو

علی الصبح اس عورت کا بیٹا دار الامارہ جا پہنچا اور چلانا شروع کر دیا۔ ''مرے پاس ایک ضروری خبر ہے!'' اس کے باپ نے پوچھا۔ ''ایسی کیا خبر ہے تیرے پاس؟'' بیٹا بولا۔ ''میری ماں نے دشمن کو چھپا رکھا ہے''۔ باپ بولا۔ ''کون دشمن؟'' بیٹا بولا۔ ''مسلم بن عقیلؑ ہمارے گھر میں ہیں''۔

ابن زیاد نے یہ باتیں سن لیں۔ لڑکے کے باپ سے پوچھنے لگا۔ ''یہ لڑکا کیا کہتا ہے؟''۔ باپ نے بتلایا۔ ''یہ کہتا ہے کہ مسلم ہمارے گھر میں ہیں''۔ ابن زیاد اٹھا۔ سونے کا ہار اس لڑکے کے گلے میں ڈالا' چاندی کا تاج اس کے سر پر رکھا اور ایک تیز رفتار گھوڑا دیا۔ محمد اشعث کو بلوا کر اسے پانچ سو سوار دے کر کہا کہ اس کے ہمراہ جاؤ اور مسلم بن عقیلؑ کو قتل کر دو یا گرفتار کر کے میرے پاس لے آؤ۔

جناب مسلمؑ کی جنگ اور ان کی معجزانہ بہادری

یہ لوگ اس عورت کے گھر کے باہر پہنچ گئے۔ جب اس خاتون نے گھوڑوں کی ٹاپوں اور ان فوجیوں کا شور سنا تو حضرت مسلمؑ کو خبر دی۔ حضرت مسلم فرمانے لگے۔

''یہ لوگ میرے تعاقب کے لیے آئے ہیں۔ میری تلوار مجھے لا دو''۔

آپ نے زرہ زیب تن کی۔ کمر بند باندھا اور تلوار لے کر دُشمن کے مقابلے کو تیار ہو گئے۔ اس عورت نے کہا۔ ''اے میرے آقا! میں دیکھتی ہوں کہ آپ نے مرنے پر کمر باندھ لی ہے''۔ جناب مسلمؑ فرمانے لگے۔ ''ہاں! اب اس کے سوا کوئی اور راستہ بھی نہیں''۔

جناب مسلمؑ نے نہایت دلیری سے دروازہ کھولا اور باہر آ کر دُشمن کے سامنے ڈٹ گئے۔ شدید جنگ کی۔ ایک سو اسی سواروں کو فی النار کیا۔ باقی فوج وہاں سے بھاگ گئی۔

محمد بن اشعث نے جناب مسلمؑ کی یہ شجاعت دیکھی تو کسی شخص کو ابن زیاد کے پاس کہلا بھیجا کہ ہمارے لیے کمک بھیج۔ ابن زیاد نے مزید پانچ سو سوار بھجوائے۔

دوبارہ جناب مسلمؑ نے مقابلہ کیا اور بہت سوں کو ہلاک کر دیا۔ اشعث نے پھر ابن زیاد کو کہلوایا کہ مزید کمک چاہئے۔ ابن زیاد نے جواباً اشعث کو کہلوایا۔ ''تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے اور تیری قوم تجھے زندہ چھوڑے۔ ایک نفر اتنے زیادہ لوگوں کو ہلاک کر رہا ہے؟ اگر تجھے ان کے مقابلے میں بھیجا جائے جو اس ایک نفر سے زیاد طاقتور اور دلیر ہے یعنی امام حسینؑ تو تیرا کیا حشر ہوگا؟''۔

ابن اشعث نے جواب میں اسے کہا۔ ''تو یہ سمجھتا ہے کہ مجھے کسی کوفہ کے کنجڑے یا حیرہ کے کسی کسان کے مقابلے میں بھیجا ہے۔ تو نہیں جانتا۔ میں ایک بہادر شیر اور پیغمبرؐ کے خاندان کے ایک صاحب شمشیر کے مقابلے پر ہوں۔

ابن زیاد نے پانچ سو سوار مزید روانہ کرتے ہوئے کہا۔ ''تم پر وائے ہو۔ اس کو امان کا پیغام دو ورنہ وہ سب کو برباد کر دے گا''۔ چنانچہ اشعث کی فوج نے چلانا شروع کر دیا۔ ''اے مسلمؑ! ہم تمہیں امان دیتے ہیں''۔ جناب مسلمؑ نے فرمایا ''اے دشمنان خدا اور رسولؐ! تم لوگوں کے لیے میرے پاس کوئی امان نہیں''۔ اس کے بعد شدید جنگ کی۔ اس دوران جناب مسلمؑ کے مقابلے میں بکر بن حمران آ گیا۔ جناب مسلمؑ نے اسے قتل کر دیا۔

اس کے بعد لوگوں نے اپنے گھروں کی چھت پر چڑھ کر جناب مسلمؑ پر آگ پھینکنا شروع کردی۔ جناب مسلمؑ یہ دیکھ کر کھلی جگہ میں نکل آئے اور یہ اشعار پڑھنے لگے۔

"مجھے اپنا عہد یاد ہے میں آزاد مرد کے علاوہ کسی اور کو ہلاک نہ کروں گا چاہے کیسی ہی بری موت سے مارا جاؤں۔ مجھے یہ بھی خوف ہے کہ یہ لوگ مجھ سے دھوکہ اور حیلہ سازی کریں گے۔ لیکن میں تم پر ضرب پر ضرب لگاؤں گا۔ مجھے نہ کوئی خوف اور نہ کوئی خطرہ ہے۔ ایسا ہوں کہ جو کبھی راہ فرار اختیار نہیں کرتا۔ ہر دھوکہ باز جلدی ہی اپنا حشر دیکھ لے گا اور اپنے اس دھوکے کے ساتھ واصل جہنم ہوگا"۔

یہ اشعار پڑھ کر دُشمن پر شدید حملہ کیا اور بڑی بے جگری سے جنگ کی اور بہت سے دُشمنوں کو فی النار کیا۔

دُشمن کی ایک عیارانہ چال

ایک معلون سپاہیوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ "میں اس (جناب مسلمؑ) کے لیے ایسا جال ڈال رہا ہوں کہ اس سے باہر نکلنا ممکن نہ ہوگا"۔ پوچھا وہ کیسے؟ کہا کہ اس راستے میں ایک گڑھا کھود کر اسے گھاس سے پر کرتے ہیں۔ جب وہ حملہ کریں گے تو ہم پیچھے ہٹ جائیں گے۔ وہ آگے بڑھ کر اس میں گر جائیں گے۔ میرا گمان ہے کہ وہ اس سے نکل نہیں سکیں گے۔ چنانچہ انہوں نے یہی چال چلی اور حضرت مسلمؑ کو اس حیلہ سازی کی اطلاع نہ ہو سکی۔ اس کے بعد وہ جناب مسلم پر حملہ آور ہوئے۔ حضرت مسلمؑ نے بھی جوابی حملہ کیا۔ وہ ان کے سامنے سے پیچھے کی طرف بھاگے اور حضرت مسلمؑ اس گڑھے میں گر پڑے۔ چنانچہ چاروں طرف سے گھیر کر انہیں گڑھے سے نکال لیا۔ ابن اشعث ملعون نے جناب مسلمؑ کے چہرہ پر تلوار سے ایسی ضرب لگائی کہ دندان مبارک شہید ہو گئے اور یہ لوگ انہیں گرفتار کر کے ابن زیاد کے سامنے لے گئے۔

جناب مسلمؑ ابن زیاد کے روبرو دارالامارہ میں

جب جناب مسلمؑ کو دارالامارہ میں لایا گیا تو ان کی نظر ایک پیالے پر پڑی

جو پانی سے بھرا تھا۔دوروز کی پیاس تھی۔دن میں جنگ میں اور رات کو عبادت خدا میں مصروف رہے۔جناب مسلمؑ نے ایک شخص سے کہا۔"مجھے ایک گھونٹ پانی دے دو۔اگر زندہ بچ گیا تو تمہیں اس کا معاوضہ دوں گا۔اگر مار دیا گیا تو پیغمبرؐ اس کا تدارک کردیں گے"۔اس شخص نے جناب مسلمؑ کو پانی دے دیا۔پیالہ ہونٹوں سے لگایا تھا کہ دندان مبارک اسی پیالے میں گر گئے۔جناب مسلمؑ نے پانی واپس کرتے ہوئے کہا کہ اب مجھے پانی کی ضرورت نہیں رہی"۔

اس کے بعد انہیں ابن زیاد ملعون کے پاس لے جایا گیا۔اس ملعون نے نہایت تکبر و غرور سے انہیں دیکھا تو جناب مسلمؑ نے کہا۔"سلام! اس پر ہو جو ہدایت کے راستے پر چل رہا ہو۔خداوند تعالیٰ کی اطاعت اختیار کئے ہوئے ہو اور آخرت کو پیش نظر رکھے"۔ابن زیاد یہ سن کر مسکرا دیا اس کے ایک محافظ نے جناب مسلم سے کہا۔"آپ نہیں دیکھتے کہ امیر آپ پر ہنس رہا ہے۔آپ نے یہ کیوں نہ کہا کہ اے امیر تجھ پر سلام ہو"۔

حضرت مسلمؑ نے جواب دیا۔"خدا کی قسم! میں سوائے حسین علیہ السلام کے کسی کو اپنا امیر نہیں جانتا۔ابن زیاد کو امیر کہہ کر وہ سلام کرے جو اس سے ڈرتا ہو"۔

ابن زیاد بولا۔"سلام کرو یا نہ کرو۔اس سے فرق نہیں پڑتا۔آج آپ کی موت یقینی ہے"۔جناب مسلمؑ نے کہا۔"اگر مجھے قتل کرنے کا فیصلہ کر ہی لیا ہے تو اہل قریش میں سے کسی شخص کو میرے پاس بھیجو کہ میں اپنی وصیت کر سکوں"۔یہ سن کر عمر سعد اٹھ کر ان کے پاس آیا۔

حضرت مسلمؑ کی وصیت

میری پہلی وصیت یہ ہے کہ خدا لاشریک ہے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور پیغمبر ہیں اور علی علیہ السلام خدا کے ولی ہیں۔

دوسری وصیت یہ ہے کہ میری یہ زرہ فروخت کر کے ایک ہزار درہم میرا اس شہر والوں کو قرضہ ہے وہ ادا کر دیا جائے۔

تیسری وصیت۔میرے آقا حسین علیہ السلام کو یہ خط لکھ دیں کہ وہ وطن

واپس چلے جائیں کیونکہ مجھے خبر ملی ہے کہ وہ عورتوں اور بچوں کے ساتھ اپنا وطن چھوڑ چکے ہیں ۔ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ بھی میری طرح مصیبت میں گرفتار نہ ہو جائیں۔

عمر سعد نے کہا۔ "آپ کی خدا اور رسول کی شہادتوں کے ہم گواہ ہیں۔ دوسرے زرہ فروخت کر کے قرضہ ادائیگی کا ہمیں اختیار ہے۔ اس پر چاہیں گے تو عمل کریں گے ورنہ نہیں۔ البتہ حسین کو ہمارے پاس آنا چاہئے۔ تا کہ ہم انہیں ستا ستا کر ماریں اور موت کا مزا چکھائیں"۔ اس نے ابن زیاد کے سامنے جناب مسلمؑ کی وصیتیں بیان کیں۔ ابن زید بولا۔ "خدا تجھے برباد کرے۔ خوب راز داری میں امانت کا ثبوت دیا ہے۔ خدا کی قسم اگر ان کا ایسا راز میرے پاس ہوتو میں ہر گز اس کا اظہار نہ کروں اور ان کی ساری خواہشیں پوری کروں جبکہ تم نے جناب مسلمؑ کی وصیت کو اس طریقہ سے ظاہر کیا ہے۔ کہ اب سوائے تمہارے حسینؑ سے جنگ کے لیے اور کوئی نہ جائے گا۔"

شہادت حضرت مسلمؑ

اس کے بعد ابن زیاد نے یہ حکم دیا کہ جناب مسلمؑ کو دار الامارہ کی چھت پر لے جا کر زمین پر گرا دو۔ جب انہیں چھت پر لے گئے تو آپ نے فرمایا کہ مجھے دو رکعت نماز کی مہلت دے دو۔ اس کے بعد جو چاہو کرنا۔ جلاد نے کہا۔ یہ نہیں ہوسکتا جناب مسلمؑ پر گریہ طاری ہو گیا اور وہ یہ اشعار پڑھنے لگے۔

"خدایا! اس ظلم کے بدلے میں ان ملعونوں کو بدترین لوگوں والی سزا دے۔ بلکہ سب سے زیادہ نافرمان اور سرکشوں والی سزا کہ انہوں نے ہمارا حق غصب کیا ہے اور ہمارے خلاف جنگ کی ہے ان کا مقصد صرف اور صرف ہمیں ذلیل ورسوا کرنے کے علاوہ کچھ اور نہیں ہے۔ ہم پر حملے کرتے ہیں۔ قتل کرتے ہیں اور ہمارے حق اور خون کا لحاظ نہیں کرتے۔ ہم رسولؐ خدا کی اولاد ہیں کہ مخلوق میں ہماری مثال نہیں۔ پیغمبری کہ تیرے مذہب کا ایک بڑا رکن ہے برباد ہونے والی نہیں۔ (اے ابن زیاد) قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تمہارا اتنا بڑا لشکر نہ ہوتا تو آل

مذحج اوران کے سوار تم پر سبقت لے جاتے''۔

یہ سن کر ابن زیاد ملعون چلایا۔ ''وائے ہو تجھ پر۔ انہیں فوراً نیچے گرا دو''۔ چنانچہ جناب مسلمؑ کو سر کے بل محل کے نیچے گرادیا گیا اوران کی شہادت ہوگئی۔

جناب ہانی کی شہادت اور اہل مذحج کا دفاع

اس کے بعد ہانی بن عروہ کو باہر لا کر قتل کر دیا گیا۔ جب یہ خبر مذحج کے لوگوں کو ملی تو انہوں نے آ کر ابن زیاد سے شدید جنگ کی۔ ابن زیاد کے حکم کے مطابق جناب مسلمؑ اور جناب ہانی کی لاشوں کو کوفے کے بازاروں میں کھینچتے پھرتے تھے۔ مذحج والوں نے لڑ کر دونوں لاشوں کو قبضہ میں لے لیا۔ دونوں کو غسل وکفن دیا۔ نماز جنازہ پڑھی اور دفن کر دیا۔

عبداللہ بن زبیر کہتے ہیں کہ مشہور شاعر فرزدق نے جناب مسلمؑ اور ہانی کی شہادت پر یہ مرثیہ پڑھا۔

''اگر تو موت سے واقف نہیں تو مسلم اور ہانی کو بازار میں جا کر دیکھ!۔ ایک بہادر جس کے جسم کو تلواروں نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ دوسرا چھت سے گرایا گیا۔

ایک مردود کی ہدایت پر ان کو ایسے بری طرح مارا گیا ہے۔ یہ واقعہ سب کے لیے باعث عبرت ہے۔ ان کے جسموں کو دیکھو۔ موت نے ان کے جسموں کو پامال کر دیا ہے۔ جس کا خون بہت تیزی سے جسموں سے بہا ہے۔ وہ ایک ایسا جوان تھا جو لڑکیوں سے زیادہ باحیا اور دودھاری تلوار سے زیادہ تیز تھا۔ اہل مراد (قبیلہ) ان کا طواف کر رہے ہیں۔ کیونکہ ان سب کی ان دونوں سے دوستی ہے۔ وہ سوال کرنے والے ہیں یا سراپا سوال ہیں۔ کیا قاطران کے لوگ ابھی آرام سے اپنی سواریوں پر سوار ہوا چاہتے ہیں کہ اہل مذحج نے اپنے مقتول کے بدلے کا مطالبہ بھی کر دیا ہے۔ اگر تم اپنے دوست ہانی کی لاش نہیں مانگتے تو یہ ظلم ہوگا کہ آپ اس کے علاوہ کسی اور کم چیز لینے پر رضامند ہو گئے ہیں''۔

جس وقت یہ مرثیہ اہل مذحج نے سنا۔ کہنے لگے۔ ''خدا کی قسم! اسماء بن

خارجہ ہمارے نزدیک ہمارے دوست ہانی سے زیادہ اہم تھا۔ہم نے ہانی کے خون کا مطالبہ محمد بن اشعث سے کیا ہے۔لیکن حقیقتاً ان کا قتل اس کے ہاتھ سے بادشاہ کے حکم پر ہوا ہے''۔

ابن زیاد کا یزید کو کوفہ کے حالات پر مُطلع کرنا

جب ابن زیادہ جناب مسلمؑ اور جناب ہانی کو شہید کر چکا تو ان دونوں کے سر یزید کو اس خط کے ساتھ بھیجے۔

''اس خدا کی تعریف ہے کہ جس نے خلیفہ کو اس کا حق دلوایا اور اس کے دُشمن کے لیے کافی ہوگیا۔اے خلیفہ! آپ مطلع ہوں کہ مسلمؑ ہانی کے پاس آئے تھے۔ان دونوں کو میں نے اپنے جال میں پھنسا کر قتل کر دیا ہے اور ان دونوں کے سر آپ کے لیے بھیج رہا ہوں۔

ابن زیاد کو یزید کا جواب

جس وقت یزید کو ابن زیاد کا خط ملا تو بہت خوش ہوا اور یہ خط لکھا۔

''میں تم کو اپنے لیے سب سے قریبی دوست سمجھتا ہوں۔مجھے اپنی جان کی قسم۔تو نے بہت اچھا کام کیا اور مجھے میرے ایک دُشمن سے چھٹکارہ دلوادیا۔اور یہ کام تم نے شیر کی سی دلیری سے سرانجام دیا ہے۔جو دو ایلچی تو نے میرے پاس بھیجے ہیں۔جیسا کہ تم نے لکھا ہے ویسے ہی تا۔ان دونوں ایلچیوں کے ساتھ نیکی سے پیش آنا۔

مجھے یہ خبر ملی ہے کہ حسین عراق کی طرف آرہے ہیں۔ان کے لیے کوئی جال بچھاؤ اور ہر روز مجھے ان کی خبر دیتے رہو''۔

محمد بن اشعث نے جناب مسلمؑ کی تلوار اور زرہ ہاتھوں میں تھامی ہوئی تھیں۔عبداللہ اس کی نسبت یہ اشعار گنگنا رہا تھا۔

''مسلمؑ کو تم نے تنہا چھوڑ دیا ہے۔کیونکہ مسلمؑ کے مقابلے میں مرنے کی تجھ میں ہمت نہیں اہل بیت پیغمبرؐ کے ایلچی کو تو نے قتل کیا ہے اور اب ان کی تلوار اور

زرہ کو ہاتھ میں لیے ہوئے ہے۔ اگر تو بنی اسد کے لوگوں میں سے ہوتا تو ان کی قدرو منزلت جانتا۔ اور ایسے میں پیغمبر کو قیامت میں اپنا شفیع بناتا"۔

امام حسین علیہ السلام کی مدینہ واپسی۔ مدینہ کے کوفہ جیسے حالات

جب جناب مسلمؑ اور ہانی کو شہید کر چکے اور امام حسین علیہ السلام کو ان کی کوئی خبر نہ ملی تو امام حسین علیہ السلام کو سخت پریشانی ہوئی۔ امام حسینؑ نے اپنے اہل خاندان کو جمع کیا اور ان کو اپنی پریشانی سے آگاہ کیا اور مدینہ واپسی کا حکم دیا۔ لہٰذا سب لوگ مدینہ واپس آ گئے۔

امام حسین علیہ السلام کا خواب

حضرت امام حسین علیہ السلام پیغمبر خداؐ کی قبر پر آ کر بغلگیر ہو گئے اور بہت روئے۔ اس دوران آپ کی آنکھ لگ گئی۔ خواب میں اپنے جد کو دیکھا جو فرماتے تھے۔ "بیٹا جلدی کرو! جلدی سے میرے پاس پہنچ جاؤ۔ میں تمہارا بہت مشتاق ہوں"۔

حضرت امام حسین علیہ السلام پریشانی کے عالم میں اپنے جد سے ملاقات کا شوق لیے ہوئے بیدار ہوئے۔

امام حسین علیہ السلام کی اپنے بھائی محمد بن حنفیہ سے گفتگو

امام حسین علیہ السلام محمد بن حنفیہ کے پاس آئے اور انہیں اپنے ارادے سے آگاہ کیا اور کہا۔ "میرا عراق جانے کا ارادہ ہے اور میں اپنے چچازاد بھائی مسلمؑ کے لیے بہت پریشان ہوں"۔

محمد حنفیہ نے کہا۔ "میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ آپ ان لوگوں کے پاس نہ جائیں جنہوں نے آپ کے بابا کو قتل کر دیا اور آپ کے بھائی سے چالبازی کی۔ اپنے جد کی قبر کے پاس رہیں۔ اگر ایسا نہیں کرتے تو خداوند تعالیٰ کے حرم (مکہ) چلے جائیں۔ وہاں آپ کے بہت ہمدرد دوست ہیں"۔ آپ نے فرمایا۔ "عراق جانے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں ہے۔"

محمد حنفیہ نے کہا۔ ''یہ میرے لیے بہت صدمہ کی بات ہے''۔اس کے بعد رو کر کہنے لگے۔ ''مجھ میں اب نیزہ وتلوار پکڑنے کی طاقت نہیں رہی۔ میں آپ کے بعد راحت سے نہیں رہوں گا''۔ یہ کہہ کر امام حسین علیہ السلام کو اس طرح الوداعی کلمات کہے۔ ''اے شہید مظلوم! تجھے خدا کے سپرد کرتا ہوں''۔

امام حسین علیہ السلام ہشام اور عبداللہ بن عباس کی گفتگو

ہشام وعبداللہ بن عباس حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے۔ابن عباس کہنے لگے۔ ''اے میرے برادر عم! مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کا عراق جانے کا ارادہ ہے؟''۔آپ نے فرمایا۔ ''ہاں ایسا ہی ارادہ ہے''۔ابن عباس نے کہا۔ ''اے برادر عم! آپ ایسے لوگوں کے پاس جا رہے ہیں جنہوں نے آپ کے والد کو شہید کیا اور بھائی سے دغابازی کی۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ آپ کے ساتھ دغابازی کریں گے۔ میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ یہاں سے نہ جائیں''۔لیکن امام حسین علیہ السلام ان کی اس بات پر رضامند نہ ہوئے۔

عبداللہ بن زبیر کی امام حسین علیہ السلام سے گفتگو

عبداللہ بن زبیر امام حسین علیہ السلام کے پاس آیا اور ان سے کچھ دیر تک یوں گفتگو کرتا رہا۔ ''میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ ہم نے اس خلافت کے منصب پر غیروں کو قبضہ کرنے کی اجازت کیوں دی ہے؟''۔امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ ''اہل کوفہ کے بزرگوں اور شیعوں نے مجھے خط لکھ کر وہاں آنے کی درخواست کی ہے''۔ یہ سن کر عبداللہ بن زبیر وہاں سے چلا گیا۔

عبداللہ بن عباس کی دوسری بار گفتگو

اگلے روز عبداللہ بن عباس دوبارہ آئے اور عرض کی۔ ''آپ سے برائے خدا یہ درخواست ہے کہ اگر حتماً سفر کا ارادہ کر ہی لیا ہے تو حجاز یا یمن کی طرف چلے جائیں کہ وہاں پر قلعے اور محفوظ درے موجود ہیں''۔لیکن امام حسین علیہ السلام نے

منظور نہ کیا۔ ابن عباس نے کہا۔ "خدا کی قسم! اگر مجھے یہ یقین ہو جائے کہ آپ میری بات مان جائیں گے تو میں آپ کی اس وقت تک حفاظت کروں گا جب تک خداوند تعالیٰ لوگوں کو ہمارے ساتھ متحد کر دے"۔ حضرت نے فرمایا۔ "خدا تمہیں جزائے خیر دے۔ تم نیک باتیں کہنے والے ہو"۔

ابن عباس اور ابن زبیر کی باہم گفتگو

ابن عباس امام حسین علیہ السلام کے پاس اٹھ کر ابن زبیر کے پاس گئے۔ وہاں سے گزر رہا تھا۔ ابن عباس نے کہا۔ "اے زبیر کے بیٹے! میرے آقا امام حسین علیہ السلام کے یہاں سے عراق کی طرف جانے کے بعد خدا نے تیری نظر کو تیز کر دیا ہے اور اب تیرے لیے حجاز خالی ہو جائے گا"۔ پھر یہ اشعار پڑھے۔

"ابابیل کی طرح تو آبادی میں موجود ہے لیکن تمام فضا تیرے لیے خالی ہوگئی ہے۔ خوب تخم سازی کر جتنی جگہ کی تجھے ضرورت ہے اسے حاصل کر لے (یعنی اپنے لیے فضا ہموار کر لے) کہ شکاری تجھ سے دور چلا گیا ہے۔ تمہارے لیے خوشخبری ہے کہ حسینؑ جو یزید بدکار پر فتح پانے کی امید میں خروج کر گئے ہیں ان کے بعد تجھے اب کس کا خوف ہے"۔

۶۱ھ۔ مدینہ سے کوفہ امام حسین علیہ السلام کا آغاز سفر اور کوفہ سے ابن زیاد کے لشکر کی روانگی

امام حسین علیہ السلام مدینہ سے روانہ ہوئے اور "ذات عرق" پہنچ گئے۔ ابن زیاد نے حصین بن نمیر کو بلوا کر اس کے ہمراہ چار ہزار سوار روانہ کیے۔ وہ قطقطانیہ کے نزدیک "قادسیہ" جا کر خیمہ زن ہو گئے۔ اس کے بعد امام حسین علیہ السلام حاجز (بطن الرملہ) کے علاقے میں پہنچ گئے۔

امام حسین علیہ السلام کا خط کوفہ والوں کے نام

امام حسین علیہ السلام نے یہ خط قیس بن مسہر صیداوی کو کوفہ لے جانے کے

لیے دیا۔ مجھے مسلم بن عقیلؑ کی طرف سے ایک خط ملا تھا جس میں نیک نیتی سے میری مدد کرنے کے لیے آپ لوگوں کی آمادگی کا اظہار تھا۔ میں اپنے اور آپ کے لیے خدا سے انجام بخیر ہونے کا طالب۔ میں اپنے خاندان اور دوستوں کے ہمراہ آپ کی طرف آرہا ہوں۔ جونہی میرا یہ خط ملے اپنا ارادہ مجھے لکھ بھیجیں۔ والسلام۔

امام حسین علیہ السلام کے ایلچی کی گرفتاری اور شہادت

قیس بن مسہر صیداوی خط لے کر کوفہ روانہ ہوگئے۔ جونہی قادسیہ پہنچے ،حصین بن نمیر نے انہیں گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس پہنچوادیا۔ ابن زیاد ملعون نے قیس کو کہا کہ تم منبر پر جا کر کاذب کے بیٹے کاذب (معاذ اللہ امام حسینؑ) کی بدگوئی بیان کرو۔

قیس منبر پر گئے۔ خدا کی حمد وثناء اور پیغمبرؐ پر درود بھیج کر کہا۔ ''اے لوگو! میں امام حسینؑ سے مقام حاجز (بطن الرملہ) پر الگ ہوا ہوں۔ انہوں نے مجھے بطور ایلچی آپ کی طرف بھیجا ہے۔ لہٰذا آپ لوگ انہیں خوش آمدید کہیں''۔ اس کے بعد یزید اور ابن زیاد پر لعنت کی اور امام حسینؑ ان کے جد اور پدر بزرگوار پر درود بھیجا۔ ابن۔ زیاد نے اسے محل کی چھت سے گرادینے کا حکم دیا۔ چنانچہ اسے چھت پر لے جا کر گرادیا گیا اور اس کا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔ خداوند تعالیٰ کی رحمت اس کی پاک روح کے ساتھ ہو۔

جناب مسلمؑ کی شہادت کی خبر

عدی بن حرملہ عبدرب کے حوالے سے نقل کرتا ہے کہ ہم مکہ معظمہ میں مناسک حج ادا کرنے میں مصروف تھے۔ ہمارا ارادہ اس کے بعد امام حسین علیہ السلام سے ملنے کا تھا۔ چنانچہ ہم آپ کے پاس پہنچ گئے اور ان سے کہا اے ابا عبداللہ ان دو سواروں کو آپ دیکھتے ہیں۔ فرمایا۔ ہاں۔ عرض کی۔ یہ دونوں وثوق سے کہتے ہیں کہ ہمارے کوفہ سے روانہ ہونے سے پہلے مسلم بن عقیلؑ اور ہانی بن عروہ کو شہید کر دیا گیا تھا اور ان کے سر گلی کوچوں میں پھرائے جا رہے تے۔ امام

نے اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر کہا۔ خدا ان دونوں پر اپنی رحمت اور بخشش کرے۔ ہم نے عرض کیا۔ اے ابا عبداللہ! آپ کو خدا کا واسطہ دیتے ہیں کہ آپ اسی جگہ سے واپس ہو جائیں کیونکہ کوفہ میں آپ کا کوئی یار و مددگار موجود نہیں۔ حضرت نے فرمایا۔ ان دلیروں کے مرنے کے بعد زندگی میں کوئی لطف باقی نہیں رہا۔ ہمیں اس بات سے اندازہ ہوا کہ امامؑ آگے جانے کے لیے تیار ہیں۔ چنانچہ وہ رات وہیں پر رہے۔ علی الصبح امامؑ نے اپنے جوانوں سے کہا کہ زیادہ مقدار میں پانی اپنے ساتھ لے لیں اور گھوڑوں کو بھی سیراب کر لیں۔ حکم کی تعمیل کی گئی۔

امام حسین علیہ السلام کا خطبہ اور اپنی شہادت کی خبر دینا

امام حسین علیہ السلام کے سفر کی ہر اگلی منزل میں ساتھیوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔ زبالہ کے مقام پر آپ نے قیام کیا اور ہمراہیوں کو خطاب کیا۔ خدا کی حمد اور رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنے کے بعد بلند آواز میں اس طرح کلام کرنا شروع کیا۔

''اے لوگو! میں نے تمہیں یہ کہہ کر اکٹھا کیا تھا کہ عراق کے لوگ میرے مطیع ہیں لیکن اب صحیح خبر ملی ہے کہ مسلم بن عقیلؑ اور ہانی بن عردہ قتل ہو چکے ہیں اور ہمارے شیعوں کو ذلیل و خوار کیا جا رہا ہے۔ لہٰذا ہر جوان جو نیزہ شمشیر کھا کر صبر کر سکے وہ ساتھ رہے ورنہ یہاں سے واپس چلا جائے۔ میں اس پر سے اپنا حق اٹھاتا ہوں۔

لشکر امامؑ میں کمی

یہ سن کر مجمع پر خاموشی طاری ہو گئی۔ کئی لوگ ایک ایک کر کے دائیں بائیں نکل گئے یہاں تک کہ صرف اپنے اہل بیت اور خاص دوست باقی رہ گئے۔ وہ سب یہ کہتے تھے۔ خدا کی قسم ہم کبھی بھی واپس نہیں پھریں گے۔ یا تو ان کے خون کا انتقام لیں گے یا خود موت کو گلے لگا لیں گے۔ یہ سب لوگ ستر (۷۰) سے کچھ زیادہ تھے جو مکہ سے حضرتؑ کے ساتھ چلے آ رہے تھے۔ کیونکہ وہ یہ سمجھتے تھے

کہ آپ نے اس عنوان کا خطبہ اس لیے دیا تھا کہ لوگ جان لیں کہ وہ کس مقصد کے لیے جا رہے ہیں۔ لوگ میرے اس لیے پیرو (فرمان بردار) بنے ہیں کہ عراق حضرت کا ہے اور اہل عراق ان کے مطیع ہیں۔ (اس خطبہ کے سننے کے بعد) وہی دوست ساتھ رہے جو یہ جانتے تھے کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے۔

عیسائی مرد اور عورت کا قبول اسلام

امام حسین علیہ السلام ثطبہ پر پہنچے تو وہاں قیام کیا۔ وہاں ایک عیسائی مرد۔ اور اس کی والدہ نے امام حسین علیہ السلام سے ملاقات کی اور اسلام قبول کیا۔

امام حسینؑ کے لشکر اور ابن زیاد کے لشکر کا آمنا سامنا

حضرت امام حسینؑ ثطبہ کے مقام پر خیمہ زن تھے کہ دور سے ایک اونچا عکس نظر آیا۔ اپنے اصحاب سے فرمایا۔ دیکھنا یہ سیاہی کیسی ہے؟ عرض کرنے لگے۔ ہم نہیں جانتے۔ فرمایا دوبارہ نظر دوڑاؤ۔ کہنے لگے۔ بہت سے گھوڑے ہماری جانب آ رہے ہیں۔ فرمایا۔ ''ہم اپنا راستہ بدل لیں''۔

جب ان آنے والوں نے ہمیں راستہ بدلتے دیکھا تو انہوں نے بھی اپنا رخ بدل دیا۔ دیکھا کہ ہزار گھڑ سوار ہیں جن کا سربراہ ''حر بن یزید ریاحی'' ہے۔

حر کے لشکر کے ساتھ امام حسین علیہ السلام برتاؤ

حر کا لشکر امام حسین علیہ السلام کے سامنے آ کر ٹھہر گیا اور درخواست کی۔

''اے ابا عبداللہ! ہمیں سیراب کیجئے۔ ہم پیاسے ہیں''۔

امامؑ نے فرمایا۔ ''ان سب کو اور ان کے گھوڑوں کو پوری طرح سیراب کرو''۔ تعمیل حکم کی گئی۔ علی بن طعان مجارلی کہتا ہے۔ میں حر کے لشکر کا آخری شخص تھا جس نے پانی پیا۔ امام حسین علیہ السلام نے مجھے دیکھا اور کہا'۔ اے بھائی کے بیٹے! اپنے اونٹ کو بٹھا لے اور مشک کا دہانہ کھول لے۔ پانی پی لے اور اپنے گھوڑے کو بھی پانی پلا۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔

امام حسین علیہ السلام کی حر کے لشکر سے گفتگو

حرامام حسین علیہ السلام کے ساتھ ساتھ رہا۔ یہاں تک کہ نماز کا وقت ہوگیا۔ دونوں لشکروں والوں نے امام حسین علیہ السلام کے پیچھے نماز ادا کی۔ اس کے بعد امام علیہ السلام بلند مقام پر کھڑے ہوئے۔ خدا کی حمد اور اپنے جد پر صلوات بھیج کر یوں فرمایا۔

"خداوند تعالیٰ کی نظر میں اور تم لوگوں کی نزدیک اس وقت تک کوئی ذمہ داری نہ تھی جب تک تمہارے خطوط مجھے نہ ملے۔ جن میں تم لوگوں نے لکھا تھا کہ آپ ہمارے پاس آئیں۔ آپ کا نفع ہمارا نفع ہے۔ اور آپ کا مخالف ہمارا مخالف (دُشمن) ہے اور آپ کے علاوہ ہمارا کوئی اور امام نہیں ہے۔ اب اگر میرا یہاں آنا آپ کو پسند نہیں تو میں واپس چلا جاتا ہوں اور جہاں چاہوں گا چلا جاؤں گا"۔

حر نے کہا۔ خدا کی قسم میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جنہوں نے آپ کو خط لکھا۔ حضرت نے عقبہ بن سمعان سے کہا۔ دو خواجیں جو خطوں سے بھری ہوئی ہیں لے آؤ۔ حضرت نے خطوط نکال کر ان لشکر والوں کو پڑھ کر سنائے۔ حر کہنے لگا۔

جن لوگوں کے یہ خط ہیں ان میں سے کسی کو نہیں جانتا۔ میں تو فقط اس امر کا پابند ہوں کہ آپ کو کوفہ پہنچائے بغیر آپ سے جدا نہ ہوں"۔ حضرت نے فرمایا اس سے پہلے تجھے موت آجائے گی"۔

امام حسین علیہ السلام کا واپسی کا آخری ارادہ

حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے سواروں کو واپسی کا حکم دیا لیکن حر کے لشکر نے آپ کا راستہ روک لیا۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ وائے ہو تم پر۔ تو چاہتا کیا ہے؟ حر نے پھر وہی دوہرایا کہ میں آپ سے اس وقت تک الگ نہ ہوں گا جب تک کوفہ نہ پہنچادوں۔ بہر حال کافی ردوکد کے بعد حر اس بات پر رضا

مند ہوا کہ نہ مدینہ جائیں اور نہ ہی کوفہ کی راہ لیں بلکہ اس کے درمیان کوئی تیسرا راستہ اختیار کریں تا کہ میں ابن زیاد کو خط لکھ سکوں کہ مجھے اس کام سے الگ کر دے۔ چنانچہ امام خود ایک راستے میں چل پڑے۔ حران کے ساتھ چلتا رہا اور کہتا تھا۔ ''اے اباعبداللہ! خدارا اپنی جان کی حفاظت کریں۔ خدا کی قسم اگر آپ نے جنگ کی تو آپ مارے جائیں گے''۔

حضرت نے فرمایا۔ تو مجھے موت سے ڈراتا ہے۔ پھر یہ اشعار زبان پر لائے۔

''میں پیش قدمی جاری رکھوں گا۔ موت بہادر آدمی کے لیے باعث ننگ و عار نہیں ہے۔ جب نیک نیتی اور پاک وصاف دل کے ساتھ خدا کی راہ میں نیک لوگوں کی مدد کے ساتھ اس لیے جنگ کی جائے کہ مردود و مجرم سے چھٹکارہ ملے گا۔ اگر زندہ رہ جاؤں تو کوئی پشیمانی نہ ہوگی اور اگر موت آ جائے تو کوئی ملامت نہ ہوگی۔ ذلت کی زندگی پر زندہ رہنے کے لیے تو ہی کافی ہے''۔

حر یہ اشعار سن کر ذرا فاصلے سے ہو کر چلنے لگا۔ یہاں تک کہ ''عذیب الهجابات'' کی منزل پر پہنچ گئے۔ یہاں پر چار نفر اطراف کوفہ سے خدمت امام میں آئے۔ ان کے نام نافع ابن ہلال مرادی۔ عمر وصیداوی۔ سعید بن ابو ذر غفاری اور عبیداللہ مذحجی بیان کئے گئے ہیں۔ ان کو دیکھ کر طرماح نے جو امام حسین علیہ السلام کا شتربان تھا، امام کے اونٹ کی باگ تھامی اور یہ اشعار پڑھے۔

''اے میرے شتر میرے ہانکنے پر ناراضگی کا اظہار نہ کر۔ صبح ہونے سے پہلے بہترین سوار کو بہترین منزل پر جلد پہنچا دے تا کہ تو نہایت عزت کے ساتھ اپنے مقام پر پہنچے (تیرے سوار) صاحب فضیلت اور کشادہ سینہ والے ہیں۔ خدا انہیں جزائے خیر دے۔ وہ امیر المومنینؑ کے پسر اور روز قیامت عذاب سے شفاعت کرنے والے کے فرزند ہیں۔ اے نفع ونقصان کے مالک خدا۔ میرے آقا حسین علیہ السلام کو فتح نصیب کر اور نسل سحر (ابوسفیان) اور ابن زیاد زنا کار ابن زنا کار کے مقابلے میں ان کی مدد فرما''۔

حر نے ان چار اصحاب حسین علیہ السلام کی آمد پر اعتراض کیا۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ کیا تو نے مجھ سے یہ وعدہ نہیں کیا ہے؟ کہ میرے اصحاب میں سے کسی پر معترض نہ ہوگا۔ یا تو اپنے عہد پر قائم رہ ورنہ میں تجھ سے جنگ کے لیے تیار ہوں۔ حر اس بات پر راضی ہو گیا۔

کوفہ سے آخری اطلاع

امام علیہ السلام نے ان چار اشخاص سے پوچھا کہ کوفہ کا کیا حال ہے؟ انہوں نے کہا۔ "اے فرزند رسولؐ! تمام شرفاء کوفہ کو مال و منال کے چکر میں جکڑ لیا گیا ہے۔ ان کے دل آپ کے ساتھ ہیں اور ان کی تلواریں آپ کے مخالف ہیں۔

آپ نے اپنے ایلچی قیس بن مسہر کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ حصین بن نمیر نے اسے گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس پہنچا دیا تھا اور اس نے شہید کر دیا۔ یہ سن کر امام رونے لگے اور یہ آیت تلاوت کی۔ **"فمنهم م قضىٰ نحبه ومنهم من ينتظر و مابدلو اتبديلاo"**

(سورۃ الاحزاب ۳۳۔ آیت ۲۳) (ترجمہ) "کچھ لوگ دُنیا سے جا چکے ہیں اور کچھ ابھی منتظر ہیں۔ یہ ہرگز نہ بدلیں گے"۔ اس کے بعد فرمایا۔ "خداوندا اس کا اور ہمارا مقام بہشت قرار دے اور ہمیں اپنی رحمت کے سایہ میں اکٹھا رکھ۔ یا خدائے ارحم الرحمین"۔

جاں نثاروں کی محفل میں غیر کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔

ایسے ہی منزلیں طے کرتے ہوئے امامؑ حر کے ساتھ ساتھ "قصر بنی مقاتل" تک پہنچ گئے۔ وہاں ایک خیمہ لگا ہوا دیکھ کر حضرت نے پوچھا۔ یہ خیمہ کس کا ہے؟ لوگوں نے کہا۔ ایک ڈاکو عبداللہ جعفی کا ہے۔ حضرت نے اسے اپنے پاس بلوایا اور کہا۔ کیا تم چاہتے ہو کہ تمہیں توبہ کا ایسا راستہ بتاؤں کہ تمہارے گناہ معاف ہو جائیں؟ اس نے کہا۔ وہ کونسا راستہ ہے اے فرزند پیغمبر؟ فرمایا۔ ہم اہل بیت کو دوست رکھ۔ کہا۔ میں کوفہ سے محض اس خوف کی وجہ سے نکلا ہوں کہ کہیں ابن زیاد

کے لشکر کے ساتھ آپ سے جنگ کرنی پڑ جائے ۔لہٰذا یہ گھوڑا لے لیں کہ اس پر جہاں کہیں تک میں نے آنا تھا آ گیا ہوں اور محفوظ ہو گیا ہوں ۔ یہ مرا نیزہ اور کاٹنے والی تلوار لے لیں اور مجھے یہیں چھوڑ دیں۔

حضرت نے فرمایا اگر تجھے ہم سے زیادہ اپنی جان پیاری ہے تو ہمیں تیرے مال کی ضرورت نہیں ۔اس کے بعد حضرت نے یہ آیت تلاوت کی۔ وما کنت متخذ المضلین عضداً (کہف ۱۸۔آیت ۵۱) یعنی ''گمراہوں کو میں اپنا مدد گار نہیں بناتا''۔میں نے اپنے جد رسول خداؐ سے سنا ہے کہ جو شخص ہم اہل بیت کی فریاد پر نہ آئے گا تو اللہ روز قیامت اسے جہنم میں ڈال دے گا۔

امام حسین علیہ السلام وہاں سے کوچ کر گئے لیکن عبداللہ جعفی اپنی کوتاہی پر پشیمان ہوا۔اپنے ہاتھ پر ہاتھ مار کر کہتا تھا۔''میں نے کون سا کام صحیح کیا ہے؟'' یہ اشعار پڑھتا تھا۔

''جب تک تو زندہ ہے یہ حسرت باقی رہے گی کہ مجھے اپنے سینہ (دل) اور گردن بچانے میں تردد ہے۔ حسینؑ جیسا مجھ ایسے سے اپنے شقی دشمن کے مقابلے میں مدد مانگتا ہے۔اس پر میری جان قربان ہو جائے۔افسوس کہ جس روز وہ مجھ سے جدا ہوئے اگر میں آپ پر اپنی جان قربان کر دیتا تو قیامت کے روز خلاصی پا جاتا۔ جنہوں نے امام حسین علیہ السلام کی مدد کی وہ نجات پا گئے ۔دوسرے جو منافق تھے وہ نقصان اٹھا گئے''۔

امام حسین علیہ السلام کا خواب

امام حسین علیہ السلام منزلیں طے کرتے رہے ۔ایک مقام پر آپ پر غنودگی طاری ہو گی۔ بیدار ہوئے تو فرمایا۔''انا للہ وانا الیہ راجعون''۔

آپ کے فرزند علی اکبر نے قریب آ کر عرض کی ۔بابا یہ استرجاع کے کلمات کیوں فرما رہے ہیں؟ خدا آپ کو ہر مصیبت سے بچائے''۔

حضرت نے فرمایا۔''بیٹا میں نے غنودگی کے عالم میں ایک سوار کو دیکھا جو کہہ رہا تھا۔اس قافلے والوں کے پیچھے پیچھے موت بھی جاری ہے''۔

بیٹے نے کہا ''بابا کیا ہم حق نہیں ہیں؟''۔
فرمایا۔ ''خدا کی قسم ہم حق پر ہیں''۔
عرض کی۔ ''اگر ایسا ہے تو پھر ہمیں کوئی خوف نہیں ہے''۔

ابن زیاد کا حر کے نام تہدیدی خط

علی الصبح نماز سے فارغ ہو کر حضرت جلد اپنے سفر پر روانہ ہونے لگے کہ ایک سوار کوفہ کی طرف سے وہاں پہنچا۔ لوگ اس کی جانب متوجہ ہوئے۔ اس نے آ کر حر کو سلام کیا اور امام کو سلام نہ کہا۔ حر سے کہنے لگا۔ یہ ابن زیاد کا خط ہے جس میں لکھا۔ ''جونہی میرا یہ خط تجھے ملے اسے پڑھتے ہی تو حسینؑ پر سختی اختیار کر۔ میرا ایلچی تم سے اس وقت تک الگ نہ ہوگا جب تک تو میرے اس حکم پر عمل نہ کرے گا''۔ حر نے یہ خط امام حسین علیہ السلام کو پڑھ کر سنا دیا۔

سرزمین کربلا۔ وادی عشق

دو لشکر قبل ازیں سرزمین کربلا پہنچ چکے تھے۔ وہ بدھ کا روز تھا۔ اس مقام پر امام حسین علیہ السلام کے گھوڑے کے قدم رک گئے۔ امام گھوڑے سے اتر آئے اور دوسرا گھوڑا بدلا۔ وہ بھی ایک قدم نہ بڑھا۔ اسی طرح امام نے یکے بعد دیگرے سات گھوڑے بدلے لیکن کوئی گھوڑا وہاں سے ایک قدم آگے نہ بڑھا۔

جب حضرت نے یہ دیکھا تو لوگوں سے پوچھا۔ ''اس جگہ کا نام کیا ہے؟''
لوگوں نے کہا۔ غاضریہ۔
فرمایا۔ ''اس کے علاوہ بھی کوئی نام ہے؟''۔
کہا۔ نینوا بھی کہتے ہیں۔
فرمایا ''کوئی اور نام؟''
کہا۔ ''شاطی الصراط''۔
پھر فرمایا۔ ''اس کے علاوہ بھی کسی اور نام سے پکارتے ہیں؟''۔
کہا۔ ''اسے کربلا بھی کہتے ہیں''۔

آپ نے ایک سرد آہ کھینچی اور فرمایا۔ ''کرب وبلاء''۔

کہا۔ ''اسے کربلا بھی کہتے ہیں''۔

پھر فرمایا۔ ''بس یہیں پر اتر جاؤ۔ یہی ہماری خواب گاہ ہے۔ اسی جگہ ہمارا خون بہے گا اور یہیں پر حرم کی حرمت پائمال ہوگی۔ اس جگہ ہمارے مرد مارے جائیں گے اور بچے ذبح کیے جائیں گے۔ یہیں پر ہماری قبریں ہوں گی اور لوگ زیارت کو آئیں گے۔ نانا کی قبر نے مجھ سے یہی وعدہ لیا تھا اور اس کے خلاف کچھ نہیں ہوگا''۔

داخلہ کربلا کے بعد پہلی گھڑیاں

امامؑ نے گھوڑے سے اتر کر۔ اشعار پڑھے۔

''اے دُنیا تیری دوستی پر صد افسوس! تیرا کیا اتار چڑھاؤ ہے۔ کتنے ہی طالبان حق مار دیئے جاتے ہیں لیکن زمانہ پھر بھی اپنے تغیر کو نہیں چھوڑتا۔ ہر زندہ (شخص) اپنے سفر پر رواں دواں ہے۔ کوچ کا وعدہ کتنا جلد آنے والا ہے۔ یہ تمام امور خدائے جلیل کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ میرا خدا ہر عیب سے پاک ہے اور بے مثل ہے''۔

امام سجاد علیہ السلام فرماتے ہیں۔ ''حضرت نے یہ اشعار اتنی مرتبہ بار بار دہرائے کہ مجھے حفظ ہو گئے۔ جب احساس حقارت ونفرت سے میرا دل گھٹنے لگا تو میں خاموش ہو گیا۔ جب میری پھوپھی زینب علیہ السلام نے یہ اشعار سنے تو رونے لگیں اور نہایت غم تشریف لائیں اور عرض کرنے لگیں۔ ''اے میرے بھائی! اے میری آنکھوں کے نور! کاش مجھے موت آجائے۔ اے تمام ماسلف (انبیاء اور اوصیاء) کے جانشین! اور اے ہم زندہ بچنے والوں کی پناہ''۔

امام حسین علیہ السلام نے بہن کی طرف نظر کی اور فرمایا۔ ''اے میری ماں جائی! کہیں شیطان آپ سے صبر وبردباری نہ چھین لے۔ تمام زمین والوں کو موت آئے گی۔ آسمان والے باقی نہ رہیں گے۔ سوائے خداوند تعالیٰ کی ذات کے ہر شئے ہلاک ہو جائے گی۔ یہ خدا کا فیصلہ ہے۔ ہماری بازگشت اس کی طرف ہے۔

میرے جد اور پدر جو مجھ سے بہتر تھے کہاں ہیں؟ میں بھی کامیابی سے ان کے راستے پر گامزن ہوں"۔ اس کے بعد بہن کو تسلی دی اور فرمایا۔ "میں آپ کو اپنے حق کی قسم دیتا ہوں کہ میری شہادت کے بعد نہ تو گریبان چاک کرنا اور نہ منہ پر طمانچے مارنا"۔ آپ نے بہن کو ان کے خیمے میں پہنچایا۔

اس کے بعد اصحاب (اپنے خیموں سے) باہر نکل آئے۔ حضرت نے حکم دیا اپنے خیمہ ایک دوسرے کے قریب کرلو۔ چنانچہ تعمیل حکم کی گئی۔

ابن زیاد کی کوہ میں کارروائیاں

قاطع رحم ابن سعد لشکر کفر کا علمبردار

ابن زیاد نے یہ عام اعلان کیا کہ جو سر حسینؑ لے کر آئے گا اس کو دس سال کے لیے "رے" کی حکومت دی جائے گی۔ عمر سعد فوراً کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا ۔ "اے امیر المومنینؑ میں تیار ہوں"۔

ابن زیاد۔ "پھر روانہ ہو جا۔ ان پر سختیاں کر۔ ان پر پانی بند کر"۔

عمر سعد۔ "مجھے ایک ماہ کی مہلت دے تا کہ میں کچھ غور کرسکوں"۔

ابن زیاد۔ "ناممکن"

عمر سعد۔ "دس روز کی مہلت دے دے"۔

ابن زیاد۔ "ناممکن"

(یہ سن کر) عمر سعد اپنے گھر چلا گیا تا کہ اپنے آپ کو آمادہ کر سکے۔

مہاجرین اور انصار کے ہر فرد نے اسے کہا۔ "اے پسر سعد! تو حسینؑ کے ساتھ جنگ کرنے کو جانا چاہتا ہے۔ جب کہ تیرا باپ چھٹا ہونے والا مسلمان تھا اور بیعت رضوان والے مردوں میں سے ایک مرد ہے" ابن سعد نے کہا۔ "میں اب اس ارادہ سے باز نہیں آؤں گا" اور امام حسینؑ کو قتل اور ملک رے (موجودہ تہران) کی حکومت کے حصول پر غور کرنے کے بعد قتل حسین کو انتخاب کیا اور یہ اشعار پڑھے۔

”خدا کی قسم میں سخت متحیر ہوں مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس وقت جو دو بڑے معاملے میرے درپیش ہیں۔رے کی حکومت کو چھوڑ دوں حالانکہ وہ میری آرزو ہے۔یا حسینؑ کو قتل کر کے اپنے آپ کو گناہوں میں ڈال دوں؟ حسینؑ میرا چچازاد ہے۔اس کا قتل کرنا بہت بڑی مصیبت ہے۔لیکن میں دل و جان سے رے کی حکومت حاصل کرنا چاہتا ہوں۔اگر چہ جن وانس میں سب سے زیادہ ظالم ہوں گا۔لیکن خدائے عرش میری لغزش کو معاف کر دے گا۔جان لو کہ دُنیا نقد سودا ہے اور کوئی عقل مند نقد کو چھوڑ کر ادھار قبول نہیں کرتا۔کہتے ہیں کہ خدا نے بہشت دوزخ جہنم کے طوق وزنجیر خلق گئے ہیں۔اگر یہ سچ ہے تو میں دو سال کے اندر خدا سے توبہ کرلوں گا اور اگر یہ سب جھوٹ ہے تو دُنیا میں بہت بڑی سلطنت کا مالک بن جاؤں گا جو ہمیشہ نئی نویلی دلہن کی طرح خوبصورت لگتی ہے“۔

اس وقت ہاتف کی یہ صدا فضا میں گونجی۔”اے زنا زادے! تیری یہ کوشش بیکار ہوگی۔تو دُنیا سے خالی ہاتھ جلد اس جہنم کی طرف جائے گا۔جس کے شعلے کبھی سرد نہیں ہوتے۔تیرا یہ کام دوسروں کے لیے ذلت کا باعث بنے گا۔تو حسینؑ کو جن وانس میں سب سے بہترین جان کر بھی اس سے جنگ کرے گا۔اے پست ترین آدمی! مت سوچ کہ تو قتل حسینؑ کے بعد ملک رے تک پہنچ جائے گا“۔

کربلا میں فوجیوں کی آمد

سب سے پہلا فوج کا دستہ جو کربلا میں امام حسین علیہ السلام کے ساتھ جنگ کے لیے پہنچا اس کا علمبردار عمر سعد تھا۔چھ ہزار سوار اس دستہ میں شامل تھے۔اس کے بعد ابن زیاد نے شیث بن ربعی کو چار ہزار سوار کا دستہ دے کر روانہ کیا۔پھر عروہ بن قیس کو چار ہزار سوار دے کر بھیجا۔پھر سنان بن انس کو چار ہزار سوار دے کر روانہ کیا۔اسی طرح کوفہ سے اسی ہزار کی تعداد کربلا میں اکٹھی ہوگئی۔جن میں ایک بھی فرد شام یا حجاز کا نہیں تھا۔

کربلا محرم ۶۱ ھجری

کفار کی فوج نے امام حسین علیہ السلام کے ہمراہیوں کے نزدیک

ڈیرے ڈال دیئے۔ عمر سعد نے کثیر بن شہاب کو بلوایا اور کہا۔ ''جاؤ امام حسینؑ سے پوچھو کہ آپ یہاں پر کیوں آئے ہیں اور ہمارے خلاف کیوں جنگ کا ارادہ ہے؟ ؟ کیثر نے امام حسینؑ کے خیمہ کے نزدیک آ کر بلند آواز سے کہا۔ ''اے حسینؑ! آپ کا یہاں آنے کا سبب کیا ہے اور کیوں ہمارے ساتھ جنگ کی تیاری ہے؟

امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے پوچھا۔ ''یہ کون شخص ہے؟''۔ ابوثمامہ صیداوی نے عرض کی۔ ''یہ دُنیا کا بدترین مرد ہے''۔ فرمایا۔ ''اس سے پوچھو کیا چاہتا ہے؟''۔ اس نے جواب دیا۔ ''میں حسینؑ سے ملنا چاہتا ہوں''۔

زہیر ابن قیس نے کہا۔ ''اپنا اسلحہ زمین پر رکھ دے اور اندر آ جا''۔ اس نے جواب دیا۔ ''میں اسلحہ نہیں رکھتا''۔ زہیر نے کہا۔ ''جہاں سے آیا ہے واپس چلا جا''۔ وہ ابن سعد کے پاس چلا گیا اور تمام ماجرا کہہ سنایا۔ عمر سعد نے خزیمہ خاندان کے ایک دوسرے شخص کو بلوا کر کہا۔ ''تو حسین علیہ السلام کے پاس جا اور پوچھ کہ یہاں کیوں آئے ہو اور ہم سے جنگ کرنے کی کیا وجہ ہے؟''۔ اس نے بھی امام کے خیمہ کے سامنے آ کر بلند آواز میں عمر سعد کا پیغام دہرایا۔ امام حسین علیہ اسلام نے پوچھا۔ ''یہ کون شخص ہے؟''۔ عرض کی۔ ''یہ شخص بذات خود نیک آدمی ہے لیکن اس وقت عمر سعد کا پیغام لے کر آیا ہے''۔ فرمایا۔ ''پوچھو کیا چاہتا ہے؟''۔ جواب دیا۔ ''امام کے پاس آنا چاہتا ہے''۔ زہیر بولے۔ ''اسلحہ باہر رکھ کر اندر آ جا''۔ بولا۔ ''بہت خوب''۔ چنانچہ اسلحہ زمین پر رکھ کر اندر آیا۔ امام حسین علیہ السلام کو بوسہ دیا اور عرض کی۔ ''مولا! کیا وجہ ہے کہ آپ یہاں آئے ہیں اور ہمارے خلاف جنگ کا ارادہ ہے؟''۔ فرمایا۔ ''تم لوگوں کے خطوط''۔ وہ بولا۔ ''جن لوگوں نے آپ کو خط لکھے وہ سب اس وقت ابن زیاد کے خاص مصاحب بنے بیٹھے ہیں'' فرمایا۔ ''اپنے دوست کے پاس واپس جا کر بتلا دے''۔ وہ بولا۔ ''کون ہے جو بہشت کے اوپر کسی اور چیز کو ترجیح دے گا۔ خدا کی قسم میں آپ سے اس وقت تک جدا نہیں ہوں گا جب تک اپنی جان آپ پر قربان نہ کردوں''۔ حضرت نے فرمایا۔ ''تو نے اپنی جان ہمارے لیے پیش کی ہے۔ خدا تجھے اس کا

اجر دے''۔ یہ شخص امام حسین علیہ السلام کے ساتھ رہا۔ یہاں تک کہ شہادت پائی۔''

کربلا سے ابن زیاد کو خط

عمر سعد فرات عبور کر کے امام حسین علیہ السلام کے لشکر کے نزدیک پہنچ گیا اور ہر رات امام حسینؑ کو بلوا کر رات گئے تک بات چیت کرتا رہتا تھا۔ خولی بن یزید امام حسین علیہ السلام کے خلاف سخت بغض رکھتا تھا۔ یہ تمام واقعات دیکھ کر خولی نے ابن زیاد کو ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا۔

''اے امیر! عمر سعد ہر روز امام حسین علیہ السلام سے ملاقات کر کے رات کے تہائی حصے تک گفتگو کرتا رہتا ہے اور حسینؑ کے لیے رحم و مہربانی کے جذبات رکھتا ہے۔ اس کو حکم دے کہ وہ یہاں کی ذمہ داری میرے سپرد کر کے تیرے پاس حاضر ہو یا پھر میں تیری جانب سے اس کی خبر لوں''۔

ابن زیاد کا کربلا میں آخری خط

خولی کا خط ملتے ہی ابن زیاد نے عمر سعد کو خط لکھا۔

''اے پسر سعد! مجھے خبر ملی ہے کہ تو ہر رات امام حسینؑ سے بہت دیر تک محو گفتگو رہتا ہے۔ جونہی میرا یہ خط تجھے ملے حسینؑ کو ہدایت کر کہ وہ میری اطاعت کریں۔ اگر نہ کریں تو ان پر پانی بند کر دو۔ میں یہود و نصاریٰ کے لیے پانی کی اجازت دیتا ہوں مگر حسینؑ اور ان کے خاندان پر بند کرتا ہوں''۔

خباثت اور رذالت کی ابتدا۔ پانی کا بند ہونا

جونہی عمر سعد کو ابن زیاد کا خط ملا حجر بن حر کو چار ہزار کا لشکر دے کر حکم دیا کہ نہر غاضریہ پر پہرہ بٹھائے اور امام حسین علیہ السلام پر پانی بند کر دے۔ چار ہزار کا لشکر شیث بن ربعی کو دے کر یہی ہدایت کی کہ نہر پر جائیں اور امام پر پانی کی بندش کریں۔ یہ آٹھ ہزار کا لشکر نہر کے چاروں طرف پھیل گیا۔

نسل انسانی کی آ گاہی کے لیے امام حسینؑ کے خطبے اور کلمات ہدایت

امام نے وہ رات گزاری۔ صبح ہوئی۔ باہر نکل کر دیکھا کہ چاروں طرف دُشمن کے لشکر کا ہجوم ہے۔ حضرت اپنی سواری پر بیٹھ کر نکلے اور آواز بلند لوگوں کو مخاطب کر کے کہا۔ ''لوگو! خاموش ہو جاؤ''۔ لوگ خاموش ہو گئے۔ حضرت نے حمد باری تعالیٰ اور پیغمبرؐ پر درود بھیجنے کے بعد فرمایا۔

''اے لوگو! میرا حسب نسب بیان کرو کہ میں کون ہوں؟ پھر اپنے حسب نسب کا جائزہ لو اور بتاؤ کہ میرا قتل تمہارے لیے کہاں تک جائز ہے؟ جب کہ میں پیغمبر خداؐ اور ان کی دختر کا فرزند ہوں۔ میں خدا اور اس کے رسولؐ کے سب سے پہلے تصدیق کرنے والے کا بیٹا ہوں۔ کیا حضرت حمزہ سید الشہداء میرے والد کے چچا نہ تھے اور جعفر طیار جو اس وقت باغ جناں میں ہیں میرے چچا نہں تھے؟ کیا میرے نانا کا یہ فرمان میرے اور میرے بھائی حسنؑ کے بارے میں تم تک نہیں پہنچا کہ یہ دونوں جوانان جنت کے سردار ہیں؟ اور ان کا یہ فرمان کہ میں تمہارے درمیان دو گراں بہا چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں کتاب خدا اور میری عترت یعنی اہل بیت۔ آیا تم میرے اس کلام کی تصدیق کرتے ہو ورنہ جابر بن عبداللہ انصاریؓ۔ ابو سعید خدری، سھل بن سعد ساعدی۔ زید بن ارقم اور انس بن مالک سے پوچھ لو کہ انہوں نے میرے نانا سے یہ فرمان سنے ہیں یا نہیں؟

شمر بولا۔ ''میں خدا کی محض ایک نسبت سے عبادت کرتا ہوں۔ آپ کیا بول رہے ہیں میں نہیں سمجھتا''۔ حبیب ابن مظاہر شمر کی یہ بکواس سن کر یوں گویا ہوئے۔ ''میں تو دیکھ رہا ہوں کہ تو خدا کی عبادت ایک نسبت سے نہیں ستر نسبتوں سے کر رہا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو ایسا جانور ہے کہ جو تو بول رہا ہے اس کی تجھے بالکل سمجھ نہیں۔ خدا نے تیرے دل پر مہر لگا رکھی ہے''۔ اس کے بعد امام حسین علیہ السلام گویا ہوئے۔ ''اے شیث بن ربعی! اے فلان اے فلان! کیا تم لوگوں نے مجھے ایسے خط نہیں لکھے کہ ہمارے پاس آؤ اور ہمارا نفع نقصان آپ کا نفع نقصان ہے''۔ ان سب نے یک زبان ہو کر کہا۔ ہم نے ایسا کوئی کام نہیں کیا۔

حضرت نے فرمایا۔ ''اچھا اب اگر مجھے پسند نہیں کرتے تو مجھے آزاد چھوڑ دو۔ تاکہ میں جہاں چاہوں چلا جاؤں''۔ قیس ابن اشعث بولا۔ ''ابن زیاد کا حکم مان لیں کیونکہ جو آپ کے دوست ہیں ان کو آپ جلد آزمالیں گے''۔ امام نے فرمایا۔ ''خدا کی قسم! میں ایسے ذلیل کمینوں کے ہاتھ پر اپنا دست بیعت نہیں رکھ سکتا' نہ ہی ایسے لوگوں سے کوئی عہد و پیمان باندھ سکتا ہوں''۔ اس کے بعد یہ آیت تلاوت کی۔ ''میں اپنے اور تمہارے خدا سے ہر اس متکبر کے لیے پناہ کا طلبگار ہوں جو روز قیامت پر ایمان نہیں رکھتا''۔ آپ گھوڑے سے اتر آئے اور عقبہ بن سمعان کو فرمایا۔ اسے باندھ دے۔

جناب زہیر بن قین کا خطاب

دُشمن کے سپاہی حضرت کی طرف بڑھے۔ زہیر بن قین نے آگے بڑھ کر بلند آواز سے کہا۔ ''اے لوگو! ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کو نصیحت کرنا فرض ہے۔ ہم اور آپ ایک دین پر قائم ہیں۔ خدا نے ہم سب کو خاندان پیغمبرؐ کے بارے میں ایک امتحان میں ڈالا ہے کہ وہ دیکھے ہم کیا کرتے ہیں۔ میں تم سب کو ان (امام حسینؑ) کی مدد کرنے اور ان کے دُشمنوں کو ذلیل و خوار کرنے کی دعوت دیتا ہوں''۔

جناب زہیر کی یہ گفتگو سن کر سب نے یک زبان ہو کر کہا۔ ''ہم اس وقت تک یہاں سے واپس نہیں جائیں گے جب تک تمہارے آقا اور ان کے ساتھیوں کو قتل نہ کرلیں یا ان سے یزید کی بیعت نہ لے لیں۔'' زہیر بولے۔ ''اے اللہ کے بندو! دُنیا میں ہر شے زوال پذیر ہے کہ وہ اپنے رہنے والوں میں کسی کو ایک حال میں نہیں رہنے دیتی۔ ہر وہ شخص جو اس کے دھوکے میں آجائے اور اس پر یقین رکھے یقیناً نقصان اٹھائے گا۔ حسین علیہ السلام ابن سمیہ (ابن زیاد لعین) سے زیادہ دوستی اور امداد کے مستحق ہیں۔ اگر ان کی مدد نہیں کرتے تو ان سے جنگ بھی نہ کرو اور انہیں اور یزید کو آزاد چھوڑ دو شاید یزید ان کے قتل کے بغیر سے اپنا معاملہ سیدھا کرلے''۔

اس وقت شمر نے ایک تیر کمان سے زہیر کی رطف چھوڑا اور کہا۔ ''بس کرو۔تمہاری گفتگو نے ہمیں پریشان کردیا''۔زہیر بولے۔ ''اے اس شخص کے بیٹے! جو اپنے ہی پاؤں اپنی گندگی (پاخانہ) سے آلودہ کرتا ہے۔تو حیوان ہے تجھے دردناک عذاب جہنم کی خوشخبری دیتا ہوں''۔شمر بولا۔ ''میں تجھے اور تیرے آقا کو قتل کروں گا''۔زہیر نے جواب دیا۔ ''تجھ پر لعنت ہو تو مجھے حسین علیہ السلام کی معیت میں قتل ہونے سے ڈراتا ہے۔یہ موت میرے لیے تم لوگوں کے ساتھ زندہ رہنے سے بہتر ہے''۔اس کے بعد شمر کے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ ''اے مہاجرین وانصار! اس ملعون کتے کی یہ بکواس تمہیں کسی دھوکے میں نہ ڈال دے۔ وہ شخص محمد رسول اللہ کی شفاعت سے محروم رہے گا بلکہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں جائے گا جو انہیں اور ان (حسینؑ) کے دوستوں کو قتل کرے گا''۔امام حسین علیہ السلام کے اصحاب میں سے ایک نے زہیر کو کہا۔ ''امام حسین علیہ السلام تجھ کو فرماتے ہیں۔ مجھے اپنی جان کی قسم تو نے صحیح نصیحت آمیز کلمات ادا کیے ہیں''۔وہ یہ سن کر امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں واپس آ گئے۔

شب عاشور۔۔۔آزمائش کی گھڑی

حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو مخاطب کر کے فرمایا۔ ''اے میرے اصحاب! یہ قوم صرف میری جان کی دشمن ہے۔اس شب کی تاریکی میں جدھر چاہو چلے جاؤ''۔تمام اصحاب نے عرض کی۔ ''اے رسولؐ کی بیٹی کے فرزند! ہم کس منہ سے آپ کے جد اور آپ کے والد گرامی سے ملاقات کریں گے؟ ہم ہرگز یہاں سے نہیں جائیں گے۔ہم اپنی جانوں کو آپ پر قربان کردیں گے''۔امام حسین علیہ السلام نے سب کا شکریہ ادا کیا۔

لشکر کوفہ کی آزمائش

وہ رات ختم ہوگئی۔صبح کو اذان وقامت کے بعد حضرت نے اپنے اصحاب کے ہمراہ نماز ادا کی۔نماز کے بعد اپنے نانا کا عمامہ (جس کو سحاب کہتے

تھے) سر پر رکھا۔اپنے والد کی تلوار (ذوالفقار) اور زرہ لی اور دُشمن کے لشکر کی جانب چلے اور انہیں یوں مخاطب کیا۔

''اے لوگو سنو! دُنیا فانی ہے۔اپنے رہنے والوں کو ایک حالت سے دوسری حالت میں بدلتی رہتی ہے۔لوگو! تم اسلامی شریعت کو جانتے ہو۔قرآن پڑھتے ہو اور یہ بھی جانتے ہو کہ محمدؐ اللہ کے رسول اور امین ہیں۔تم ان کے فرزند کو ظلم اور دُشمنی سے قتل کرنے کے درپے ہو۔تم دیکھتے ہو کہ فرات موجیں مار رہا ہے۔ یہودی، عیسائی، جانور چرند، پرند سب ہی فرات سے اپنی پیاس بجھا رہے ہیں لیکن رسولؐ کا جگر گوشہ پیاس کی شدت سے ہلاک ہوا چاہتا ہے''۔

لعینوں نے جواب دیا۔''اپنے کلام کو مختصر کرو۔آپ کو اور آپ کے اصحاب کو پانی کا ایک قطرہ نہ ملے گا بلکہ شربت مرگ کو گھونٹ گھونٹ کر کے پیو''۔

یہ الفاظ سن کر حضرت اپنے اصحاب کے پاس واپس تشریف لائے اور فرمایا شیطان نے اس قوم پر پورا غلبہ کرلیا ہے اور ان کے دلوں سے خوف خدا محو کر دیا ہے۔یہ شیطان کے ساتھی ہیں، یقیناً شیطان اور اس کے ساتھی خسارہ میں ہیں''۔

اس کے بعد یہ اشعار پڑھے۔

''اے شریر لوگو! تم نے میرے خلاف بغاوت کی ہے۔کیا میرے جد رسولؐ اللہ نے ہمارے (اہل بیت) لیے تمہیں نصیحت نہ کی تھی؟ کیا میرے جد خدا کے برگزیدہ بندے نہ تھے؟ کیا میری والدہ گرامی جناب زہراؑ نہ تھیں؟ اور میرے والد علیؑ نہ تھے؟ اور میرے بھائی حسنؑ بہترین از خلائق نہ تھے؟ اے ملعونو! جس ظلم کا تم ارتکاب کررہے ہو وہ تم سب کو جلد جہنم کے شعلوں میں ڈال دے گا''۔

عمر بن سعد سے آخر گفتگو

امام حسین علیہ السلام نے انس بن کاہلی شخص کو بلوایا اور فرمایا۔''ان ملعونوں کے پاس جا کر کہو۔''اگر تم مجھے واپس نہیں جانے دیتے تو میں قیامت کے دن تمہارے خلاف عذر کروں گا''۔

انس ابنِ سعد کے پاس پہنچا۔ ابن سعد بیٹھا تھا۔ انس نے سلام نہیں کیا۔ ابن سعد بولا۔ ''اے برادر کاہلی' سلام کرنے سے تجھے کس بات نے روکا ہے۔ کیا میں مومن مسلمان نہیں؟ خدا کی قسم میں خدا اور اس کے رسول کو اچھی طرح پہچانتا ہوں''۔ انس بولا۔ ''تو خدا اور رسول کو پہچاننے والا کیسا آدمی ہے جو فرزند رسولؐ ان کے خاندان اور ان کے اصحاب کو قتل کرنا چاہتا ہے؟'' عمر سعد نے اپنا سر جھکا کر کہا۔ ''میں جانتا ہوں کہ ان سب کا قاتل بلاشک وشبہ جہنمی ہے لیکن مجھے اپنے امیر عبیداللہ بن زیاد کا حکم ماننا ہے''۔

انس نے واپس آ کر امام حسین علیہ السلام کو عمر سعد کا جواب سنا دیا۔

امام حسین علیہ السلام کے اصحاب کی محبت بھری باتیں

امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو جمع کر کے ان سے فرمایا۔

''میں خداوند تعالیٰ کی بہترین مدح کرتا ہوں۔ ہر مصیبت و راحت میں اسی کی تعریف کرتا ہوں۔ اے گروہ مومنین! میں نے تم سے زیادہ صابر' باوفا اور نیک لوگ نہیں دیکھے۔ خداوند تعالیٰ تم لوگوں کو بہترین جزا دے۔ میرا گمان ہے کہ ان ظالموں کے ساتھ میرا یہ آخری دن ہے۔ تم پر جو میرا حق ہے وہ میں اٹھاتا ہوں اور معاف کرتا ہوں۔ تم میں سے ہر ایک میرے اہل خاندان کے افراد کا ہاتھ پکڑ کر جدھر چاہے چلا جائے۔ شاید خداوند تعالیٰ میرے اور تمہارے لیے کچھ آسانی پیدا کر دے کیونکہ یہ قوم صرف میرے خون کی پیاسی ہے''۔

یہ سن کر آپ کے بھائیوں' بھانجوں (عبداللہ بن جعفر کے بیٹوں) بھتیجوں اور اصحاب نے عرض کی۔ ''مولا! ہم ایسا ہرگز نہ کریں گے۔ خدا آپ کی مصیبت اور تکلیف ہمیں نہ دکھلائے''۔

امام حسین علیہ السلام کی حضرت مسلمؑ کے بیٹوں سے گفتگو

بعدازاں مسلم بن عقیلؑ کی اولاد سے فرمایا۔ ''تمہارے والد کا قتل

تمہارے لیے بہت کافی ہے۔ میں تمہیں یہاں سے چلے جانے کی اجازت دیتا ہوں''۔ انہوں نے عرض کی۔ ''مولا! ہم خدا سے پناہ مانگتے ہیں۔ اگر ہم آپ کو چھوڑ کر چلے گئے تو لوگ ہمیں کیا کہیں گے اور ہم انہیں کیا جواب دیں گے؟ یہ ہرگز نہ ہوگا۔ ہم اپنے دل و جان سے آپ کے دُشمن کے ساتھ جنگ کر کے جانیں آپ پر فدا کر دیں گے تاکہ جہاں (بعد شہادت) آپ پہنچیں وہاں پر ہم آپ کے ساتھ ہوں۔ آپ کے بعد زندہ رہنے پر لعنت''۔

جناب مسلم بن عوسجہ۔ میدان کربلا کا بہادر مرد بزرگ

اس کے بعد مسلم بن عوسجہ کھڑے ہوگئے اور عرض کی۔ ''اے فرزند رسولؐ! ہم آپ کو اکیلا چھوڑ کر کل آپ کے جد۔ والد۔ والدہ اور بھائی کو کیا منہ دکھلائیں گے۔ خدا کی قسم! ہمارے نیزے ان (دشمنوں) پر ٹوٹیں گے۔ جو تلواریں ہمارے ہاتھوں میں ہیں ان پر چلیں گے اگر نیزہ تلوار نہ بھی رہے تو ہم ان کو پتھروں سے ماریں گے۔ یہاں تک کہ خداوند تعالیٰ ہمارا گواہ بن جائے کہ ہم نے اہل بیت پیغمبرؐ کی حفاظت کی ہے۔ اگر ہم قتل ہو کر دوبارہ زندہ کر دیئے جائیں، پھر قتل ہوں پھر زندہ ہوں اور پھر جلا دئے جائیں اور اسی طرح ستر مرتبہ ہوتا رہے تو بھی آپ کو ہم نہ چھوڑیں گے۔ چہ جائیکہ ایک مرتبہ جان دینا۔ اس کے بعد ہمارا ٹھکانہ ایسی جگہ ہوگا کہ جس سے اچھی اور پائیدار جگہ اور کوئی نہیں ہے''۔ یہ عرض کر کے مسلم بن عوسجہ بیٹھ گئے۔

امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں زہیر بن قین کی گفتگو

زہیر کھڑے ہوگئے اور عرض کی۔ ''اے پیغمبر خداؐ کی بیٹی کے فرزند! میری خواہش ہے کہ دُشمن سے جنگ میں قتل ہوں، زندہ ہوں، پھر قتل ہوں اور ہزار مرتبہ یہی عمل دہرایا جائے تاکہ خداوند تعالیٰ آپ کے دُشمنوں کو آپ سے دور کر دے''۔

دیگر تمام اصحاب نے بھی باری باری امامؑ کی خدمت میں اس طرح عرض کی۔ خدا کی قسم ہم آپ سے ہرگز الگ نہ ہونگے۔ ہماری جانیں آپ پر فدا

ہوں اس مصیبت کی گھڑی میں ہم آپ پر قربان ہو جائیں گے۔ ہم آپ پر جان دے کر ہی اپنا حق ادا کر پائیں گے"۔

دونوں لشکروں کی صف آرائی

عمر سعد لعین نے اپنے لشکر کے سرداروں کو جمع کیا۔ شمر بن ذالجوشن کو بیس ہزار سوار دے کر میمنہ پر خولی بن یزید الاصبحی کو بیس ہزار سواروں کے ساتھ میسرہ پر اور باقی لشکر کو درمیان میں کھڑا کر دیا۔

امام حسین علیہ السلام نے بھی زہیر بن قین کو بیس سواروں کے ساتھ میمنہ میں اور ہلال بن نافع کو بیس سوار دے کر میسرہ میں کھڑا کر دیا۔ خود اور باقی اصحاب قلب لشکر میں کھڑے ہو گئے۔ خواتین اور بچوں کو خیموں کے اندر رہنے کا حکم دیا۔ خیموں کے تین طرف خندق کھود کر اس میں لکڑیاں بھر کے آگ لگا دی تاکہ دُشمن ایک ہی جانب سے حملہ کر سکے۔

امام حسین علیہ السلام کا معجزہ۔ ایک کوفی کا آگ میں جلنا

ابن زیاد کے لشکر کا ایک سوار خندق کے پاس آ کر چلایا۔ "اے حسینؑ! مجھے آخرت میں جہنم کی آگ میں جلنے سے پہلے دُنیا کی آگ میں جلنے کی جلدی ہے"۔ امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے کہا۔ "یہ کون شخص ہے؟"۔ عرض کی۔ "یہ جیرہ کلبی ہے"۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا "خداوندا! اس لعین کو آخرت کی آگ سے پہلے دُنیا کی آگ میں جلا دے"۔ ابھی امام حسین علیہ السلام کی بددعا کے کلمات ختم نہ ہوئے تھے کہ اس لعین کے گھوڑے نے اگلے پاؤں اس طرح اٹھائے کہ وہ لعین سر کے بل خندق میں جا گرا اور جل کر ہلاک ہو گیا (لعنۃ اللہ علیہ)۔

اس وقت امام حسین علیہ السلام کے اصحاب نے تکبیر بلند کی اور کہا۔ "کیسی دُعا تھی اور کتنی جلدی مقبول ہوئی"۔ آسمان سے ہاتف کی ندا بھی سنائی دی۔ "اے فرزند رسولؐ! اس دُعا کی قبولیت پر تجھے مبارک ہو!"۔ مروان بن وائل

کہتا ہے کہ جونہی میں نے یہ منظر دیکھا میں حسینؑ سے جنگ کرنے سے رک گیا۔ عمر سعد نے کہا۔ تجھے کیا ہوا کہ تو نے جنگ سے پیٹھ موڑ لی۔ اس نے کہا۔ ''میں اہل بیت کے ہاتھوں ایسی چیز دیکھی ہے جو تم نے نہیں دیکھی۔ خدا کی قسم میں حسینؑ سے ہرگز جنگ نہیں کروں گا۔'' اس کے بعد جو منظر اس نے دیکھا تھا عمر سعد سے بیان کیا۔

پھر دوں طرف کے سپاہیوں نے ایک دوسرے پر حملہ کر دیا۔ فریقین کے درمیان سخت جنگ ہوئی۔ امام حسین علیہ السلام کے اصحاب نہایت بے جگری کے ساتھ دُشمن سے لڑ رہے تھے یہاں تک کہ دو پہر ہو گئی۔ جب ابن سعد نے یہ حال دیکھا تو حکم دیا کہ (امام کے) خیموں کو آگ لگا دی جائے۔ حضرت نے اپنے اصحاب سے کہا۔ ''انہیں آگ لگانے سے روکو' مبادا وہ موقع سے فائدہ اٹھا کر تم تک پہنچ جائیں۔

شمر نے امام حسین علیہ السلام کے خیمے پر حملہ کیا اور اپنا نیزہ مار کر پکارا۔ ''آگ لاؤ تا کہ ان ظالموں (معاذ اللہ) کے خیموں کو جلائیں''۔ اصحاب حسینؑ نے جواباً اس پر حملہ کر کے خیمہ سے دور بھگا دیا اور فرمایا۔ ''وائے ہو تجھ پر اے شمر! تو رسولؐ اللہ کے خیمے کو جلاتا ہے؟''۔ اس لعین نے کہا۔ ''ہاں!''۔ امام حسین علیہ السلام نے آسمان کی طرف نظر کر کے فرمایا۔ ''خدایا! تو عاجز نہیں ہے۔ شمر کو روز قیامت جہنم میں جلانا''۔ شمر نے غضبناک ہو کر اپنے ساتھیوں سے کہا۔ ''مل کر حملہ کرو اور ان سب (امامؑ اور اصحاب امامؑ) کو ہلاک کر دو''۔

ابن زیاد کے لشکر کا شدید حملہ

یہ سن کر تمام سپاہی دائیں بائیں پھیل گئے اور ہر طرف سے تیروں کی بارش شروع کر دی جس کے نتیجے میں امام حسین علیہ السلام کے کچھ اصحاب شہید ہو گئے اور کچھ زخمی ہو گئے۔

میدان کارزار میں امام حسین علیہ السلام کی نماز ظہر

اس وقت ابو ثمامہ صیداوی امام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض

کی۔ مولا! ہم عنقریب شہید ہو جائیں گے۔ نماز کا وقت آ پہنچا ہے۔ ہم آپ کی ایمان افروز قیادت میں نماز پڑھ لیں۔ میرا خیال ہے کہ یہ ہماری آخری نماز ہوگی۔ شاید ادائیگی نماز کے دوران ہی خداوند تعالیٰ کے حضور میں حاضری ہو جائے''۔ امام نے فرمایا۔ ''خدا تم پر رحمت کرے''۔ اذان کے بعد امام حسین علیہ السلام نے عمر سعد کو مخاطب کر کے کہا۔ ''تو نے شریعت اسلام کو بھلا دیا ہے۔ کیا تو ہمیں نماز پڑھنے کی اجازت نہیں دے گا؟''۔ عمر سعد نے تو کوئی جواب نہ دیا۔ حصین بن نمیر چلایا۔ ''اے حسینؑ! نماز پڑھنا ہو تو پڑھ لو۔ تمہاری نماز قبول نہیں ہوگی''۔ (معاذ اللہ) حبیب ابن مظاہر نے اسے جواب دیا۔ ''اے شراب خور کی نسل پلید! تجھ پر وائے ہو۔ امام حسین علیہ السلام کی نماز تو قبول نہ ہو اور تیری نماز قبول ہے''۔ حصین یہ سن کر نہایت غصہ کی حالت میں میدان میں آ گیا اور یہ کہتا تھا۔ ''میری تلوار کے وار کو روک اے حبیبؑ! ایک شیر پہلوان تیرے مقابلے میں آیا ہے۔ اس کے ہاتھ میں ہندی ننگی تلوار ہے۔ کہ اس کی چمک شیر کو ڈراتی ہے۔ اے حبیبؑ! میدان میں سامنے آؤ!''۔

امام حسینؑ کے اصحاب کی شہادت۔۔۔ حبیب بن مظاہرؑ

جونہی حبیبؑ بن مظاہر نے حصین کی یہ گفتگو سنی۔ امام حسین علیہ السلام کو الوداعی سلام کیا اور عرض کی۔ ''اب میں انشاء اللہ اپنی نماز بہشت میں ادا کروں گا اور آپ کی خیریت آپ کے جد، والد گرامی اور برادر گرامی کو پہنچاؤں گا''۔ اس کے بعد میدان میں آ کر یہ رجز پڑھا۔

''میں حبیبؑ ہوں اور میر باپ مظاہر ہے۔ میدان جنگ کا بہادر شیر ہوں۔ میرے ہاتھ میں تیز دو دھاری تلوار ہے۔ تم لوگ اگرچہ تعداد میں زیادہ ہو لیکن ہمارا صبر تم سے زیادہ ہے اور ہر عمل تم لوگوں سے زیادہ قوی ہے۔ خدا کی قسم اس امر کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ تم لوگ جہنم کے شعلوں کی لپیٹ میں آ چکے ہو''۔ اس کے عد حصین پر ایسا حملہ کیا اور اس کے سر پر ایسی کاری ضرب لگائی کہ وہ اور اس کا گھوڑا دو نیم ہو کر زمین پر گر گئے۔ چاہا کہ اس کا سر کاٹ کر لے آئیں لیکن

حصین کے ساتھیوں نے حبیبؓ پر حملہ کر کے دور کر دیا۔اس کے بعد انہوں نے بنی تمیم کے ایک شخص پر حملہ کیا اور اسے بھی واصل جہنم کیا اور مزید ۳۵ لعینوں کو قتل کیا۔اس کے بعد بہت سے سواروں نے مل کر حملہ کر کے حبیبؓ کو شہید کر دیا۔(ان پر خدا کی رحمت ہو)

امام حسین علیہ السلام کا اظہار غم

حضرت عباسؑ اور حبیبؓ کی شہادت کے بعد امام کے چہرے کا رنگ زرد پڑ گیا۔فرمانے لگے۔"اے حبیب! خدا تجھے جزائے خیر دے۔تم کتنے متقی تھے کہ قرآن کو ایک شب میں ختم کرتے تھے"۔زہیر بن قین نے امام نے عرض کی۔"میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔میں آپ کو اس قدر غمگین دیکھ کر رہا ہوں۔کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟"۔امام نے فرمایا۔"خدا کی قسم! میں پورے علم ویقین سے جانتا ہوں کہ ہم حق پر ہیں"۔زہیر نے عرض کی۔"پھر ہمیں کوئی خوف نہیں ہے۔کیونکہ ہم بہشت کی جانب جارہے ہیں"۔

زہیر بن قین

زہیر بن قین نے امام کے پاس آکر اذن جہاد طلب کیا۔امام نے اجازت دی۔میدان میں آکر یہ رجز پڑھا۔"میں قین کا بیٹا زہیر ہوں۔میرے ہاتھ میں تلوار ہے جو دونوں طرف سے تیز ہے۔اس تلوار سے میں حسین علیہ السلام کی حفاظت کر رہا ہوں جو علی علیہ السلام کے بیٹے ہیں۔ان کے جد و پدر دونوں طاہر وطیب ہیں"۔اس کے بعد سخت حملہ کیا اور پچاس سواروں کو ٹھکانے لگایا۔

نماز آخر کی ادائیگی

زہیر نے جنگ کرتے ہوئے خیال کیا کہ نماز ظہر امام کے ہمراہ پڑھنے سے رہ جائیں۔فوراً پلٹے۔امام کے ساتھ نماز ادا کی اور بعد نماز امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

"یہ بہشت ہے۔ایسی بہشت کہ جس کے در کھلے ہیں۔اس کے مکانات سجے ہوئے ہیں۔وہاں پر میوے تیار ہیں۔حور وغلمان جمع ہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور شہداء جوان کے ساتھ شہید ہوئے تھے اور میرے ماں باپ آپ کے منتظر اور مشتاق ہیں۔آپ سب کو خوشخبری دے رہے ہیں۔تم لوگ حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے دین کی حفاظت کر رہے ہو۔خدا نے ہمارے لیے یہ تمہارا امتحان لیا ہے۔تم سب میرے اور میرے جد کے ہمراہ ہوگے۔خدا تمہیں جزائے خیر دے"۔

جونہی اصحاب حسین علیہ السلام نے امام کا یہ کلام سنا۔نالہ وفغاں کا شور بلند ہوا۔سب نے یکبارگی عرض کی۔"ہماری جانیں اور روحیں آپ پر قربان ہوں۔ہم جب تک زندہ ہیں ہم نے اپنی جانوں کو (دُشمن کے) تیر وتلوار کے سامنے کیا ہوا ہے۔آپ کو ذرا بھی گزند نہیں پہنچنے دیں گے۔شاید ہم آپ سے اس دُشمن کو دور کر دیں اور آپ کو شہید ہونے سے بچالیں۔آج کا ہمارا یہ عمل ہماری نجات کا باعث اور آپ کی جان کی حفاظت کا سبب ہے"۔

سردار لشکر حسینی۔۔زہیر بن قین

جناب زہیر یہ رجز پڑھتے ہوئے میدان میں آئے۔

"میں اس حسین علیہ السلام کے قربان جو مصباح ہدایت ہیں۔آج میں ان کے جد پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کروں گا اور ان کے والد بزرگوار علی مرتضیٰؑ سے اور دو پروں والے جعفر طیار سے' ان کے بھائی اور والدہ ماجدہ سے اور ان تمام شہیدوں سے جو مجھ سے پہلے وہاں پہنچ چکے ہیں ملاقات کروں گا۔خدا نے مجھے آپ کا دوست قرار دیا ہے۔کہ میں آپ کی محبت میں ان ملعون حرام زادوں سے جنگ کر رہا ہوں۔پھر شاید حملہ کیا اور ستر سواروں کو تہہ تیغ کیا۔ اس کے بعد ظالموں نے مل کر ان پر حملہ کیا اور شہید کر دیا۔(ان پر خدا رحمت ہو)

حبیب بن مظاہرؑ کا بھائی یزید بن مظاہر

حبیبؑ کے بعد ان کے بھائی یزید بن مظاہر الاسدی نے میدان میں

آ کر یہ رجز پڑھا۔

''میں مظاہر کا بیٹا یزید ہوں ۔غضبناک شیر سے بڑھ کر میں حملہ کرنے والا ہوں ۔میرا نیزہ تمام باغیوں کے لیے حاضر ہے۔خدا نے مجھے حسین علیہ السلام سے دوستی اور ہند کے بیٹے سے دُشمنی عطا کی ہے۔میری ہاتھ میں کاٹنے والی شمشیر ہے''۔اس کے بعد دشمن پر حملہ کر کے پچاس ناریوں کو فی النار کیا۔بعد میں ملعونوں نے مل کر انہیں شہید کر دیا (خدا کی رحمت ہو ان پر)

یحییٰ بن کثیر انصاری

یزید بن مظاہر کے بعد یحییٰ بن کثیر نے میدان میں آ کر یہ رجز پڑھا۔

''عمر سعد اور اس کے بیٹے کی حالت غیر ہو گئی جب مہاجرین وانصار کے سواروں سے اس کا مقابلہ ہوا۔جن کے نیزے کفار کے خون سے بھرے ہوئے ہیں۔یا تو رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت یہ نیزے خون میں رنگے تھے یا اب ان کفار کے خون میں رنگے ہیں۔ان سب سے حسین علیہ السلام سے دغابازی کی ہے اور یزید کا ساتھ دیا ہے۔یہ بہت برا فیصلہ ہے۔ان کا یہ عمل دوزخ کی طرف پیش قدمی ہے۔ہم ان سے تیز نیزوں اور تلواروں سے جنگ کر رہے ہیں''۔

پھر حملہ کر کے پچاس ملعونوں کو فی النار کیا۔اس کے بعد انہیں شہید کر دیا گیا۔(خدا کی رحمت ہو ان پر)

ہلال بن نافع بجلی

اس کے بعد ہلال بن نافع جن کی تربیت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے کی تھی میدان میں آئے۔وہ بہترین تیرانداز تھے اور تیر پر اپنا نام کندہ کیا ہوا تھا۔یہ رجز پڑھتے تھے۔

''جو تیر میرے ترکش میں ہیں وہ ٹھیک ٹھیک نشانے پر بیٹھتے ہیں اور زہر میں بجھے ہوئے ہیں۔ان کی حرکت سے زندگیاں ختم ہو جاتی ہیں۔میں ان تیروں سے دُشمنوں کی لاشوں سے زمین کو بھر دوں گا۔مجھے اندیشہ ہے کہ ان کا اس وقت

بھاگنا کوئی فائدہ نہ دے گا جب موت تھک کر بھاگ جائے گی۔کوئی اور اس کی تعریف نہ کرے گا مگر وہ جو اس کو پہلے لایا تھا''۔

ایک شدید حملہ کر کے بہت سے پہلوانوں اور ستر سواروں کو قتل کیا۔اس کے بعد دشمن کے انہیں شہید کر دیا۔(خدا کی رحمت ہو ان پر)

ابراہیم بن حسین

ہلال کے بعد ابراہیم بن حسین میدان میں آئے اور یہ رجز پڑھا۔

''میں اپنے آپ کو امام حسین علیہ السلام پر قربان کرتا ہوں۔آج احمد مجتبیٰ سے ملاقات کروں گا۔پھر حسینؑ کے پدر بزرگوار سے جو نصر الٰہی کے حامل تھے اور بہادر شیر حمزہ کو جو بہشت میں ہیں ملوں گا''۔

اس کے بعد سخت جنگ کی اور پچاس کے قریب ملعونوں کو فی النار کیا اور آخر میں شہادت پائی۔(خدا کی رحمت ہو ان پر)

علی بن مظاہر (برادر حبیب بن مظاہر)

میدان میں آ کر یہ رجز پڑھا۔

''میں قسم کھاتا ہوں چاہے تم تعداد میں کم ہوتے یا برابر۔ہم تم پر زمین تنگ کر دیتے۔اے حسب ونسب کے لحاظ سے پست ترین لوگو! خدا تمہاری نسل کو برباد کرے''۔جنگ کر کے ستر ناریوں کو ہلاک کیا اور آخر میں شہادت کا جام نوش کیا۔(خدا کی رحمت ہو ان پر)

معلیٰ

اس کے بعد معلیٰ جو بہادری میں مشہور تھے۔آئے اور یہ رجز پڑھا۔

''میں معلیٰ ہوں۔میں نے اپنے ذات سے یہ عہد کیا ہے کہ میں دین پیغمبرؐ اور دین علیؑ کی حفاظت کروں گا۔یہاں تک کہ موت آ جائے۔اس کمسن لڑکے کی طرح جو کسی چیز سے نہیں ڈرتا' ہلاک کرتا رہوں گا۔میں خدائے ازلی سے امید کرتا

ہوں کہ میرا یہ عمل بخیریت تکمیل پائے گا"۔

پھر حملہ کر کے پچاس کے لگ بھگ سواروں کو ہلاک کیا۔ اس کے بعد زخم کھا کر زمین پر گر گئے اور شہید ہو گئے۔ (خدا کی رحمت ہو ان پر)

جون (غلام ابوذر غفاری)

معلیٰ کے بعد جون میدان آئے اور یہ رجز پڑھا۔

"اس سیاہ غلام کا کفار اور فاجروں کو تیز ہندی تلوار سے ہلاک کرنا جلد ہی لوگ دیکھ لیں گے۔ میں اس تلوار سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان کا دفاع کر رہا ہوں اور اپنے اس عمل سے روز قیامت اپنی مغفرت کی امید رکھتا ہوں"۔

پھر شدید جنگ کی اور ستر لعینوں کو ہلاک کیا۔ آخر جون کی آنکھ پر ایسا زخم لگا کہ گھوڑے سے زمین پر آ گئے۔ دُشمن نے چاروں طرف سے حملہ کر کے شہید کر دیا۔

(خدا کی رحمت ہو ان پر)

عمیر بن مطاع

پھر عمیر میدان میں آئے اور یوں رجز پڑھا۔

"میں مطاع کا بیٹا عمیر ہوں۔ میرے ہاتھ میں ایسی تلوار ہے جس کی چمک سورج کی شعار کی مانند ہے۔ اس طرح اس امام حسین علیہ السلام کے لیے جنگ کرنا اور شہید ہونا ہی ہمارے لیے صحیح راہ ہے۔ جنہیں خدا نے لوگوں سے اپنی اطاعت کر لینے کا اعزاز دیا ان پر درود و سلام ہو"۔

اس کے بعد جنگ کی اور تیں سپاہیوں کو قتل کر کے جام شہادت نوش فرمایا۔ (خدا کی رحمت ہو ان پر)

وہب کلبی۔۔تازہ ہونے والا مسلمان

جس شخص اور اس کی والدہ نے امام حسین علیہ السلام کے ہاتھ پر اسلام

قبول کیا تھا وہ عمیر کے بعد میدان میں آیا اور یہ رجز پڑھا۔

''اگر مجھے نہیں پہچانتے تو جان لو کہ میں کلبی کا بیٹا ہوں۔ میں قوی بازو کا مالک ہوں اور جنگ میں کاری ضربیں لگانے والا ہوں۔ جنگ میں مرنے سے نہیں ڈرتا مصیبت (قیامت) کے روز میں بہشت میں جاؤں گا۔ میں کم عمر سہی لیکن مجھے اپنے اللہ پر پورا بھروسہ ہے۔ مولا (کی محبت) میرے لیے کافی ہے۔ ہاں وہ ہی کفایت کرنے والے ہیں''۔

اس کے بعد سخت جنگ کی اور چالیس ناریوں کو ہلاک کر کے خود شہادت پائی دُشمن نے ان کا سر جدا کر کے امام حسین علیہ السلام کی طرف پھینکا۔ اس کی ماں نے سر کو واپس قاتل کی طرف اتنے زور سے پھینکا کہ اس کے لگنے سے قاتل ہلاک ہو گیا۔

طرماح

اس لڑکے کے بعد طرماح نے میدان میں آ کر یہ رجز پڑھا۔

''میں طرماح ہوں۔ کاری ضربیں لگاتا ہوں۔ اپنے پروردگار پر پورا بھروسہ ہے۔ جب میں کسی میدان میں اپنی تیز تلوار کو نیام سے باہر کرتا ہوں تو دُشمن کو اپنی شکست کا یقین ہو جاتا ہے۔ اے باغیو! تمہارے لیے میں نے اپنا دل سخت کر لیا ہے''۔

اس کے بعد حملہ کر کے ستر کافروں کو ہلاک کیا۔ آخر زخمی ہو کر گھوڑے سے گرے اور شہید کر دئے گئے (خدا کی رحمت ہو ان پر)

عبداللہ بن مسلم بن عقیل

طرماح کے بعد عبداللہ بن مسلم بن عقیل نے امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں آ کر عرض کیا۔ ''میرے مولا! کیا آپ مجھے جنگ کی اجازت دیتے ہیں؟''۔ امام نے فرمایا ''بیٹا! مسلم کی شہادت تمہارے لیے اور تمہارے خاندان کے لیے کافی ہے''۔ عرض کیا۔ چچا جان! پھر میں کیسے اپنے جد امجد محمد مصطفیٰ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کو منہ دکھلاؤں گا؟ میرے آقا! یہ ہرگز نہ ہو سکے گا۔ مجھے شہادت میں راحت ملے گی اور اسی حالت میں اپنے خدا سے ملاقات کروں گا''۔

چنانچہ اجازت ملی۔ میدان میں آئے۔ اپنے ہاتھوں کو بلند کر کے یہ رجز پڑھا۔

''ہم بنی ہاشم مرد ہیں۔ ہم مرد شجاع (حضرت علی علیہ السلام) کے بیٹوں کی حفاظت کر رہے ہیں۔ اور ان کی جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی کے فرزند اور علیؑ کے بیٹے شیر دل مرد ہیں۔ تم لوگوں کو تلوار سے ہلاک کروں گا اور تیز نیزوں کے وار کروں گا تاکہ روز قیامت خداوند تعالیٰ سے اپنی مغفرت کی امید رکھوں''۔ اس کے بعد ایسی شدید جنگ کی کہ نوے ملعونوں کو ہلاک کیا۔ ایک لعین نے ان کے گلے پر تیر مارا۔ زخمی ہو کر گر پڑے اور پکارے۔ ہائے میرے والد۔ ہائے میری کمر ٹوٹ گئی۔ جس وقت امامؑ نے یہ منظر دیکھا تو فرمایا۔ خدایا! عقیل کے خاندان کے قاتل کو ہلاک کر۔ پھر فرمایا۔ "**انا للہ و انا الیہ راجعون**."

حضرت عون پسر حضرت زینب سلام اللہ علیہا

عبداللہ کے بعد حضرت عون میدان میں آئے اور یوں رجز پڑھا۔

''خدا کی قسم احمد مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت رکھنے والے اور ان کی سنت پر چلنے والے کے سوا کوئی اور بہشت میں نہیں داخل ہو سکے گا' نہ ان کی شفاعت کے بغیر بخشش ہو سکے گی۔ ان کی ذات نے ہمیں کفر و ضلالت سے نجات دی۔ اللہ کا ان پر درود و سلام ہو''۔

اس کے بعد حملہ کیا اسی ناریوں کو ہلاک کیا اور خود زخمی ہو کر شہادت پائی۔

جابر بن عروہ غفاری

حضرت عونؑ کے بعد جابر جو جنگ بدر اور اسلام کی دوسری جنگوں میں جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمرکاب رہے تھے' امام کے پاس آئے۔ بڑھاپے کی وجہ سے ان کی پلکیں آنکھوں پر اس قدر جھکی ہوئی تھیں کہ انہیں

اٹھا کر باندھا ہوا تھا۔

امام نے انہیں دیکھ کر فرمایا۔ "اے مرد بزرگ خدا آپ کو اس عمل کی جزائے خیر دے"۔ میدان میں ائے اور یہ رجز پڑھا۔

"بنو غفار' خندف اور بنی نزار جانتے ہیں کہ میں احمد مختا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کر رہا ہوں۔ اے قوم! تم بھی اس نیک مرد کی مدد کرو جن پر خالق خود درود وسلام بھیجتا ہے" اس کے بعد حملہ کر کے اسی کافروں کو ہلاک کیا اور جام شہادت نوش کیا۔

مالک بن داؤد

جابر کے بعد مالک میدان میں آئے اور یہ رجز پڑھا۔

"تمہارے مقابلے میں مالک شیر بن کر آیا ہے۔ جس کی ضربیں سخت ہیں' وہ ان کی مدد کر رہا ہے جو طیب وطاہر ہیں اور اپنے خدا کی طرف سے ہر برائی سے پاک ہے' اس سے ہی اجر لینے کا امیدوار ہے"۔

اس کے بعد جنگ کی۔ ساٹھ ناریوں کو ہلاک کیا اور خود بھی شہید ہو گئے۔

موسیٰ بن عقیل (برادر حضرت مسلمؑ)

موسیٰ بن عقیل میدان میں رجز پڑھتے تھے۔

"اے (یزید فوج کے) بوڑھو! جوانو! میں تمہیں اس نیزہ تلوار سے زخم لگاؤں گا۔ میں تمام جنوں اور انسانوں کے امام اور ان کی بہو بیٹیوں کی مدد کر رہا ہوں اور اپنے اس عمل سے اپنے خالق کو راضی کر رہا ہوں' جو پاک ومنزہ ہے"۔

اس کے بعد حملہ کر کے ستر لعینوں کو ہلاک کیا اور خود جام شہادت نوش فرمایا۔

احمد بن محمد ہاشمی

احمد نے میدان میں آ کر یوں رجز پڑھا۔

"آج اس تلوار کے ساتھ جو میرے ہاتھ میں ہے جس دین کو مانتا ہوں

اسی دین کی اور اپنے اس آقا کی حمایت کرتا ہوں جو علی علیہ السلام کا فرزند ہے"۔

اس کے بعد حملہ کر کے اسی ناریوں کو جہنم رسید کیا اور پھر شہادت پائی۔ (اللہ کی ان پر رحمتیں ہوں)

امام حسینؑ کی بیکسی۔ استغاثہ امام هل من ناصر ینصرنا

امام علیہ السلام نے دائیں بائیں نظر دوڑائی، اپنے ساتھیوں کی لاشوں کے سوا کچھ نظر نہ آیا۔ یہ منظر دیکھ کر فرمایا۔ "کیا کوئی ہے جو اس وقت ہماری مدد کو آئے۔

کیا کوئی بہشت کا طلبگار نہیں جو ہماری حفاظت کرے۔ کیا کوئی عذاب خدا سے نہیں ڈرتا جو ہمارے اوپر رحم کرے۔ کوئی ایسا درد دوست نہیں جو اس مصیبت کو ہم سے دور کرے"۔ اس کے بعد یہ اشعار پڑھے۔

"میں بنی ہاشم میں علیؑ کا بیٹا ہوں۔ یہ اعزاز فقط اور فقط میرے لیے ہے کہ میں علیؑ و فاطمہؑ کا بیٹا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نواسہ ہوں۔ میرے چچا جعفر طیار بہشت میں ہیں۔ ہمارے وسیلے سے خداوند تعالیٰ نے ہدایت کو گمراہی سے الگ کیا۔ ہم زمین پر خدا کے انوار ہدایت ہیں جن سے زمین روشن ہے۔ ہم حوض کوثر کے مالک ہیں اور اپنے دوستوں کو اس سے سیراب کرتے ہیں۔ کسی کو اس سے انکار نہیں ہے۔ تمام مخلوق خدا میں ہمارے شیعہ ہی ہمارے طرفدار ہیں۔ ہمارے دُشمن قیامت کے روز خسارے میں ہوں گے۔ اس کے لیے بہترین صلہ ہے جو بعد شہادت ہماری زیارت کو آئے گا۔ وہ صلہ بہشت عدن سے کم نہیں"۔

حر بن یزید ریاحی

امام حسین علیہ السلام کے اس کلام نے حر کو اتنا متاثر کیا کہ وہ اپنے بھائی فرۃ سے کہنے لگا۔ "حسین علیہ السلام کو دیکھتے ہو کس طرح مدد کے لیے پکار رہے ہیں۔ کوئی شخص اگر پناہ مانگے تو اسے پناہ دینی چاہئے۔ ان کے بیٹے، بھائی اور ساتھی شہید ہو چکے ہیں۔ وہ خود تیروں اور تلواروں کے درمیان کھڑے ہیں۔ کیا تم

میرے ہمراہ ان کے پاس جانے کو تیار ہو؟ تا کہ ان کی حفاظت کریں۔ کیونکہ یہ دُنیا فانی ہے اور اس کے رہنے والے بھی یہاں ہمیشہ رہنے والے نہیں ہیں۔ شاید ہم بھی شہادت کی سعادت پا سکیں'' بھائی نے کہا۔'' مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے''۔

حر یہ سن کر اپنے پاس آئے اور کہا۔'' بیٹا! مجھ میں خدا کے عذاب اور جہنم کی آگ کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ کل احمد مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہم اپنا مخالف بنالیں گے۔ کیا تم حسین علیہ السلام کو نہیں دیکھتے۔ کیسے مدد کے لیے فریاد کر رہے ہیں اور کوئی ان کی فریاد نہیں سن رہا۔ بیٹا! آؤ ان کی طرف چلیں۔ ان کی مخالفت کے لیے دُشمن سے لڑیں۔ شاید اس عمل سے ہمیں شہادت کی سعادت نصیب ہو جائے'' بیٹے نے کہا'' بہ دل و جان چلے''۔

(ابن زیاد کی گرفت سے بچنے کے لیے) دونوں ظاہراً امام حسین علیہ السلام کے لشکر کی طرف اس انداز سے نکلے جیسے حملے کا ارادہ ہو۔ بعد میں حر گھوڑے سے اتر آئے اور امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں پہنچ کر سر کو جھکا لیا۔ امام حسین علیہ السلام کے ہاتھ پاؤں کے بوسے لیتے تھے اور روتے تھے۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔

'' اے حر! اپنا سر اٹھاؤ''۔ حر نے امام کو دیکھا اور عرض کیا۔'' مولا! میں ہی تھا جس نے آپ کو واپس جانے سے منع کیا۔ مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ یہ بدترین قوم آپ سے ایسے پیش آئے گی۔ اب میں اپنے گناہوں کی معافی مانگتا ہوں۔ مولا! میں آپ پر اپنی جان قربان کرتا ہوں۔ مولا! میرے گناہوں کے مقابلے میں یہ قربانی نہایت حقیر ہے۔ اب مجھے جنگ کی اجازت دیجئے۔ مولا! کیا میری یہ توبہ قبول ہو سکتی ہے؟''۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔'' اگر تو اپنے کئے پر پشیمان ہے تو خداوند تعالیٰ ارحم الرحمین ہے۔ تیری توبہ قبول کرے گا اور تیری مغفرت کرے گا''۔

حر کے بیٹے کی شہادت

حضرت حر اپنے بیٹے کو لے کر میدان میں آئے اور بیٹے سے کہا۔'' بیٹا!

ان ظالموں پر حملہ کرو"۔ بیٹے نے سخت جنگ کی اور ستر لعینوں کو ہلاک کیا اور بعد میں خود بھی زخمی ہو کر شہید ہو گیا۔ حر نے بیٹے کی شہادت پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "خدا کا شکر ہے کہ اس نے امام حسین علیہ السلام پر جان قربان کرنے کی سعادت بخشی"۔

شہادت جناب حُر

اس کے بعد حر امام کے خدمت میں آئے اور عرض کی۔ "مولا مجھے مرنے کی اجازت دیجئے۔ میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے آپ سے زیادتی کی تھی۔ اب چاہتا ہوں کہ آپ پر فدا ہو جاؤں"۔

امام نے کہا۔ "اجازت ہے۔ میدان میں جاؤ۔ خدا تمہاری نصرت کرے"۔ حر میدان میں آئے اور یہ رجز پڑھا۔

"اگر میں حسینؑ بن فاطمہؑ سے جنگ کرتا تو خائن امیر بن امیر بن کر غدار قرار پاؤں گا اور میری روح ان (حسینؑ) کو پریشان کرنے اور ان سے الگ ہونے پر اور اس خائن کی بیعت کرنے پر مجھے ملامت کرتی۔ ان (حسینؑ) کی مدد نہ کرنا پشیمانی ہے۔ جو اور کوئی بھی ان کی نصرت سے دست کش ہوں گے سخت پشیمان ہوں گے۔ مجھے یہ سخت ناگوار ہے کہ ایسے لوگوں (حسینؑ اور اصحاب حسینؑ) سے پیٹھ پھراؤں کہ جن پر ظلم کو روا رکھنے والا حق سے منحرف شدہ ہے۔ (اے کوفیو!) اس جنگ سے باز رہو ورنہ تمہیں ایک قوی اور بہادر فوج کا مقابلہ کرنا پڑے گا اور ان کی جنگ کی اور ان کے حملوں کی تم میں تاب نہیں ہے۔ جوان (حسینؑ) کی نصرت میں جنگ کرے خدا اس کی روح کو رحمت عطا کرے گا اور سیراب کرے گا۔ ان (شہداء کی لاشوں) کی قبروں پر کھڑے تھے لیکن ہمارے جسم ٹکڑے ٹکڑے ہوتے محسوس ہوتے تھے اور آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ اپنی جان کی قسم! وہ لڑائی کے میدان میں بہت بہادر ہیں جس طرح طاقتور شیر تیزی سے میدان کی طرف آتا ہے ہم شیر دل پہلوان اپنی تلواروں سے فرزند رسولؐ کی حفاظت و نصرت کر رہے ہیں"۔

اس کے بعد ایسا شاید حملہ کیا کہ دُشمن کے لشکر کے درمیان پہنچ گئے۔ بڑے بڑے ناموں پہلوانوں کو جن کی تعداد سو سے زیاد تھی تہ تیغ کیا اور امام کی خدمت میں واپس آئے۔ دوبارہ میدان میں آکر یہ رجز پڑھا۔

"یہ موت ہے۔ جو چاہے کر' موت کا مزہ ضرور چکھے گا۔ فرزند مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی حرم کی حفاظت کرتا کہ شاید اپنے اس کھیت (عمل) کا ثمر پالے۔ یہ قوم اپنے پروردگار کی مخالفت کر کے نقصان اٹھائے گی۔ یہ چاہتے ہیں کہ دین (اسلام کو ختم کر دیں' لیکن دین ظاہر بظاہر موجود ہے۔ آل محمدؐ کی ہلاکت کا ارادہ کئے ہوئے ہیں' اس حقیقت کے باوجود کہ ان کے جد قیامت کے روز شفاعت کرنے والے ہیں" پھر حملہ کیا اور کہا۔ "اے اہل کوفہ! اے دغا بازو! تم نے اس امام کو کیوں دعوت دے کر بلایا تھا تم تو کہتے تھے کہ ان کی نصرت کریں گے۔ لیکن جب وقت آیا تو ان سے دھوکہ کیا اور ان پر فوج کشی کر دی۔ چاروں طرف سے انہیں گھیر لیا اور وہ جہاں جانا چاہتے تھے ان کو جانے بھی نہ دیا۔ اب تمہارے مقابلے کے لیے وہ تنہا باقی رہ گئے ہیں۔ یہودی' نصرانی' جانور سب پانی پی رہے ہیں لیکن حسین علیہ السلام اور ان کے اہل بیت پر تم نے پانی بندش کر دی۔ خدا کی قسم! اہل بیت سے ایسا برتاؤ روا رکھ کر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غضب سے ڈرو۔ تم کو کیا ہو گیا ہے؟ کیوں نہیں سمجھتے؟ خدا تمہیں روز قیامت پیاسا رکھے گا اگر تم اپنے اس ظلم سے باز نہ آئے اور توبہ نہ کی"۔ اس کے بعد بلند آواز سے رونے لگے اور یہ رجز پڑھنے لگے۔ "میں حر ہوں اور بہترین مہمان نواز ہوں۔ میں اپنی تلوار سے ایسی ضرب لگاتا ہوں جو ہلاک کئے بغیر نہیں رہتی۔ میں اس کی نصرت کر رہا ہوں جو اس زمین پر سب سے بلند و بالا مرتبے والا ہے"۔ پھر حملہ کر کے اسی سے زیاد کافروں کو واصل جہنم کیا۔ عمر سعد یہ دیکھ کر بولا۔ "تم پروائے ہو۔ اس کو تیروں کا نشانہ بناؤ تا کہ اس کی کھال ایک چوزے کی مانند ہو جائے"۔

حر زخمی ہو کر زمین پر گر گئے۔ انہیں شہید کر دیا گیا اور ان کا سر کاٹ کر امام حسین علیہ السلام کی طرف پھینک دیا۔ آپ نے حر کا سر اٹھایا چہرے اور دانتوں

سے خون صاف کیا اور فرمایا۔ ''خدا کی قسم! تیری ماں نے تیرا نام حر رکھنے میں کوئی غلطی نہیں کی۔ تو دُنیا میں آزاد اور آخرت میں سعادت مند ہے''۔ پھر حر کی بخشش کے لیے یہ دُعا مانگی۔

''حر بن ریاح کیسا آزاد مرد تھا۔ مرحبا اے حر! تو نیزوں کے باہم مل کر چلنے کے وقت سینہ سپر ہو گیا۔ اسی طرح بہادر اپنے سینوں پر تلواریں لیتے ہیں۔ آفریں اے حر! کہ تو نے مجھ (حسینؑ) کی نصرت اس وقت کی اور اپنی جان قربان کی جس وقت میں نے مدد کے لیے پکارا تھا۔ وہ شخص ہدایت یافتہ اور مغفرت یافتہ ہے جس نے میری نصرت کی''۔

اہل بیت کی جنگ

امام حسین علیہ السلام نے دائیں بائیں نظر کی جب کوئی یارو مددگار نظر نہ آیا تو فرمانے لگے''۔ ''**واغربتاه واعطشاه**''۔ کوئی ہے جو ہماری مدد کرے! کوئی ہے جو ہمیں پناہ دے! کوئی ہے جو حرم رسولؐ کی حفاظت کرے!''۔

یہ صدائیں سن کر دو ماہ پارے خیموں سے برآمد ہوئے۔ یہ دونوں امام حسن علیہ السلام کے فرزند جناب احمد و جناب قاسم تھے۔ دونوں نے چچا کے پاس آکر عرض کیا۔ لبیک! لبیک! (ہم حاضر ہیں! ہم حاضر ہیں!) ہمارے آقا ہم آپ کے فرمان بردار و مطیع ہیں۔ خدا کا آپ پر درود و سلام ہو''۔ امام علیہ السلام نے دونوں بھتیجوں سے فرمایا۔ ''بیٹا میدان میں جاؤ اور اپنے جد کے خاندان کی حفاظت میں ایسی جنگ کرو کہ زمانہ تمہاری مثال نہ پیش کر سکے۔ خدا تمہاری مدد کرے''۔

حضرت قاسم بن امام حسنؑ

حضرت قاسم میدان میں آئے۔ آپ کی عمر چودہ سال تھی۔ دُشمن کی فوج پر ایسا شاید حملہ کیا ستر ناریوں کو ہلاک کیا۔ اس دوران ایک ملعون نے چھپ کر ان پر ایسا وار کیا کہ سر شگافتہ ہو گیا۔ شدت زخم کی وجہ سے گھوڑے سے زمین پر منہ کے بل آئے اور چچا کو آوازی دی۔ ''چچا جان میری مدد کو آیئے''۔ امام نہایت تیزی

سے وہاں پہنچے۔ دُشمنوں کو وہاں سے بھگایا۔۔ جناب قاسم زخموں سے چور زمین پر پاؤں مار رہے تھے۔ اسی حالت میں روح قبض عنصری سے پرواز کرگئی۔ امام حسین علیہ السلام نے لاش کو گھوڑے پر رکھا اور فرمانے لگے۔ ''خداوند! تو بہتر جانتا ہے کہ ان (دشمنوں) نے ہمیں دعوت دے کر بلایا۔ اس کے بعد ہمارے خلاف محاذ بنا کر سب اکٹھے ہو گئے۔ خدایا! تو ان پر آسمان سے پانی نہ برسا اور انہیں اپنی رحمت سے محروم کر دے۔ خدایا! ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دے۔ انہیں مختلف گروہوں میں تقسیم کر دے اور ان کے حاکموں کو ان سے راضی نہ رکھ۔ خداوند! اگر دُنیا میں فتح ہمارے نصیب میں نہیں تو آخرت میں اسے ہماری کامیابی قرار دے اور اس ظالم قوم سے ہمارا انتقام لے''۔

پھر جناب قاسم کو دیکھ کر رونے لگے اور فرمایا۔ ''خدا کی قسم! تیرے چچا پر یہ امر انتہائی گراں ہے کہ تو مدد کے لیے پکارے اور تیرے چچا جواب نہ دے سکے (تیری مدد نہ کر سکے) بیٹا آج کے دن تیرے چچا کے مددگار کم ہیں اور ظلم کرنے والے بہت ہیں۔'' اس کے بعد جناب قاسم کی لاش کو لا کر اہل بیت کے دوسرے جوانوں کی لاشوں کے ساتھ رکھ دیا

حضرت احمد بن امام حسنؑ

جناب قاسم کے بعد ان کے بھائی احمد بن کی عمر سولہ سال تھی میدان میں آئے اور اسی سواروں کو ہلاک کیا۔ اس کے بعد اس حال میں چچا کے پاس آئے کہ دونوں آنکھیں پیاس کی شدت سے اندر دھنس گئی تھیں۔ کہا۔ ''چچا جان! کیا پانی کا ایک گھونٹ مل سکتا ہے؟ کہ پی کر خدا اور رسولؐ کے دُشمنوں سے لڑنے کی کچھ طاقت آ جائے؟''۔ امامؑ نے فرمایا ''بیٹا تھوڑا اور صبر کرو۔ نانا تمہیں ایسا سیراب کریں گے کہ کبھی پیاس محسوس نہ ہوگی''۔

چنانچہ احمد دوبارہ میدان میں آئے اور یہ رجز پڑھا۔ ''میں اتنا اور صبر کروں گا کہ مجھے موت آ جائے۔ میری روح و بدن جہاد کے لیے تیار ہیں۔ میں موت سے نہیں ڈرتا بلکہ موت کو ڈراؤں گا مجھے جنگ میں کوئی خوف و خطر نہیں

ہے''۔ پھر دوبارہ ایسا شدید حملہ کیا کہ پچاس سوار مزید قتل کیے اور یہ اشعار پڑھے۔

''تم پر احمد مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزندوں کی ایسی کاری ضربیں لگتی ہیں کہ جو شیر خوار بچوں کو بھی بوڑھا کر دیتی ہیں۔ یہ تیز تلوار کی ضربیں تمام کافروں کو نیست و نابود کر دیں گی''۔ اس کے بعد ایک مرتبہ پھر حملہ کیا اور ساٹھ سوار فی النار کیے یہاں تک کہ زخموں سے چور چور ہو کر شہادت پائی۔

حضرت ابوالفضل عباس علیہ السلام

جب امام حسین علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں پر پیاس کا غلبہ ہوا تو امام حسینؑ نے اپنے بھائی حضرت عباسؑ کو فرمایا کہ اہل بیت کے مردوں کو جمع کر کے ایک کنواں کھود دو۔ حضرت عباسؑ! نے تعمیل ارشاد کی لیکن افسوس اس میں سے پانی نہ نکلا۔ تب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ ''بھائی فرات پر جاؤ اور ہمارے لیے کچھ پانی لاؤ''۔

حضرت عباسؑ نے تعمیل حکم کی اور چند اصحاب کے ہمراہ فرات کی طرف گئے۔

ابن زیاد کے سپاہیوں نے انہیں دیکھ کر پوچھا۔ ''تم کون لوگ ہو؟''۔ کہا۔ ''ہم حسین علیہ السلام کے صحابی ہیں''۔ پوچھا۔ ''کیا چاہتے ہو؟''۔ فرمایا۔ ''ہم پر پیاس کا غلبہ ہے اور ہمارے لیے سب سے زیادہ افسوس ناک چیز امام حسین علیہ السلام کی تشنگی ہے''۔

یہ سن کر ان سب لعینوں نے یکبارگی حملہ کیا۔ حضرت عباسؑ اور اصحاب نے بھی ان کے حملے کا جواب دیا اور دشمن کے کچھ سپاہی ہلاک ہو گئے۔ اس وقت حضرت عباسؑ نے یہ رجز پڑھے۔

''ہم ہدایت یافتہ دل کے ساتھ اس قوم کو ہلاک کر رہے ہیں۔ دختر پیغمبرؐ کے فرزند کی مدد کر رہے ہیں۔ تم پر اس لیے تلواروں کے وار کر رہے ہیں تاکہ تم ہمارے آقا و مولا کے مقابلے سے دستبردار ہو جاؤ۔ میں عباسؑ ہوں اور مجھے حضرت علیؑ مرتضیٰ علیہ السلام کے خاندان کی محبت و مودت کی تائید حاصل ہے''۔

اس کے بعد دُشمن پر ایسا سخت حملہ کیا کہ کچھ دُشمن ہلاک ہو گئے اور کچھ دائیں بائیں بھاگ گئے۔ اس وقت حضرت عباسؑ یہ رجز پڑھتے تھے۔ ''میں موت سے ہرگز نہیں ڈرتا۔ جو چاہے آ جائے۔ میں موت سے ملاقات کے لیے خود چل کر آیا ہوں۔ میں نے اپنی جان کو اس پاک جان کے حوالے کر دیا ہے۔ میں جنگ میں صبر کے ساتھ ثابت قدم رہنے والا ہوں تا کہ (دُشمن کے) سر جدا کروں اور جسم ٹکڑے ٹکڑے کروں۔ میں عباسؑ ہوں۔ جنگ میں سختی سے (دُشمن کا) سامنا کرتا ہوں۔

حضرت عباسؑ کا نہر میں داخل ہونا

دُشمن کو بھگا کر حضرت عباسؑ نہر میں داخل ہوئے اور ایک مشکیزہ جو ساتھ لائے تھے پانی سے بھر لیا۔ ایک چلو میں پانی بھرا کہ پئیں لیکن امام حسین علیہ السلام کی پیاس یاد آ گئی اور فرمایا۔ ''اے میری زندگی!! حسینؑ کے بعد تیری کوئی قیمت نہیں۔ اس کے بعد مجھے زندہ نہیں رہنا چاہئے۔ حسینؑ تو موت کا کڑوا گھونٹ نگل رہے ہیں اور تو ٹھنڈا پانی پینا چاہتا ہے۔ میرا دین ہرگز اس کی اجازت نہیں دیتا 'نہ ہی آخرت پر یقین رکھنے والے کو یہ کام سزاوار ہے''۔

حضرت عباسؑ کی جنگ

حضرت عباسؑ گھاٹ سے باہر آئے تو چاروں طرف سے تیروں کی ایسی بارش ہو گئی کہ ان کی زرہ مرغی کے چوزے کی طرح نظر آنے لگی۔ مبرص بن شیبان لعین نے حملہ کر کے آپ کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا۔ حضرت عباسؑ نے تلوار بائیں ہاتھ میں لے کر حملہ کیا اور یہ رجز پڑھا۔

''خدا کی قسم اگر میرا بایاں ہاتھ بھی جدا کر دیں تو بھی میں اپنے اس امامؑ کی حمایت کروں گا جو سراپا ایمان ہے' جو حضرت فاطمہ کا بیٹا ہے۔ میں اللہ اور اس کے پیغمبرؐ پر ایمان رکھتا ہوں اور تصدیق کرتا ہوں''۔

حضرت عباسؑ نے اس حملے میں بہت سوں کو فی النار کیا اور مشک

کاندھے پر رکھے ہوئے آگے بڑھے۔اس وقت عمر سعد اپنے لشکر سے اس طرح مخاطب ہوا۔ "تم پر افسوس! مشک کو تیروں سے چھلنی کردو۔خدا کی قسم اگر یہ پانی حسینؑ تک پہنچ گیا تو ہم میں سے ایک بھی زندہ نہ بچے گا"۔

چنانچہ حضرت عباسؑ پر دشمن نے مل کر شدید حملہ کیا۔لیکن حضرت عباسؑ نے ایک سو اسی سواروں کو ہلاک کر دیا۔عبداللہ بن یزید شیبانی نے بائیں بازو پر وار کر کے اسے بھی جدا کر دیا۔حضرت عباسؑ نے تلوار کو اپنے ہونٹوں میں دبایا اور اسی شدت سے حملہ کیا اور یہ رجز پڑھا۔

"اے نفس! ان کافروں سے نہ ڈر۔تیرے لیے رحمت خدائے جبار کی خوشخبری ہے۔وہی رحمت جو پاک پیغمبرؐ اور ان کی نسل پر سایہ فگن ہے۔انہوں نے اپنے ظلم سے میرا دایاں ہاتھ الگ کر دیا۔(اور بایاں بھی) خدایا! انہیں جہنم کی جلتی آگ میں ڈال دے"

آپ نے اس حالت میں کہ دونوں بازوؤں سے خون بہہ رہا تھا سخت حملہ کیا۔اسی دوران ایک لعین نے ایک آہنی گرز آپ کے سر مبارک پر اس زور سے مارا کہ سر شگافتہ ہو گیا اور آپ زین سے زمین پر آ گئے۔اس وقت مولا کو پکارا۔"یا ابا عبداللہ! خدا حافظ!" جونہی امام علیہ السلام کے کانوں تک حضرت عباسؑ کی یہ آواز پہنچی آپ نے۔"ہائے بھائی! ہائے عباسؑ! ہائے میری جان ودل!" کہتے ہوئے دُشمن پر حملہ کیا۔دشمن کو دور کر کے بھائی کے پاس آئے۔انہیں گھوڑے پر لاد کر خیمہ میں لائے۔لاش زمین پر رکھ دی اور اس زور سے گریہ کیا کہ تمام مرد وزن گریہ کرنے لگے۔بعد میں فرمایا۔"خدا تمہیں جزائے خیر دے! تو میرا کیسا اچھا بھائی تھا۔تو نے خدا کی راہ میں جنگ کر کے حق جہاد ادا کیا"۔

حضرت علی اکبرؑ

اس کے بعد حضرت علی اکبر میدان میں آئے اور یہ رجز پڑھا۔

"میں حسین بن علی علیہ السلام کا بیٹا علیؑ ہوں۔خانہ خدا کی قسم! ہم سے زیدہ کوئی پیغمبرؐ کا حامی نہیں۔میں تلوار سے اس قدر ضربیں لگاؤں گا کہ میری تلوار

کند ہو جائے گی۔ کیونکہ یہ ضربیں ایک ہاشمی مرد کی ہیں۔ نیزے سے اتنے وار کروں گا کہ ٹیڑھا ہو جائے گا"۔ پھر آپ نے باغیوں پر ایسا حملہ کیا کہ ایک سواسی دُشمنوں کو ہلاک کر دیا۔ ایک لعین نے جو چھپا بیٹھا تھا آپ کے سر پر ایک لوہے کا گرز مارا۔ آپ زین سے زمین پر آ گئے اور باپ کو پکارا۔ "بابا! خدا حافظ! میرا آخری سلام لیں۔ یہ میرے نانا رسول اللہؐ ہیں۔ یہ میرے دادا علیؑ ہیں۔ یہ میری دادی فاطمہ سلام اللہ علیہا ہیں۔ یہ سب مجھے کہتے ہیں بیٹا جلدی آؤ۔ یہاں ہم سب آپ کے مشتاق ہیں"۔

جونہی حضرت علی اکبرؑ شہید ہوئے تمام خیموں میں مستورات کے رونے کی آوازیں بلند ہوئیں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے انہیں خاموش رہنے کی تلقین کی۔ فرمایا۔ "ابھی رونے کو بہت وقت ہے"۔ ایک سرد آہ کھینچی۔ اس کے بعد آپ نے نانا (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ) کی قبا منگوا کر زیب تن کی اور آنحضرتؐ کی زرہ "فاضل" اور عمامہ "سحاب" زیب تن کئے۔ ذوالفقار ہاتھ میں لی اور گھوڑے پر سوار ہوئے۔ دُشمنوں پر حملہ کر کے حضرت علی اکبر کی لاش سے دور بھگایا۔ ان کا سر اپنے زانو پر رکھ کر چہرے سے خون اور غبار صاف کیا اور فرمایا۔ "خدا تیرے قاتل پر لعنت کرے۔ یہ لوگ خدا اور رسولؐ کے ساتھ کس قدر ظلم کر رہے ہیں"۔ اس صدمے سے آپ کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو گئیں۔

حضرت زینبؑ کو حضرت علی اکبرؑ کی موت کا صدمہ

حمید بن مسلم کے حوالے سے عمارہ بن سلیمان اس طرح روایت کرتا ہے۔
"میں نے دیکھا کہ ایک خاتون حسین علیہ السلام کے خیموں سے باہر آئی اور یوں پکاری۔ "ہائے میرے بچے! ہائے میرے شہید! ہائے میری بیچارگی! ہائے میری غربت! ہائے میرے جان و دل! کاش یہ دن دیکھنے سے پہلے میں نابینا ہو گئی ہوتی۔

کاش میں مٹی میں مل گئی ہوتی!"۔ امام تیزی سے ان کی طرف گئے اور خیمہ میں واپس بھیجا۔ میں نے ان کا نام پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ یہ زینبؑ بنت علیؑ ہیں۔ امام

حسین علیہ السلام انہیں روتا دیکھ کر خود بھی رونے لگے اور فرمایا۔ وانا الیہ راجعون۔ پھر امام حسین علیہ السلام نے بیٹے (علی اکبرؑ) کو اپنے زانو پر لیا اور فرمایا۔ ''بیٹا! تم کو دنیا کے غموں سے نجات مل گئی اور آرام کی جگہ پہنچ گئے ہو۔ تمہارا باپ پیچھے رہ گیا ہے دیکھو کب تمہارے پاس آتا ہے؟''۔

حضرت علی اصغرؑ

امامؑ واپس ام کلثومؑ کے خیمہ میں آئے اور فرمایا۔ ''بہن! میں اپنے ششما ہے کہ متعلق تم سے درخواست کرتا ہوں کہ اس کا خیال رکھنا کیونکہ یہ ابھی بہت چھوٹا ہے۔ حضرت ام کلثوم نے فرمایا۔ ''اے بھائی! اس بچے نے تین روز سے پانی تک نہیں پیا۔ اس کے لیے تھوڑا سا پانی کسی طرح لائیں''۔ امام بچے کو گود میں لے کر فوج اشقیاء کی طرف آئے اور فرمایا۔ ''تم لوگ میرے بھائی بھتیجوں اور اصحاب کو قتل کر چکے ہو۔ اب سوائے اس معصوم بچے کے میرے پاس کچھ باقی نہیں رہا۔ یہ پیاس کی شدت سے نڈھال ہے۔ ایک گھونٹ پانی اسے پلا دو''۔ امام کا یہ کلام ابھی جاری تھا کہ ادھر سے ایک ظالم نے ایسا تیر چلایا کہ بچے کی گردن ایک طرف سے کاٹ کر دوسری طرف سے نکل گیا۔ راوی کہتا ہے کہ یہ تیر ایک لعین قدیمہ عامری نے چلایا تھا۔ امام حسینؑ نے بچے کی گردن کا خون اپنے ہاتھ میں لیا اور آسمان کی طرف پھنکا اور فرمایا۔ ''خدایا! میں اس قوم پر تجھے گواہ کرتا ہوں جنہوں نے یہ عہد کیا ہوا ہے کہ تیرے نبیؐ کے خاندان کے ایک فرد کو بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے۔

حضرت علی اصغرؑ کی شہادت پر خیموں میں قیامت

امام علیہ السلام اس معصوم بیٹے کی لاش خیموں میں اس طرح لائے کہ امام کے سینے پر شیر خوار بچے کا خون بہہ رہا تھا۔ بچے کی لاش حضرت ام کلثومؑ کو دے کر بہت روئے اور فرمایا۔ ''پروردگار! اب مجھے تنہا نہ چھوڑ۔ ظالموں نے ظلم کی انتہا کر دی ہے۔ ہمیں بے بس بنا دیا ہے۔ یہ اپنے اس عمل سے یزید کو خوش کرنا چاہتے ہیں۔ میرا بھائی عباس اکیلا مارا گیا اور اپنے خون میں نہایا ہوا میدان میں پڑا ہے۔ تیری ہی ذات ہے جو ان دُشمنوں کو ٹھکانے لگا سکتی ہے''۔

امام حسین علیہ السلام کا بیبیوں سے وداع ہونا

امام علیہ السلام نے پکارا۔ ''اے ام کلثوم! اے زینب! اے سکینہ! اے رقیہ! اے عاتکہ! اے صفیہ! خدا حافظ! یہ آپ سے میری آخری ملاقات ہے''۔ حضرت ام کلثوم نے کہا۔ ''اے بھائی! گویا آپ مرنے کو تیار ہیں؟''۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ ''بہن! وہ کیسے موت کے لیے تیار نہ ہو جس کا کوئی مونس و ہمدرد نہ رہا ہو''۔ جناب ام کلثوم نے عرض کی۔ ''اے بھائی! پھر ہمیں نانا کے پاس مدینہ بھیج دو''۔ امامؑ نے فرمایا۔ ''اگر قطا پرندے کا (شکاری) تعاقب نہ کرے تو وہ سو جاتا ہے''۔ یہ سن کر حضرت سکینہ رونے لگیں۔ امام حسینؑ نے انہیں اپنے سینے سے لگا کر ان کے آنسو پونچھے اور فرمایا۔ ''بیٹا سکینہؑ! میرے مرنے کے بعد تمہیں رونا ہی رونا ہے۔ (اس وقت) میری زندگی میں اپنے ان حسرت بھرے آنسوؤں سے میرا دل نہ دکھاؤ۔ ہاں میرے مرنے کے بعد تمہیں رونے کا اختیار ہے''۔

لشکر فاسق و فاجر اور امام حسین علیہ السلام

امام حسین علیہ السلام نے میدان میں آ کر لشکریوں کو یوں خطاب فرمایا۔ ''تم مجھ سے کیوں برسرِ پیکار ہو۔ کیا میں نے کسی حق سے انحراف کیا ہے؟ یا میں نے کوئی سنت بدلی ہے۔ یا شریعت کے اصول توڑے ہیں؟'' جواب ملا۔ ''آپ کے والد کے ساتھ دُشمنی کی وجہ سے ہم جنگ کر رہے ہیں جنہوں نے ہمارے باپ دادا کو بدر و حنین میں انجام موت تک پہنچایا''۔ حضرت نے یہ سن کر سخت گریہ کیا اور دائیں بائیں نظر کی۔ کوئی یار و مددگار دکھائی نہ دیا۔ کوئی خاک پر ماتھے کے بل پڑا تھا تو کسی کو موت نے خاموش کر دیا تھا۔ امامؑ نے انہیں پکارا۔ ''اے مسلم بن عقیل! اے ہانی بن عروہ! اے حبیب ابن مظاہر! اے زہیر بن قین! اے یزید ابن مظاہر! اور اے میرے بہادرو! میدان جنگ کے شہسوارو! میں تمہیں پکار رہا ہوں۔ تم جواب کیوں نہیں دیتے؟ میں تمہیں بلا رہا ہوں' تم سنتے کیوں نہیں؟ (شاید) تم

سو رہے ہو۔ میں تمہیں اٹھانا چاہتا ہوں۔ لیکن کیا تمہارے دل اپنے امام کی محبت سے خالی ہو گئے ہیں کہ اس آواز پر لبیک نہیں کہتے؟ یہ حرم رسول اللہ تمہارے بعد کمزور ولاچار ہو گئے ہیں اے غیرت مندو! اٹھو اور ان سرکشوں کو حرم رسول خدا سے دور کرو۔ لیکن افسوس! گردش زمانہ نے تم سے مکر کیا ہے ورنہ تم لوگ مجھے کب چھوڑنے والے تھے اور میری اس پکار پر کبھی خاموش نہ رہتے۔ تمہاری جدائی مجھ پر شاق ہے۔ میں بھی عنقریب تمہارے پاس آیا چاہتا ہوں۔ ''اناللہ وانا الیہ راجعون''۔

اس کے بعد یہ اشعار پڑھے۔ ''یہ ایسی قوم ہے کہ جب کوئی مشکل میں انہیں پکارے' چاہے تندوتیز سواروں کے گھیرے میں ہوں۔ اپنے جسموں کو زرہ میں لپیٹ کر جان قربان کرنے میں ایک دوسرے پر بازی لے جاتے ہیں۔ حسینؑ کے مددگار کیسے کیسے جوان تھے جنہوں نے اپنی جانیں قربان کر کے بہشت کے لباس زیب تن کر لیے ہیں''۔

اس کے بعد آپ نے قلب لشکر پر ایسا سخت حملہ کیا کہ دُشمن کی فوج تتر بتر ہو گئی اور ایک ہزار پانچ سو سواروں کو فی النار کیا اور خیمہ کی طرف واپس آئے اور یہ اشعار پڑھتے تھے۔ ''یہ قوم خدا کی نافرمانی کر کے اس کے اجر و ثواب کی مستحق نہیں رہی اور اپنے بغض و کینہ کی وجہ سے کہتے ہیں کہ ہم حسینؑ کو بھی ان کے ساتھیوں کے پاس بھیج دیں گے۔ تم پر صد افسوس اے ملعون قوم! تم سب حسینؑ کے مقابلے پر جمع ہو کر آئے ہو۔ اس لیے نہیں کہ میں نے کوئی قصور کیا تھا بلکہ اس لیے کہ میں دو انوار کا پرتو ہوں۔ ایک میرے والد علی علیہ السلام کے بعد ان کے جانشین ہیں' دوسرے خود پیغمبرؐ کی ذات جو حسب و نسب کے لحاظ سے ہاشمی ہیں اور تمام عالمین پر برگزیدہ ہیں۔ میرے پدر گرامی آفتاب ہیں تو مادر گرامی ماہتاب ہیں اور میں ان دو آفتاب و ماہتاب کا درخشاں ستارہ ہوں۔ ایسی نکھری ہوئی چاندی جس پر سونے کا چمکدار ملمع ہے۔ ایسی کھری چاندی ہوں' ایسے دو سنہرے دریاؤں کا موتی ہوں جس کے اندر سنہری اور سفید انوار کی چمک ہی چمک ہے۔ کون ہے جو میرے جد

کے مثل ہو اور کس کے بزرگان میرے بزرگان جیسے ہیں۔ میں دو عظیم ہستیوں کا فرزند ہوں۔ حق کی قسم میری ماں زہراؑ ہیں اور میرے والد وہ ہیں جن کی اطاعت جن وانس پر فرض ہے۔ خداوند تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل وتقویٰ کے لیے مخصوص کیا۔ میں ان دو نوروں کا نور ہوں۔ خداوند تعالیٰ نے میرے والد علیؑ اور جد رسولؐ کی بدر وحنین میں نصرت فرمائی۔ وہ وہی علیؑ مرتضیٰ ہیں جنہوں نے دو حرموں کی سرداری کی۔ خدا کی عبادت بچپن سے کی۔ جبکہ تمام قریش لات وعزیٰ بتوں کو پوجتے تھے۔ قریش دو بتوں کی پرستش کرتے تھے اور علیؑ دو قبلوں کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ رسول اکرمؐ کے ساتھ سات سال تک نماز پڑھی جبکہ ان دونوں کے علاوہ روئے زمین پر اور کوئی مسلمان نہ تھا۔ دشمنوں کے منصوبوں کے خلاف اسلام کے اصول نمایاں کئے۔ وہ دودھاری تیز تلوار کے مالک تھے۔ لات (بت) کے سامنے کبھی ایک لمحہ قریش کے ساتھ نہیں جھکے۔ وہ ان بہادروں کے ساتھ بدر وحنین کے میدان میں آئے تھے' بتوں کو چھوڑ کر منبر پر جا کر اس خدا کی حمد وثناء بیان کی جس کی حمد کرنا ہم سب پر (تا قیام قیامت) جب تک سورج اور چاند آسمان پر روشن ہیں واجب ولازم ہے۔ اپنے حملوں سے دونوں لشکروں کے مدہوش کافروں کا شرک کاٹ کر رکھ دیا۔ میں اس (خدا کی) آنکھ اور (خدا کے) کان یعنی علیؑ) کا بیٹا ہوں کہ مشرق ومغرب کے لوگ انہیں تسلیم کرتے ہیں۔ ہم مشرق ومغرب کے مالک پانچ اصحاب کساء میں ہیں اور چھٹے جبرائیلؑ ہیں۔ خانہ کعبہ' عرفات' مشعر الحرام ہماری وجہ سے قائم ہے۔ تمام خوبیاں ہماری وجہ سے فخر ومباہات کرتی ہیں۔ اپنے حسب ونسب سے ہم اس بلند مقام کے مالک ہیں۔ خداوند حرمین جو سارے جہان کا خالق ہے انہیں (علیؑ کو) جزائے خیر دے جو دین کی رسی ہیں۔ اس کے علاوہ حوض کوثر کے مالک اور مومنین کے لیے عزت واکرام کا سبب ہیں ان کی ہیبت سے دشمن کی صفیں بکھر جاتی ہیں۔ ان کے عمل اس دنیا میں ایسے ممتاز تھے جیسے حالت رکوع میں اپنی انگوٹھی صدقہ میں دے دی۔ انہوں نے حنین کی لڑائی میں مد مقابل آتے والے لشکر کے پاس اکھاڑ دیئے۔ اے

شیعان پیغمبرؐ خدا! خوش رہو کہ کل قیامت کے روز حوض کوثر سے سیراب ہونے والے آپ کو لوگ ہی ہوں گے۔ان پر خدا کا درود وسلام کہ انہیں حسنؑ اور حسینؑ جیسے فرزند عطا کئے''۔

امام حسین علیہ السلام نہر فرات میں

اس کے بعد مولا نے ان باغیوں پر ایسا حملہ کیا کہ انہیں فرات کے گھاٹ سے دور کر دیا اور نہر میں داخل ہو گئے۔آپ کا گھوڑا بھی چونکہ پیاسا تھا۔آپ نے جب پانی کی ٹھنڈک محسوس کی تو اپنا سر مبارک جھکایا تا کہ پانی پئیں لیکن دل نہ چاہا۔پھر آپ نے اتنا انتظار کیا کہ کم از کم گھوڑا تو سیراب ہو جائے۔اتنے میں ایک آواز سنائی دی۔''حسینؑ! دشمنوں نے خیموں پر حملہ کر دیا۔جلد خیموں کی طرف آئیں!''۔حضرت نے چلو سے پانی گرادیا اور خیموں کا رخ کیا لیکن وہاں کوئی دشمن موجود نہ تھا۔سمجھ گئے کہ یہ دھوکا بازی تھی۔دوبارہ نہر کا رخ کیا۔اس مرتبہ حضرت نے یہ اشعار پڑھے۔''اگر روزی کی تقسیم مقرر ہو چکی ہے تو انسان اس میں کم کوشش صرف کرے۔اگر مال جمع کر کے یہاں ہی چھوڑنا ہے تو پھر اس کے خرچ کرنے میں بخل کیسا؟ اگر جسم موت کے لیے خلق ہوئے ہیں تو پھر راہ خدا میں جان دینا بہتر ہے۔اے اہل بیت رسولخداؐ! تم پر خدا کی سلامتی ہمیشہ رہے۔میں آج تمہارے پاس سے جارہا ہوں۔میں ہر منافق کافر ملعون کو دیکھتا ہوں کہ وہ اپنی جہالت کی بناء پر ہمیں ختم کرنا چاہتا ہے۔خداوند تعالیٰ کی حلم و بردباری نے اسے دھوکے میں ڈال دیا ہے۔

کیونکہ وہ کریم اور حلیم (عذاب دینے میں) جلدی نہیں آتا۔افسوس ان پر جنہوں نے خدا اور پیغمبرؐ کے احکام سے انکار کیا۔وہ (خدا) جیسے چاہتا ہے کرتا ہے''۔

امام حسینؑ کا دوسرا حملہ

آپ نے دوبارہ سخت حملہ کیا اور دائیں بائیں بے شمار ملعونوں کو تہہ تیغ کیا

شمر لعین یہ منظر دیکھ کر عمر سعد ملعون کے پاس آیا اور کہا۔ ''یہ جوان مرد اپنی اس جنگ میں ہم میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑے گا''۔ پھر کیا کرنا چاہئے؟''۔ شمر بولا۔ ''لشکر کو تین دستوں میں بانٹ دو۔ ایک دستہ تیروں۔ دوسرا نیزہ اور تیسرا آگ اور پتھروں سے یکبارگی حملہ کریں''۔ چنانچہ اس پر عمل کیا گیا۔ کچھ لشکری تیر چلا رہے تھے' کچھ نیزوں اور تلواروں سے ضربیں لگاتے تھے یہاں تک کہ حضرت کا جسم زخموں سے چور ہو گیا۔ خولی ملعون نے ایک تیر سے حضرت کے گلے کو نشانہ بنایا اور آپ زین پر نہ رہ سکے اور زمین پر آ گرے۔ اس حالت میں کہ خون میں نہائے ہوئے تھے۔ یہ بھی روایت ہے کہ یہ تیر خولی نے نہیں بلکہ ابوقدامہ عامری نے چلایا تھا۔ امام نے اپنے گلے سے تیر کو اپنے ایک ہاتھ سے کھینچ کر نکالا اور خون اپنے چلو میں لے کر اپنے چہرے اور ڈاڑھی کو لگایا اور فرمایا۔ ''اسی حالت میں اپنے جد سے ملاقات کروں گا اور اس ظلم کی شکایت ان سے کروں گا''۔ اس کے بعد آپ غشی طاری ہو گئی۔ غشی سے ذرا افاقہ ہوا تو اٹھنے کی کوشش کی تاکہ دوبارہ جنگ کریں لیکن اٹھ نہ سکے۔ آپ نے سخت گریہ کرتے ہوئے فرمایا۔ ''ہائے میرے نانا! ہائے میرے بابا علی علیہ السلام! ہائے میرے بھائی حسنؑ! ہائے میری پیاس! ہائے میری غربت! ہائے کوئی مددگار نہیں رہا! کیا میں اس مظلومی کی حالت میں قتل ہو جاؤں گا؟ جبکہ میرے جد محمد مصطفیؐ ہیں۔ کیا میں پیاسا قتل کیا جاؤں گا جبکہ میرے بابا علی مرتضیٰؑ ہیں۔ میری حرمت پامال ہو رہی ہے۔ جبکہ میری مادر گرامی فاطمہ زہراؑ ہیں''۔

پھر دوبارہ غشی طاری ہو گئی' اس حالت میں تین گھنٹے بے حس و حرکت پڑے رہے۔ لشکریوں کو تعجب اور حیرت تھی۔ یہ نہ معلوم ہوتا تھا کہ آپ زندہ ہیں یا روح پرواز کر گئی۔ ایک شخص جس کا تعلق کندہ قبیلہ سے تھا قریب آیا اور آپ کے سر پر ایک ایسی سخت ضرب لگائی کہ شگافتہ ہو گیا، خون چہرہ اور ڈاڑھی پر بہنے لگا۔ سر سے خود اور پگڑی زمین پر گر گئی جسے اس کندی نے اٹھا لیا۔ امامؑ نے اسے بددعا دی اور فرمایا۔ ''تو اپنے اس ہاتھ سے نہ کھا سکے نہ پی سکے اور اسے کہا ''حسینؑ کی پگڑی اور خود سے خون صاف کر دے''۔ زوجہ نے کہا۔'' زوجہ نے کہا۔ ''وائے ہو تجھ پر تو

نے حسینؑ علیہ السلام کو قتل کر دیا اور ان کا اسلحہ لئے پھرتا ہے۔خدا کی قسم! اب نہ تو میرا شوہر ہے نہ میں تیری بیوی ہوں۔اب میں اور تو ایک چھت کے نیچے نہیں رہ سکتے''۔

یہ سن کر اس نے زوجہ کو مارنے کے لیے ہاتھ اُٹھایا تو اس کا ہاتھ ایک میخ سے جاٹکرایا اور وہیں اٹک گیا۔بیوی اس پر چھپٹی اور اس کا پورا ہاتھ کہنی تک کاٹ ڈالا اور وہ شخص ہمیشہ کے لیے دائیں ہاتھ سے محروم ہو گیا اور فقیر بن گیا۔(خدا کی لعنت ہو اس مردود پر)

امام حسین علیہ السلام کی خون میں نہائے ہوئے نماز عصر

امام حسینؑ تین گھنٹے تک اسی طرح خون میں تر بتر زمین پر بے حس وحرکت پڑے رہے۔فرماتے تھے۔''میں تیری قضا وقدر پر صبر کرتا ہوں۔تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔اے ہر فریادی کے فریادرس!''۔اس دوران چالیس سپاہی آپ کی طرف بڑھے۔ہر ایک آپ کا سر جدا کر کے لے جانا چاہتا تھا۔عمر سعد نے ان سے کہا۔

وائے ہو تم پر۔جلدی سے سر جدا کرو''۔جس نے سبقت کی وہ شیث بن ربعی تھا۔تلوار لئے نزدیک آیا تا کہ سر قلم کرے۔امامؑ نے ذرا سی آنکھ کھول کر اس کی طرف نظر کی تو خوف سے تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور دور بھاگ گیا۔وہ کہتا تھا۔

''اے عمر سعد! تجھ پر لعنت ہو۔تو خود تو حسینؑ کے قتل اور ان کے خون میں ہاتھ رنگنے سے دور رہنا چاہتا ہے اور مجھ سے یہ کام کرانا چاہتا ہے۔خدا کی پناہ اے حسینؑ! کہ تمہارے خون سے رنگا ہوا خدا کے سامنے جاؤں''۔سنان بن انس نے اس سے پوچھا۔''تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے اور تیری قوم تجھے زندہ نہ چھوڑے۔

حسینؑ کے قتل سے کیوں واپس پلٹا؟''۔شیث بولا۔''وائے ہو تجھ پر۔ انہوں نے اپنی آنکھیں کھول کر مجھے ایسے دیکھا جیسے رسول اللہؐ کی آنکھیں کھلی

ہوں۔ مجھے رسول اللہؐ کے مشابہ شخص کو قتل کرنے میں شرم آئی''۔ سنان نے کہا۔ ''تجھ پر لعنت ہو۔ تلوار مجھے دے۔ میں اسے قتل کرنے کا زیادہ اہل ہوں''۔ چنانچہ تلوار لے کر چاہا کہ سر جدا کرے۔ حضرت نے نظر کی تو سنان کے بدن پر رعشہ طاری ہوگیا۔ ہاتھ سے تلوار گر گئی۔ خوف سے بھاگ گیا اور کہنے لگا۔ ''حسینؑ! خدا کی پناہ کہ تیرے خون کے ساتھ خدا کے سامنے جاؤں''۔ اس کے بعد شمر وہاں آیا اور سنان سے کہنے لگا۔ تیری ماں تیرے حال پر روئے تو بغیر قتل کئے کیوں واپس آیا؟''۔ اس نے کہا۔

انہوں نے ایسی نظر سے دیکھا کہ ان کے والد کی شجاعت کا نقشہ سامنے آ گیا اور مجھ پر ایسی وحشت طاری ہوگئی کہ میں بھاگ آیا''۔ شمر بولا۔ ''وائے ہو تجھ پر! جنگ میں کمزوری دکھاتا ہے؟ تلوار مجھے دے۔ بخدا مجھ سے زیادہ خون حسینؑ بہانے کے لیے کوئی موزوں نہیں۔ میں اسے قتل کروں گا چاہے وہ محمد مصطفیؐ کا ہم شکل ہو یا علیؑ مرتضیٰؑ کا''۔ اس کے بعد تلوار لے کر حضرت کے سینہ پر سوار ہوگیا۔ اس نے کوئی خوف نہ کھایا۔ وہ کہتا تھا۔ ''یہ گمان مت کریں کہ میں ان جیسا ہوں کہ جو آپ کے پاس آئے اور چلے گئے۔ اے حسینؑ! میں آپ کو قتل کئے بغیر نہ جاؤں گا''۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ ''تو کون ہے؟ تجھ پر لعنت ہو۔ تو اس بلند مقام (سینہ) پر چڑھا ہوا ہے جسے پیغمبرؐ نے بارہا چوما ہے''۔

شمر بولا۔ ''میں شمر ہوں''۔ امامؑ نے فرمایا۔ کیا تو مجھے پہچانتا ہے؟''۔ ولد الزنا (شمر) نے کہا۔ ''خوب پہچانتا ہوں۔ تم حسینؑ ہو۔ تمہارے باپ علی مرتضیٰؑ ماں زہراؑ نانا محمد مصطفیؐ اور نانی خدیجہ الکبریٰؓ ہیں''۔

امام علیہ السلام نے فرمایا۔ ''وائے ہو تجھ پر۔ پھر مجھے کیوں قتل کرنا چاہتا ہے؟''۔ کہنے لگا۔ ''یزید سے اس کا انعام لینے کے لیے''۔ آپ نے فرمایا۔ ''تجھے میرے نانا کی شفاعت زیادہ عزیز ہے یا یزید کا انعام؟''۔ کہنے لگا۔ ''مجھے یزید کا رتی بھر انعام آپ سے اور آپ کے جد کی شفاعت سے زیادہ عزیز ہے''۔ حضرت نے فرمایا۔ اگر میرے قتل کا پورا ارادہ کر ہی لیا ہے تو کم از کم مجھے ایک گھونٹ پانی تو

پلا دے۔

کہنے لگا۔ ''خدا کی قسم! میں آپ کو پانی کا ایک قطرہ نہ دوں گا۔ بلکہ موت کو گھونٹ گھونٹ کر کے پیو۔ اے ابوتراب کے بیٹے! کیا آپ کا یہ قول نہیں کہ آپ والد حوض کوثر پر اپنے دوستوں کو پانی پلاتے ہیں؟ ذرا صبر کرلو۔ آپ کے والد وہاں پر آپ کو پانی دیں گے''۔

حضرت نے فرمایا۔ ''تجھے خدا کا واسطہ دیتا ہوں، اپنا نقاب اٹھا تا کہ میں تجھے دیکھوں''۔ جب شمر نے نقاب پلٹا تو چہرہ مبروص اور ایک آنکھ سے کانا تھا۔ ناک کتے کی طرح اور بال خنزیر کی طرح تھے''۔ امامؑ نے فرمایا۔ ''میرے جد نے درست فرمایا تھا''۔

شمر بولا۔ ''آپ کے نانا نے کیا فرمایا تھا؟''۔ امام نے جواب دیا۔ ''میں نے سنا کہ میرے نانا میرے والد کو فرماتے تھے۔ اے علیؑ! تیرے بیٹے حسینؑ کو ایک شخص قتل کرے گا جو مبروص ہوگا۔ ایک آنکھ سے کانا ہوگا۔ اس کی ناک کتے کی مانند اور جسم پر خنزیر کی طرح کھڑے بال ہوں گے''۔ شمر بولا۔ ''آپ کے جد نے مجھے کتوں سے تشبیہ دی ہے۔ خدا کی قسم! میں اس شبہ کے بدلے میں آپ کو پس گردن سے ذبح کروں گا''۔ اس نے حضرت کو منہ کے بل گرادیا اور تلوار سے آپ کی رگیں کاٹنے لگا اور کہتا تھا۔ ''آج میں آپ کو قتل کر رہا ہوں لیکن پورے علم ویقین سے بغیر کسی شک وشبے کے یہ جانتا ہوں کہ پیغمبرؐ کے بعد آپ کے باپ بہترین خلق خدا تھے۔

آج میں آپ کو قتل کر کے جلد اپنے کیے پر پشیمان ہوں گا اور اپنی جگہ جہنم میں پاؤں گا''۔ حضرت کا جب کوئی جسم کا حصہ الگ کرتا تھا تو آپ صدا بلند کرتے تھے۔ ''**وامحمد!! واعلیا! واحسنا! واغربتا!**'' یہاں تک کہ آپ کا سر مبارک جدا کر کے اس نے نیزے پر بلند کیا۔ دُشمن کے تمام لشکر نے تین مرتبہ تکبیر کی آواز بلند کی۔ زمین کو زلزلہ آیا۔ چاروں طرف اندھیرا چھا گیا۔ بجلی کوندی اور تازہ خون کی بارش ہونے لگی۔ ہاتف نے آسمان سے آواز دی۔ ''خدا کی قسم! امام کا بیٹا امام قتل

ہو گیا۔ امام کا بھائی اور اماموں کا باپ حسینؑ ابن علی ابن ابی طالب علیہ السلام"۔

آسمان نے کبھی بھی اس روز اور یحییٰؑ بن زکریاؑ کے قتل کے روز کے سوا خون نہیں برسایا۔ امام حسین علیہ السلام کی شہادت پیر کے روز ہوئی۔

ستم بالائے ستم۔ لشکر یزید کی لوٹ مار

بعد شہادت لعینوں نے آپ کا لباس مبارک اتارنا شروع کر دیا۔ ابجر بن کعب لعین نے آپ کی تلوار اتار لی جبکہ اشعث بن قیس نے دوسرا لباس اتار لیا۔ حضرت کی تلوار بنی وہبیہ کے ایک ملعون نے اٹھائی۔ اسود بن ود لعین نے آپ کا کمر بند لے لیا۔ اس کے بعد وہ دوسرے شہداء کی لاشوں کے ساتھ بھی ایسی ہی غارت گری کرتے رہے۔

ذوالجناح

حضرت امام حسین علیہ السلام کا گھوڑا ذوالجناح تمام شہیدوں کی لاشوں کے گرد چکر لگاتا اور ہنہناتا ہوا حضرت کی لاش مبارک کے پاس آ کر ٹھہر گیا اور اپنی پیشانی کو حضرت کے خون سے تر کیا۔ وہ اپنے پاؤں زمین پر مارتا تھا اور اس زور سے آواز نکالتا تھا کہ تمام بیابان اس سے گونجتا تھا۔ یہاں تک کہ لوگ یہ منظر دیکھ کر سخت متعجب ہوئے۔ جس وقت عمر سعد ملعون کی نظر امام کے ذوالجناح پر پڑی تو کہنے لگا۔ "وائے ہو تم پر! اس گھوڑے کو میرے پاس لاؤ۔ یہ گھوڑا رسول اللہؐ کے بہترین گھوڑوں میں سے ایک ہے۔ لوگ اسے پکڑنے کے لیے نزدیک آئے تو گھوڑے نے اپنے پاؤں مار کر اپنا دفاع کیا۔ کچھ لعین مارے بھی گئے۔ ذوالجناح نے کچھ سواروں کو ان کی سواریوں سمیت زمین پر پٹخ دیا پھر بھی قابو میں نہ آیا۔ یہ دیکھ کر عمر سعد چلایا۔ "اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو۔ دیکھو یہ کیا کرتا ہے؟"۔ جب گھوڑا لوگوں کے ہجوم سے نکلا تو امام کی لاش کے پاس آ کر اپنی پیشانی امام کے خون سے سرخ کی اور ایسے رویا جیسے کوئی عورت اپنے جوان بیٹے کی لاش پر روتی ہو۔

حضرت سکینہؑ

اس کے بعد ذوالجنا خیموں کی طرف آیا۔ جب حضرت زینبؑ نے گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز سنی تو حضرت سکینہؑ باپ کا نام سن کر خوش ہوگئیں اور خیمہ سے باہر آئیں۔

دیکھا گھوڑا تنہا کھڑا ہے۔ زین سوار سے خالی ہے۔ یہ دیکھ کر اپنی چادر پھاڑ ڈالی اور یوں بین کرنے لگیں۔ "**وابتا! واحسینا! واقتیلا! واغربتا!**" ہائے طول سفر۔ ہائے طول مصیبت!۔ یہ حسینؑ ہے کہ جس کا اس بیابان میں لوگ عمامہ، عبا، انگوٹھی، جوتا بھی لے گئے۔ میں قربان اپنے بابا پر کہ جس کا سر کہیں اور بدن کہیں پر ہے۔ بابا میں قربان کہ جس کا سر شام کی طرف لے جارہے ہیں۔ بابا میں قربان کہ ان کے حرم کو دشمنوں نے بے حرمت کردیا ہے۔ بابا میں قربان آپ پر کہ جس کا سارا لشکر پیر کے روز قتل کردیا گیا۔" اس کے بعد حضرت سکینہؑ بہت روئیں اور یہ اشعار پڑھنے لگیں۔

"آج افتخار، بخشش اور کرم مرگیا۔ زمین و آسمان اور خدا کا حرم غبار آلود ہوگئے۔ خدا نے آسمان کے دروازے بند کردیئے ہیں اور دعا اوپر نہیں جاتی کہ مشکلات دور ہونے کا سبب ہے۔ اے بہن! آکر دیکھو تو سہی یہ گھوڑا واپس آکر تیرے لیے یہ خبر لایا ہے، بہترین خلائق کا فرزند شہید ہوگیا۔ حسینؑ دنیا سے رخصت ہوگئے۔ ہائے افسوس اس کی شہادت پر۔ یہ امت نور (کی شمع) بجھنے کے بعد تاریکی میں ڈوب گئی ہے۔ اے موت کیا ان کا کوئی اور نعم البدل ہے؟ میرا پروردگار ان فاسقوں اور فاجروں سے انتقام لے گا"۔

حضرت ام کلثومؑ

حضرت ام کلثومؑ نے بھی اپنے مقنع کو پھاڑ ڈالا اور آہ زاری کرتے ہوئے یہ اشعار پڑھے۔

"میری یہ مصیبت اس سے بہت عظیم ہے کہ میں اسے اپنے اشعار میں

بیان کرسکوں یا اپنے علم وفکر کے ذریعے اس کا احاطہ کرسکوں۔اپنے بھائی کی ناگہانی موت کی مصیبت کا کڑوا گھونٹ نگلنا پڑا۔اس سے پہلے اپنے پڑوسیوں تک کی حفاظت اور نگہداری کرتی تھی۔آج اس بھائی کو خاک نشین دیکھتی ہوں۔اگر صبر نہ کروں تو اپنے خیالات میں گھر کر پریشان ہو جاؤں گی۔ان کی صورت ہر طرف ایسے نظر آتی ہے جیسے ان ہی کا خیال و ذکر مجھے گھیرے ہوئے ہے۔ میں اپنی تمناؤں اور آرزوؤں کے اندر خوش رہتی تھی۔کاش یہ قضاوقدر کا فیصلہ ابھی نہ ہوتا۔ ان کا گھوڑا خالی آیا ہے۔میں اسے خوش آمدید نہیں کہتی۔اے اللہ! امام حسینؑ کے خون کا بدلہ لے۔گھوڑے کو کیا ہو گیا ہے؟ کہ بہادر شیر کو زمین پر گرا دیا۔خدا اسے سمجھے"۔

حضرت ام کلثومؑ کے یہ بین سن کر اور خواتین خیموں سے باہر آ گئیں۔ گھوڑا بغیر سوار کے دیکھ کر اپنے منہ کو پیٹنے لگیں اور گریبان چاک کر لیے۔وہ یوں بین کرتی تھیں۔"**وامحمد!! واعلیا! واحسنا!** "آج محمد مصطفیؐ دُنیا سے رخصت ہوئے ہیں۔آج علیؑ آج فاطمہ زہراؑ دُنیا سے گئی ہیں"۔

اس کے بعد جناب ام کلثوم اتنا روئیں اور اپنی بہن جناب زینب کی طرف دیکھ کر یہ اشعار پڑھے۔"مشکلات زمانہ نے ہم پر یلغار کی ہے اور اپنے پنجوں سے ہمیں زخم لگائے ہیں۔اس مسافرت کے عالم میں زمانے نے ہم پر مصیبت کے پہاڑ گرائے ہیں جیسا کہ ہمیں اندیشہ تھا۔ہماری اس غربت کی حالت نے ہمیں اپنے اقرباء کے غم میں مبتلا کیا اور ہماری یک جہتی جو ایمان کی وجہ سے مستحکم تھی اسے منتشر کر کے کمزور کر دیا۔میرے اس بھائی کو ہم سے چھین لیا ہے جو ہماری امیدوں کا محور تھا۔ اس کی جدائی کی مصیبت بہت عظیم ہے۔حسینؑ وقت عصر دُنیا سے چلے گئے۔

خداوند تعالیٰ کے دین کی راہیں تاریک ہوگئی ہیں۔جو مصیبت ہم پر پڑی ہے اگر پہاڑ پر پڑتی تو وہ ریزہ ریزہ ہو جاتا۔میں زندہ ہونے کی وجہ سے اس قدر رنجیدہ ہوں اور وہ بھائی ہے ہماری نظروں سے اوجھل ہو کر زمین کے اندر چلا گیا ہے۔وہ خود کیسے اپنے آپ سے اس مصیبت میں تعزیت کرے جو موت و زندگی کی

کشمکش میں مبتلا ہو (یعنی جسم زندہ ہو لیکن مردوں کی طرح بے حس وحرکت) ان کے علاوہ اور کوئی ایسا ٹھکانہ نہیں جہاں پناہ مل سکے۔ کیونکہ زمانے نے جو مصیبت کا پہاڑ مجھ پر گرایا ہے اس کی برداشت کا یارا نہیں ہے۔ زمانے کے پنجوں نے ہمیں زخمی کر دیا۔ جبکہ ہمارے جد ایسے رسولؐ ہیں جن کی شفاعت ہر خاص وعام کے لیے ہے"۔

اس اثناء میں ذوالجناح خیموں سے فرات کی طرف گیا اور اپنے آپ کو دریا میں گرادیا۔ روایات سے ظاہر ہے کہ حضرت امام زمانہ علیہ السلام (عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے ظہور کے وقت ذوالجناح ظاہر ہوگا۔

جنگ صفین میں اعور سلمی نے امیر المومنینؑ پر پانی بند کر دیا تھا۔ کسی کو پانی تک پہنچنے کی طاقت نہ تھی تو مولا امیر المومنینؑ نے امام حسینؑ کو بھیج کو پانی کا گھاٹ خالی کرایا۔ یہ منظر دیکھ کر مولا فرمانے لگے۔ "میرا یہ بیٹا کربلا میں پیاسا شہید کیا جائے گا اور اس کا گھوڑا اپنی زبان حال سے یہ کہے گا۔ "وائے ظلم! وائے ظلم! اس امت نے اپنے پیغمبرؐ کی بیٹی کے فرزند کو قتل کر دیا۔ جبکہ قرآن کریم اسی پیغمبرؐ کے ذریعے سے ان تک آیا جس کی وہ تلاوت کرتے ہیں"۔

اس کے بعد امیر المومنینؑ فرمانے لگے۔ "میں اپنے اس علم ویقین سے جو ایک اسرار خداوندی ہے حسینؑ کو قتل ہونے سے پہلے ہی مقتول دیکھ رہا ہوں۔ ہر جاندار اور بے جان ایک وقت معین تک باقی رہے گا"۔

خیموں کا لٹنا

جب مستورات کا نالہ فغاں بلند ہوا تو ابن سعد پکارا۔ "وائے ہو تم پر۔ خیموں پر حملہ کرو اور سب کو نذر آتش کر دو"۔ ایک شخص بولا۔ "عمر سعد تم پر لعنت ہو۔ حسینؑ کے انصار اور ان کے اہل بیت کا قتل کرنا تمہارے لیے کافی نہیں کہ ان کے بچوں اور عورتوں کو آگ سے جلانا چاہتا ہے۔ کیا تو یہ چاہتا ہے کہ زمین ہمیں نگل لے؟"۔

اس کے بعد لعین خیموں کی طرف بڑھے ۔حضرت زینبؑ فرماتی ہیں۔ ''میں اس وقت خیمہ میں موجود تھی کہ ایک شخص جس کا نام خولی لیتے تھے خیمہ میں داخل ہوا۔ ہر شئے جو موجود تھی اس سے اٹھالی اور علی بن حسینؑ کو دیکھا جو چمڑے کے گدے پر بیماری کی حالت میں لیٹے ہوئے تھے۔خولی نے چمڑے کا گدا اس زور سے کھینچا کہ امام زین العابدین علیہ السلام زمین پر اندھے گر گئے ۔اس کے بعد لعین میری طرف متوجہ ہوا۔میرے سر کی چادر کھینچی اور میرے کانوں سے دو گوشوارے کھینچے اور ساتھ ہی رونے بھی لگا۔ میں نے کہا۔'' گوشوارے چھین کر بھی رو رہا ہے''۔ کہنے لگا۔ ''تم اہل بیت کی اس مصیبت پر روتا ہوں''۔ میں نے کہا۔ ''خدا تیرے ہاتھ پاؤں قطع کرے اور تجھے جہنم کی آگ سے پہلے دُنیا کی آگ میں جلائے''۔

اللہ تعالیٰ کا انتقام۔خولی کا زندہ جلنا

کچھ ہی عرصہ گزارتھا کہ مختار بن ابی عبیداللہ ثقفی نے امام حسین علیہ السلام کے خون کا بدلہ لینے کے لیے قیام کیا۔اس نے خولی ملعون کو بھی گرفتار کیا۔ جب خولی مختار کے سامنے آیا تو مختار نے پوچھا۔ ''کربلا میں تم نے کیا کیا؟'' بولا۔ ''علی بن الحسینؑ کے خیمے میں جا کر ان کا بستر ان کے نیچے سے نکالا اور حضرت زینب بنت علیؑ کے گوشوارے اور مقنع بھی چھینا''۔مختار یہ سن کر بہت رویا۔اس کے بعد اس نے پوچھا۔''انہوں نے تجھ سے کیا کہا؟''۔خولی لعین نے جواب دیا۔''انہوں نے کہا خدا تیرے ہاتھ پاؤں قطع کرے اور جہنم کی آگ سے پہلے تجھے دُنیا کی آگ میں جلائے''۔مختار نے کہا۔'' خدا کی قسم !ان طاہرہ مظلومہ کی دُعا پر عمل کروں گا''۔پھر اس ملعون کے دونوں ہاتھ اور پاؤں کاٹ کر اسے آگ میں جلوادیا۔

حضرت امام سجاد علیہ السلام اور خیموں کا لٹنا

پھر لعین امام سجادؑ کی طرف بڑھے۔ان میں سے کچھ نے کہا کہ انہیں قتل کردو۔کچھ کہنے لگے کہ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو۔جب جناب ام کلثومؑ نے یہ

منظر دیکھا تو رونے لگیں اور یہ اشعار پڑھے۔

''زمانہ مجھے ہنساتا بھی ہے اور رلاتا بھی ہے۔ یہ زمانے کے نشیب و فراز ہیں۔ کیا ان نوعمر تک میری فریاد گی جو لڑکپن میں قتل ہو کر کفن میں لپٹ گئے چھ مرد جو عقیل کے بیٹے تھے اور ان کے مقابلے کی کسی میں تاب نہ تھی اور عون جو شیر کی طرح بہادر اور اس کا بھائی اس کا مددگار تھا۔ ان سب کی یاد نے میرے زخم تازہ کر دیئے ہیں''۔

کمینگی کی انتہا۔ لاش مبارک کی پامالی

عمر سعد بولا۔ ''کون ہے جو حسینؑ کی لاش کو پامال کرے''۔ دس سوار تیار ہو کر گئے اور حضرت کے سینہ و پشت کو اپنے گھوڑوں کے سموں سے بری طرح پامال کر ڈالا۔ خولی، شمر اور سنان امامؑ کا سر مبارک لیے ہوئے عمر سعد کے پاس آئے اور حضرت کے قتل پر فخر و مباہات کرنے لگے۔

جناب رسول خداؐ اور تمام انبیاء امام حسینؑ کی لاش پر

طرماح بن عدی روایت کرتا ہے کہ میں لاشوں کے درمیان زخموں سے چور پڑا تھا میں حلفیہ کہتا ہوں کہ یہ خواب نہیں تھا۔ میں نے دیکھا کہ بیس سوار کہ ان کے نفیس لباسوں سے مشک و عنبر کی خوشبو آ رہی تھی، امام حسین علیہ السلام کی لاش کے نزدیک آئے۔ ان میں سے ایک آگے بڑھ کر لاش کے ساتھ بیٹھ گئے اور اپنے ہاتھ سے کوفہ کی طرف اشارہ کیا۔ دیکھتا ہوں کہ امام کا سر مبارک ان کے ہاتھوں میں ہے۔

انہوں نے سر مبارک جسم امام سے پیوست کیا اور خداوند تعالیٰ کی قدرت سے جسم پہلی حالت کی طرح صحیح و سالم ہو گیا۔ انہوں نے فرمایا۔ ''بیٹا تمہارا قتل ہونا اور تم پر پانی کی بندش ان ظالموں کی خداوند تعالیٰ کے خلاف جرات ہے''۔ اس کے بعد اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔ ''اے میرے بھائی موسیٰؑ! میرے بھائی عیسیٰؑ! آپ نہیں دیکھتے کہ ان باغی ظالموں نے میرے بیٹے کے ساتھ کیا ظلم کیا۔

خداوند تعالیٰ ان کو میری شفاعت سے محروم رکھے"۔ طرماح کا بیان ہے کہ جب میں نے ذرا غور سے دیکھا تو وہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے"۔

حرم کا کربلا سے وداع

اس کے بعد عمر سعد نے خواتین کو حضرت علی بن الحسینؑ کو اور حضرت حسن مثنیٰ کو بے پالان اونٹوں پر سوار کر کے کوفہ روانہ کر دیا اور شہداء کی لاشوں کو بغیر دفن کئے اسی طرح چھوڑ دیا کہ جنہیں بعد میں کربلا کے اردگرد کے دیہات کے لوگوں نے آ کر دفن کیا۔ اٹھارہ سر جو اہل بیت اطہار کے مردوں کے تھے نیزوں پر بلند کر دئے گئے۔

اسیران کربلا کی حضرت علیؑ کے شہر کوفہ میں آمد

جدیلہ الاسودی کہتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت والے سال ۶۱ ھجری میں کوفے میں تھا۔ میں نے دیکھا کہ کوفہ کی مستوارت اپنے بال کھولے گریباں چاک اپنے منہ پیٹ رہی ہیں۔ میں نے ایک ضعیف شخص سے دریافت کیا۔ "یہ رونا پیٹنا کس لئے ہے؟"۔ اس نے جواب دیا۔ "یہ امام حسینؑ کے سر مبارک جدا کرنے کی وجہ سے ہے"۔ اس قافلہ کی مستورات میں ایک خاتون بے پالان اونٹ پر سوار تھی۔

اس کے متعلق میں نے سوال کیا۔ "یہ کون خاتون ہے؟"۔ مجھے بتایا گیا۔ "یہ ام کلثومؑ ہیں"۔ میں نے ان کے قریب ہو کر پوچھا۔ "آپ اپنی مصیبت کا حال مجھے بتائیں"۔ وہ خاتون فرمانے لگیں۔ "اے شخص تم کون ہو؟"۔ اس نے کہا۔ "میں بصرے کا رہنے والا ہوں"۔ وہ فرمانے لگیں۔ "اے شخص! میں اپنے خیمے میں تھی کہ گھوڑے کی ہنہناہٹ سنی۔ خیمہ سے باہر آ کر کیا دیکھتی ہوں کہ گھوڑا بغیر سوار کے کھڑا ہے میں نے رونا شروع کر دیا اور بیبیوں میں بھی آہ زاری کا شور بلند ہوا"۔

کربلا میں جنات کی آمد

پھر حضرت ام کلثومؑ نے فرمایا۔ میں نے ہاتف کی آواز سنی۔ کوئی نظر نہ آتا تھا۔ لیکن یہ اشعار پڑھے جارہے تھے۔ ''خدا کی قسم میں آپ کے پاس اس وقت آیا کہ جب کربلا میں ذبح ہوگئے۔ میں نے آپ کا چہرہ خاک آلودہ دیکھا۔ آپ کے اردگرد دوسرے جوانوں کی گردنوں سے بھی خون جاری تھا۔ آپ کے انوار سے تاریکی میں روشنی تھی۔ میں سوا ہوا تا کہ آپ تک جلد پہنچوں۔ پیشتر اس کے حوان جنت ان کے بوسے لیں، میں قریب پہنچا تو دیکھا کہ خدا کی قضا وقدر کا فیصلہ صادر ہو چکا ہے۔ وہ حسینؑ تھے جو نور کا ایک منبع تھے۔ خدا جانتا ہے کہ میں نے یہ بات غلط نہیں کہی''۔

بعد میں فرمانے لگیں۔ ''میں نے اس ہاتف کو مخاطب کر کے کہا۔ تجھے خدا کا واسطہ بتا تو کون ہے؟ وہ کہنے لگا۔ میں جن قوم کا ایک بادشاہ ہوں میں اور میری قوم یہاں آئے تھے کہ حسینؑ کی نصرت کریں لیکن انہیں قتل کیا ہوا پایا۔ اس کے بعد تین مرتبہ کہا۔ بہت افسوس ہے اے ابا عبداللہ''۔

اہل حرم کی کوفہ میں آمد۔ ۱۲ محرم ۶۱ ہجری

اہل حرم کوفہ میں اس طرح داخل ہوئے کہ علی بن الحسینؑ بے پالان اونٹ پر سوار تھے۔ ان کی رانوں سے خون جاری تھا۔ حضرت نے روتے ہوئے یہ اشعار پڑھے۔ ''اے قوم بد! خدا تمہارے گھر برباد کرے کہ تم نے ہمارے جد کی حرمت کا کوئی پاس نہ کیا۔ جب قیامت کے روز ہم اور رسول خداؐ جمع ہوں گے تو تم کیا جواب دو گے؟ ہمیں اس طرح بے پالان اونٹوں پر سوار کر کے پھرا رہے ہو گویا ہم نے تمہارے سامنے دین خدا کو عزت نہ بخشی ہو۔ اے بنی امیہ (لع)! ہماری اس مصیبت پر تمہارا ردعمل یہ ہے کہ ہمارے بلانے والوں کی آواز تک نہیں سنتے۔ ہماری مخالفت میں خوش ہو کر تالیاں پیٹتے ہو۔ خود ہمیں جگہ جگہ لئے پھر رہے ہو۔ کیا رسول خداؐ ہمارے جد نہیں جنہوں نے گمراہوں کو راہ ہدایت دکھلائی۔ اے کربلا کی

داستان! تو نے ہمیشہ کے لیے دل کو داغدار کر دیا۔ لیکن خداوند تعالیٰ گمراہوں کے پردے چاک کرے گا۔

صدقہ اہل بیت پر حرام ہے

حضرت ام کلثومؑ کے یہ بین سن کر لوگوں میں گریہ وزاری کی صدا پھر بلند ہوئی۔ اچانک امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک اور اٹھارہ بنی ہاشم کے شہدا کے سر وہاں پر لائے گئے۔ جونہی جناب ام کلثوم کی نظر اپنے بھائی امام حسین علیہ السلام کے سر پر پڑی رونے لگیں۔ اور یہ اشعار پڑھنے لگیں۔ ’’اس وقت تم لوگ کیا جواب دو گے جب پیغمبر خداؐ تم سے پوچھیں گے کہ تم لوگوں نے میرے بعد میرے اہل بیت اور میرے خاندان کے ساتھ کیا ظلم کیا؟ جبکہ تم آخری امت تھے۔ ان میں سے بہت سوں کو قید اور بہت سوں کو خون میں نہلا دیا اور قتل کر دیا۔ تمہارا یہ ظلم جو تم نے میرے اہل بیت پر کیا ہے کیا تم لوگوں کیطرف سے میری نیکیوں کا یہی صلہ ہے؟ مجھے اب کوئی دکھ نہیں ہوگا اگر تم لوگوں پر وہ عذاب خداوندی نازل ہوں جو اس سے پہلی قوموں پر نازل ہو چکے ہیں۔

کوفہ میں خوشی اور غمی کا اظہار

سہل شہر روزی بیان کرتا ہے۔ میں اس سال حج سے واپس آیا۔ کوفہ میں داخل ہوتے ہی میں نے دیکھا کہ تمام بازار اور دکانیں بند ہیں۔ کچھ لوگ تو خوش ہیں جبکہ کچھ لوگ غم واندوہ کا اظہار کر رہے ہیں۔ میں نے ایک شخص سے سوال کیا۔ ’’کیا معاملہ ہے کہ کچھ لوگ تو خوش نظر آتے ہیں اور کچھ سخت غمگین ہیں۔ آیا کوئی عید یا تہوار ہے جس کا مجھے علم نہیں‘‘۔ ایک شخص میرا ہاتھ تھام کر ایک طرف لے گیا' بہت زور سے رویا اور کہنے لگا۔ ’’میرے آقا۔ یہاں پر نہ کوئی عید ہے نہ تہوار۔ بلکہ خدا کی قسم۔ یہ خوشی اور غمی کا اظہار دو لشکروں کے لیے ہے۔ ان میں سے ایک لشکر کو فتح حاصل ہوئی ہے جبکہ دوسرا لشکر قتل کر دیا گیا۔‘‘ میں نے پوچھا۔ ’’وہ دو لشکر کون کون سے ہیں؟‘‘۔ وہ کہنے لگا۔ مقتولوں کا تعلق لشکر حسین علیہ

السلام سے ہے اور ابن زیاد کا لشکر فتح مند ہوا ہے"۔ اتنا کہہ کر پھر گریہ کرنے لگا اور کہا "میں آل محمدؐ کے گھروں کی طرف گیا۔ میں نے ایسا منظر کبھی نہ دیکھا تھا جو آج دیکھا ہے۔ خداوند تعالیٰ شہر کے مکینوں کو اپنے گھروں سے دور نہ کرے۔ اگرچہ میرا گمان ہے کہ وہ گھر خالی ہو چکے ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ حسینؑ کی شہادت کے بعد سورج گہنا گیا ہے اور آبادیوں اداس اداس نظر آتی ہیں۔ یہ لوگ جو مخلوق کے لیے پناہ اور ڈھال سے کم نہ تھے اب خود گرفتار بلا ہیں۔ یہ ایک عظیم مصیبت ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ سورج کے ساتھ چاند بھی اپنی روشنی کھو چکا ہے۔ رسول اللہؐ کے اہل خاندان جن میں شہید کربلا کو سب سے پہلے قتل کر کے مسلمانوں کی گردنیں شرم سے جھک گئی ہے۔ میرا آقا اس حال میں شہید کیا گیا کہ ایک گھونٹ پانی بھی اس کو نہ دیا گیا بلکہ ان کے خون سے انہوں نے نیزے سیراب کئے کاش! اس ظالم کا ہاتھ مفلوج ہو جاتا جو حسینؑ کی طرف تلوار لے کر بڑھا۔

سہل کہتا ہے۔ ابھی اس شخص کی گفتگو ختم نہ ہوئی تھی کہ میں نے دیکھا کہ خوشی کے گیت گائے جا رہے ہیں اور فتح کے پرچم بلند کئے جا رہے ہیں۔ اسی دوران قافلہ حسینؑ کوفہ میں داخل ہوا اور لوگوں کے گریہ کی آوازیں بلند ہوئیں۔ اس کے بعد نیزے پر حسین علیہ السلام کا سر مبارک بلند ہوا۔ اس سے نور کی شعاعیں نکل رہی تھیں۔ یہ منظر دیکھ کر میں اتنا رویا کہ میرا گلا رندھ گیا۔ اتنے میں قافلہ وہاں پر پہنچ گیا۔ آگے آگے امام زین العابدین علیہ السلام تھے۔ ان کے پیچھے جناب ام کلثوم کی سواری تھی جو یہ کہہ رہی تھی۔ اے کوفہ والو! اپنی آنکھیں بند کر لو۔ کیا تمہیں خدا اور رسول اللہ سے حیا نہیں آتی؟ کہ ان کے حرم پر جن کے چہرے کھلے ہیں نظر کرتے ہو۔

کوفہ میں امام حسین علیہ السلام سر مبارک کا تلاوت قرآن کرنا

اس قافلہ کو بنی خزیمہ کے دروازے پر روکا گیا۔ اس وقت امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک ایک نیزہ پر سوار تھا اور سورۂ کہف کی تلاوت کر رہا تھا۔ جب اس آیت پر پہنچا۔ "**ام حسبت ان اصحاب الکهف والرقیم کانوا من**

آیاتنا عجبا" ۵ (سورۂ کہف ۱۸۔آیت ۹) (ترجمہ) کیا تمہارا گمان ہے کہ اصحاب کہف ورقیم ہماری عجیب نشانیوں میں سے تھے۔سہل کہتا ہے میں یہ دیکھ کر بہت رویا اور کہا کہ فرزند رسولؐ آپ کا سران سب سے زیادہ عجیب ہے۔اس کے بعد مجھ پر بے ہوشی طاری ہوگئی۔دوبارہ ہوش اس وقت آیا جب سر مبارک نے سورۂ کہف کی تلاوت ختم کرلی تھی۔

ابن زیاد کا دربار

اس کے بعد اس قافلہ حسینیؑ کو ابن زیاد لعین کے سامنے لے جا کر کھڑا کردیا گیا۔امام زین العابدین علیہ السلام فرمانے لگے۔"جلد ہی قیامت کے روز ہم اور تم لوگ خدا کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ہم سے اور تم سے پوچھا جائے گا۔ تمہارے پاس رسول اللہؐ کے لیے کوئی جواب نہ ہوگا"۔یہ سن کر ابن زیاد خاموش ہوگیا اور اس سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔اس کے بعد ابن زیاد مستورات کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا۔"تم میں ام کلثومؑ کون ہیں؟"۔حضرت ام کلثوم علیہ السلام خاموش رہیں۔کہنے لگا۔"تمہیں اپنے نانا رسولؐ اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ میری بات کا جواب دیں"۔حضرت ام کلثوم نے فرمایا۔"کیا چاہتا ہے؟" بولا۔"تم سب جھوٹے ہو (معاذ اللہ) تمہیں خدا نے رسوا اور ذلیل کر کے میرے قبضہ میں دے دیا ہے"۔یہ سن کر حضرت ام کلثوم نے فرمایا۔"او دُشمن خدا! اے نطفہ حرام! جو فاسق ہو وہ جھوٹ بولتا ہے اور وہی رسوا اور ذلیل ہوا کرتا ہے۔خدا کی قسم تو ہی جھوٹ اور بدکاری کے لیے سب سے زیادہ سزاوار ہے۔تجھے آتش جہنم کی خوشخبری ہو۔یہ سن کر ابن زیاد ہنس کر کہنے لگا۔اگر میں جہنم میں چلا بھی جاؤں تو میرا دل تمہاری طرف سے اب ٹھنڈا ہے۔حضرت ام کلثومؑ نے کہا۔اے زانی کے بیٹے! تو نے اہل بیت کے خون سے زمین کو رنگین کردیا ہے۔ابن زیاد بولا۔اے بہادر انسان کی بیٹی! اگر تم عورت نہ ہوتی تو میں تمہیں قتل کردیتا۔یہ سن کر ام کلثوم نے گریہ کیا اور یہ اشعار پڑھے۔

"تو نے میرے بھائی کو بہت بیدردی سے قتل کیا۔تیری ماں پر لعنت ہو۔

تم جلد ہی ایسی آگ میں جلو گے جس کے شعلے بھڑک رہے ہیں۔ تم نے میرے بھائی کو شہید کیا اور ان کے خاندان کو قید کیا اور ان کا سامان لوٹ لیا۔ ان تمام امور پر خدا گواہ ہے۔ وہ محترم خون جس کا خدا، رسولؐ اور قرآن نے بہانا حرام کیا تھا تم نے بہایا ہے۔ ان کی خواتین کو کھلے بالوں بے پردہ کر کے نہایت ذلت و رسوائی سے باہر نکالا۔ تم نے تو بچوں کو بھی ذبح کرنے کا قصد کیا تھا۔ یہ ظلم میرے نانا میرے بابا اور میری مادر گرامی اور ہر نیک انسان پر کتنا شاق ہے۔ ہائے افسوس میری جان عالم مسافرت میں شہید ہونے والے پر قربان ہو اور اس مظلوم قیدی پر جو بیڑیاں پہنے ہوئے ہے۔ ہائے میری مصیبت جب میرے بھائی (حسینؑ) کا سر نیزہ پر بلند کیا۔

جب ان قیدیوں کو ابن زیادہ کے سامنے لے جایا گیا تو وہ دائیں بائیں دیکھتا تھا۔ حضرت زینبؑ جن کی چادر اور گوشوارے چھین لئے گئے تھے پریشان بالوں اور اپنے ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپاتی تھیں۔ ابن زیاد لعین ان کی طرف متوجہ ہوا اور پوچھنے لگا۔ "یہ خاتون کون ہے؟" لوگوں نے بتایا۔ "حسین علیہ السلام کی بہن زینبؑ ہیں"۔ جناب زینبؑ سے ابن زیاد کہنے لگا۔ "تم کو اپنے نانا کا واسطہ مجھ سے گفتگو کرو"۔ جناب زینبؑ نے فرمایا۔ "او دشمن خدا رسولؐ! تو کیا چاہتا ہے؟ تو نے ہمیں ہر نیک و بد کے سامنے رسوا کیا ہے۔ ابن زیاد نے کہا تم نے خدا کا فیصلہ اپنے اور اپنے بھائی کے بارے میں دیکھ لیا جو یزید سے خلافت حاصل کرنے کا خواہش مند تھا لیکن اس کی یہ آرزو پوری نہ ہوئی۔ اس کی امید ناامیدی میں بدل گئی اور ہمیں خدا نے اس پر فتح دی"۔ حضرت زینبؑ نے فرمایا۔ "او مرجانہ کے بیٹے! تجھ پر لعنت ہو۔ اگر میرے بھائی کو خلافت (الٰعیہ) کی طلب تھی تو اس لیے کہ وہ ان کے نانا اور بابا کی وارثت تھی البتہ تو اپنے جواب کے لیے تیار رہ۔ جس وقت خدا کی عدالت میں (تیرے دشمن) محمدؐ کے روبرو تجھے جہنم میں قید کیا جائے گا"۔

فدا کار پھوپھی اور غیرت مند بھتیجا

اس وقت امام زین العابدین علیہ السلام کو اپنی پھوپھی کے بارے میں

نہایت غیرت محسوس ہوئی اور فرمایا۔ "اے ابن زیاد! تو کب تک میری پھوپھی کی بے حرمتی ان لوگوں کے سامنے کرتا رہے گا جو انہیں نہیں جانتے۔ تو انہیں پہنچوائے گا"۔ ابن زیاد لعین نے کلام کو قطع کیا اور ایک سپاہی سے کہا۔ اس جوان کو لے جا کر قتل کر دو۔ جونہی وہ سپاہی امام کی طرف بڑھا حضرت زینبؑ نے اپنے آپ کو امام کے اوپر گرا دیا اور چلائیں۔ "ہائے میرا یتیم بیٹا! ہائے میرا بھائی! اے پسر زیاد! کیا تو دوبارہ ہمیں اس مصیبت میں مبتلا کرنا چاہتا ہے؟" یہ سن کر ابن زیاد نے حضرت زینبؑ کی وجہ سے اپنا حکم واپس لے لیا۔

تنور میں حسینؑ کے سر مبارک کا قرآن کی تلاوت کرنا اور ملائکہ کی تسبیح

ابن زیاد نے خولی اصبحی کو بلایا اور کہا۔ جب تک میں طلب نہ کروں اس سر کو اپنی تحویلی میں رکھو۔ وہ سر کو لئے ہوئے اپنے گھر آیا۔ اس کی دو بیویاں تھیں۔ ایک مصریہ دوسری مغلبہ۔ پہلے وہ مصریہ کے پاس آیا۔ اس عورت نے پوچھا۔ یہ کس کا سر ہے؟ کہنے لگا۔ حسینؑ کا سر ہے۔ عورت کہنے لگی۔ واپس چلا جا۔ ایک لکڑی اسے مار کر کہنے لگی۔ خدا کی قسم اب سے نہ میں تیری بیوی ہوں اور نہ ہی تو میرا خاوند ہے۔ خولی لعین وہاں سے نکل کر دوسری بیوی مغلبہ کے پاس آیا۔ زوجہ نے کہا۔ یہ کس کا سر ہے؟ کہنے لگا۔ یہ سر (معاذ اللہ) ایک خارجی کا ہے جس نے عراق میں بغاوت کی تھی اور ابن زیاد نے اسے قتل کر دیا ہے زوجہ نے کہا۔ اس شخص کا نام کیا تھا؟ خولی نام لینے سے انکار کر دیا۔ سر مبارک کو ایک کونے میں رکھ دیا اور رات کو سو گیا۔ اس کی زوجہ کہتی ہے کہ سر مبارک صبح تک تلاوت قرآن کرتا رہا اور آخری آیت جو تلاوت کی وہ یہ تھی۔

"وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون"

(ترجمہ) جنہوں نے ظلم کیا ہے انہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ انہیں کس جگہ پلٹ کر جانا ہے۔ پھر میں نے رعد کی گڑگڑاہٹ جیسی آوازیں سنیں۔ میں اندازہ لگایا کہ وہ فرشتوں کی تسبیح کی آوازیں تھیں۔

شہادت عبداللہ بن عفیف ازدی

صبح کے وقت لوگ کوفہ کی مسجد میں جمع ہوئے اور ابن زیاد نے منبر پر جاکر علی، امام حسن اور امام حسین علیہم السلام کے متعلق نازیبا کلمات کہے۔ اس وقت عبداللہ بن عفیف ازدی نے جو ایک بوڑھے آدمی تھے، رسول اللہؐ کے صحابی تھے اور ان کی آنکھوں کی بینائی بھی جا چکی تھی۔ اس مجمع میں کھڑے ہو کر ابن زیاد سے کہا۔ خاموش ہو جا! خدا تیرا منہ توڑ دے۔ تیرے باپ اور دادا پر لعنت کرے۔ تجھے ایسا عذاب دے کہ تو ذلیل و خوار ہو اور جہنم تیرا ٹھکانہ قرار پائے۔ کیا حسین علیہ السلام کا قتل تیری تسلی کے لیے کافی نہ تھا کہ تو منبر پر جا کر ان کے متعلق بدگوئیاں کر رہا ہے۔ میں نے جناب رسول خداؐ سے سنا ہے کہ جو علیؑ کو برا کہے اس نے مجھے برا کہا اور جس نے مجھے برا کہا اس نے خدا کو برا کہا اور جس نے خدا کو برا کہا اسے خداوند تعالیٰ اوندھے منہ جہنم میں ڈال دے گا۔

ابن زیاد نے حکم دیا کہ اس شخص کی گردن اڑا دو۔ یہ سن کر عبداللہ کی قوم کے لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور انہیں وہاں سے نکال کر گھر لے گئے۔ لیکن جب رات کی تاریکی ہوئی تو ابن زیاد لعین نے خولی اصحی کو بلا کر پانچ سو سوار دیئے اور کہا۔ عبداللہ بن عفیف کے گھر پر جاؤ اور اس کا سر کاٹ کر مجھے لا کر دو۔ خولی ان پانچ سو سواروں کے ساتھ عبداللہ کے گھر پہنچا۔ عبداللہ کی ایک چھوٹی بچی تھی۔ گھوڑوں کی ٹاپوں کی آوازیں سن کر کہنے لگی۔ بابا جان آپ کے دشمن آ پہنچے ہیں۔ عبداللہ نے کہا۔ بیٹی مجھے تلوار دو اور ایک کونے میں کھڑی ہو کر مجھے دشمن کے متعلق بتاؤ کہ دائیں ہے یا بائیں۔ آگے ہیں یا پیچھے تاکہ میں ان کا مقابلہ کرسکوں۔ پھر عبداللہ ایک تنگ جگہ کھڑے ہو کر دائیں بائیں تلوار چلا کر ابن زیاد کے لشکر کو قتل کرتے رہے۔

یہاں تک کہ پچاس سواروں کو واصل جہنم کر دیا۔ جنگ کرتے ہوئے رسول اللہ اور ان کے اہل بیت پر صلوات بھیجتے تھے اور یہ رجز پڑھتے تھے۔

"خدا کی قسم اگر مجھے بینائی مل جائے تو میرا جھپٹنا، پلٹنا (حملے کرنا) تم پر

زمین تنگ کردے۔ اپنے جوش وجذبہ کو جو تمہارے خلاف میرے دل میں بھڑک رہا ہے ٹھنڈا کرنے کی کوشش کر رہا ہوں کیونکہ اس وقت میرے یار و مددگار موجود نہیں جو میری نصرت کرتے۔ میرا حال تو یہی کہ خولی اصحی (مجھ اکیلے) غضبناک شیر کے مقابلے کے لیے آیا ہے۔ اگر یہ ایک ایک کر کے میرے مقابلے میں آئیں تو میں ان سب پر زمین تنگ کر دوں۔ بالآخر (اتنی کثیر تعداد نے) انہیں گھیر کر گرفتار کر لیا اور ابن زیاد کے سامنے لے آئے۔

جونہی ابن زیاد نے انہیں دیکھا تو کہنے لگا۔ ''خدا کا شکر ہے کہ اس نے تمہیں اندھا کر دیا''۔ عبداللہ نے جواب دیا۔ ''خدا کا شکر ہے کہ اس نے تیرے دل کی آنکھوں کو اندھا کر دیا (بصیرت چھین لی)''۔ ابن زیاد بولا۔ ''خدا مجھے ہلاک کرے اگر میں تجھے بری طرح قتل نہ کروں''۔ عبداللہ نے ہنس کر کہا ''میری یہ دونوں آنکھیں جنگ صفین میں امیرالمومنینؑ کے ہمراہ ضائع ہوئی تھیں تو میں نے یہ دُعا مانگی تھی کہ خدایا مجھے بدترین آدمی کے ہاتھوں سے شہادت نصیب ہو اور میں نے روئے زمین پر تجھ سے زیادہ بدترین آدم نہیں دیکھا''۔ اس کے بعد یہ اشعار پڑھے۔ ''میں جب وہ ہدایت کے راستے پر گامزن ہو کر تمہیں دُشمنوں کو قتل کرنے کی دعوت دے تو تم لبیک کہو۔ جب وہ جنگ کے لیے کمربستہ ہو جائے تو اس کی مدد کرنا کیونکہ ہر ایک کو اس کے کئے کا پھل ضرور ملتا ہے۔ دُشمن کے مقابلے پر ڈٹ کر اپنے تیز رفتار گھوڑوں کا رخ دُشمن کی طرف کر دو۔ اپنے نیزوں اور تلواروں کے ساتھ دُشمن کو حقیر نہ سمجھو اور جنگ کرنے کے لیے اس کی طرف جاؤ۔ حسین علیہ السلام کے لیے اپنے دل مہر و محبت سے بھر لو کہ جس کے نانا اور باپ بہترین مخلوق تھے جو تمام اہل دُنیا کے لیے راہ ہدایت تھے۔ آیا تو حسین کی مصیبت پر گریہ نہیں کرتا کہ جو تیری بخشش اور تقوی کا ذریعہ ہے اور بخشش کرنے کی امید ہے اور اجر و ثواب میں زیادتی کا سبب ہے۔ جب سورج مشرق سے اپنا سر ابھارے تو تم حسینؑ پر گریہ کرو اور رات کے اندھیرے میں بھی اپنے امام پر گریہ کرو۔ ہر شخص ننگے پاؤں اور ہر سوار اور ہر پیادہ حسینؑ پر گریہ کرتا ہے۔ وہ قوم خدا کی لعنت کی مستحق ہے کہ جس نے ان (حسینؑ) کو خط لکھے جبکہ ان میں سے کوئی دین کا حامی نہ تھا اور

نہ کوئی ایسا تھا کہ اپنے وعدوں کو پورا کرے۔ جب جنگ کی آگ بھڑکی تو کوئی ایسا نہ تھا جو ان نابکاروں کو ان سے دور کرتا اور کوئی ایسا نہ تھا جو یہ کہتا کہ اس پاک و پاکیزہ شخص کو قتل کر کے خسارہ میں نہ پڑو۔ کیونکہ جو کوئی بھی پاک لوگوں کو قتل کرتا ہے وہ ضرور ذلیل و رسوا ہو کر رہتا ہے سوائے بدکاروں عہد شکن اور کینہ پرور لوگوں کے کسی نے بھی اس (حسینؑ) کی طرف رخ نہ کیا۔ امام حسینؑ تیروں سے زخمی ہوئے اور انہیں برہنہ کربلا کی خاک پر ڈال دیا گیا۔ ان کو ایسے قتل کیا کہ جیسے ان کے حسب و نسب سے بالکل واقف نہ ہوں۔ خدایا! اس قوم کی جزا ذلت و رسوائی ہو جنہوں نے انہیں قتل کیا ہے۔ کاش میں اس وقت ان کے ہمراہ ہو کر فاسقوں کو ان سے دور کرتا اور جب تک جان میں جان رہتی جنگ کر کے ان کی حفاظت کرتا اور اپنے نیزہ تلوار کو ان کے دُشمنوں پر چلاتا۔ لیکن میری مجبوری ظاہر ہے اور کسی سے چھپی نہیں اور اس وقت میرا بیٹھا رہنا میری شومی قسمت ہے۔ کاش میں بھی ان کے اصحاب کے پیچھے جا کر میدان میں ان پر اپنی جان قربان کر دیتا۔ کاش میں اپنے مال و جان اور اہل خانہ کے ہمراہ ان کی معیت میں جہاد کرتا۔ تمام دُنیا ان کی موت سے مظلومانہ قتل ہونے پر پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گئے۔ ان کی بلندیاں سرنگوں ہو گئیں ان کی وجہ سے سورج گہنا گیا۔ آسمان نے آنسو بہائے۔ اے قوم! تو راہ حق سے ہٹ چکی ہے (صحیح راہ پر) واپس آ اور توبہ کر کیونکہ امر خداوندی سب سے بڑا ہے توبہ قبول کرنے والے خالق کے سامنے اپنی بدعملیوں سے توبہ کرو کیونکہ اگر توبہ نہ کرو گے تو ذلت و رسوائی تمہارا مقدر ہو گا۔ اپنی تلواروں اور نیزوں سے کام لو تا کہ ان لوگوں کی طرح جو اپنی رستگاری کے لیے کوشاں رہتے ہیں تم بھی خلاصی پاؤ۔ ہمارے بھائی (اصحاب حسینؑ) رات بھر قرآن اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کرتے تھے۔

لیکن ظالم اور گمراہ لوگ ان کے سروں پر پہنچ گئے اور انہیں شہید کر دیا۔
ان پر ہمیشہ باد صبا چلتی رہے جب تک وہ ستارہ جو ضوفشانی بھی کرتا ہے اور سمت کی نشاندہی بھی کرتا ہے چمکتا ہے ان پر درود و سلام ہو"۔ یہ اشعار جب عبداللہ نے ختم کیے تو ابن زیاد کے حکم سے ان کی گردن جدا کر دی گئی اور جسم سولی پر لٹکا دیا گیا۔

کوفہ میں امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک

اس کے بعد ابن زیاد نے امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک منگوا کر عمر بن جابر مخزومی کو دیا اور کہا کہ اسے کوفہ کے گلی کوچوں میں پھراؤ۔ زید بن ارقم نقل کرتا ہے کہ میں اپنے مکان کی چھت پر بیٹھا تھا کہ حسین علیہ السلام کا سر مبارک جو نیزہ پر سوار تھا۔ میرے پاس سے گزرا۔ میں نے سنا کہ سر مبارک اس آیت کی تلاوت کر رہا تھا۔ ''ام حسبت ان اصحاب الکھف والرقیم کانوا من آیاتنا عجباO'' (ترجمہ) کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ قصہ اصحاب کہف ورقیم میری قدرت کی نشانیوں میں سے عجیب نشانی تھی۔ یہ دیکھ کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور میرا بدن لکڑی کی طرح ہو گیا اور میں نے کہا اے فرزند رسولؐ! آپ کے سر مبارک کا قصہ تو (اصحاب کہف ورقیم سے بھی) زیادہ عجیب ہے۔

اسیران کربلا کی شام کی جانب روانگی

اس کے بعد ابن زیاد نے شمر لعین اور خولی لعین کو بلوایا۔ پانچ سو سواران کے ہمراہ کئے اور حکم دیا کہ شہداء کے سروں اور اسیروں کو شام کی طرف لے جائیں اور راستے میں تمام شہروں میں ان کی تشہیر کرتے جائیں۔ سہل روایت کرتا ہے کہ میں نے یہ منظر دیکھا تو میں اپنا رخت سفر باندھ کر ان کے ساتھ ہو لیا۔ قادسیہ کی منزل پر پہنچ کر جناب ام کلثومؑ نے یہ اشعار پڑھے۔

''میرے جوانوں کو قتل کر دیا اور بزرگ سرداروں کو ہم سے جدا کر دیا۔ اس مصیبت پر گریہ نے میری حسرتوں میں اضافہ کر دیا ہے۔ ان ذلیل کمینوں نے ہم پر ظلم کئے ہیں یہ جانتے ہوئے بھی کہ ہم پیغمبرؐ کی بیٹیاں ہیں۔ ہمیں بغیر مقنع وچادر شہروں اور قصبوں میں اس طرح پھرایا جا رہا ہے گویا ہم مال غنیمت میں حاصل کئے ہوئے ہیں۔ اے رسول خداؐ! آپ کے اہل بیت کے ساتھ ان کا یہ سلوک آپ کے لیے بہت تکلیف کا باعث ہے۔ اے بہترین خلائق!''۔ اس کے بعد فرمایا۔ ''اے دشمنان خدا! خدا کی تم پر لعنت ہو۔ تم نے پیغمبر خداؐ کی نافرمانی کی جبکہ انہوں نے تمہیں جہالت وگمراہی سے نکالا''۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کے بارے میں ام سلمہؓ کا قول

حضرت پیغمبر خداؐ کی زوجہ محترمہ جناب ام سلمہؓ سے روایت ہے۔ایک روز پیغمبر اکرمؐ سیدھے لیٹے ہوئے تھے۔حضرت امام حسین علیہ السلام ان کے پیٹ پر کھیل رہے تھے۔حضرت رسول خداؐ کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی جسے دیکھ دیکھ کر آپ گریہ کرتے تھے۔میں نے عرض کی۔میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ کس لیے رو رہے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا۔اے ام سلمہؓ یہ کربلا کی خاک ہے جو جبرائیلؑ میرے لیے لائے ہیں۔یہ خاک اپنے پاس شیشی میں محفوظ کرلو۔جس وقت یہ تازہ خون میں بدل جائے تو یہ جان لینا کہ میرا بیٹا حسینؑ قتل ہوگیا ہے۔جناب ام سلمہؓ نے عرض کی۔میں نے وہ مٹی ایک شیشی میں ڈال کر اپنے پاس رکھ لی۔جس وقت امام حسین علیہ السلام عراق کو روانہ ہوئے تو جناب ام سلمہؓ ہر روز اس شیشی کو نکال کر دیکھتی تھیں۔

یہاں تک کہ آپ کی شہادت کا دن آ پہنچا۔ام سلمہؓ نے اس شیشی میں تازہ خون دیکھا۔یہ دیکھ کر ان کو یقین ہوگیا کہ امام حسین علیہ السلام شہید ہو چکے ہیں۔فرمانے لگیں۔خدا کی قسم ۃ رسولؐ کی خبر وحی غلط نہ تھی۔ام سلمہؓ فرماتی ہیں۔میں رات ہونے تک خاموش و ساکت بیٹھی رہی۔رات کو خواب میں حضرت رسول خداؐ کو دیکھا کہ آپ کا سر اور چہرہ خاک آلودہ ہے۔میں نے عرض کی۔یا رسول اللہؐ! میں قربان جاؤں۔آپ نے سر اور چہرہ پر خاک کیوں ڈال ہوئی ہے ؟فرمایا۔میں ابھی ابھی اپنے بیٹے حسین علیہ السلام کو دفن کر کے واپس آ رہا ہوں۔ام سلمہؓ فرماتی ہیں۔میں پریشانی کے عالم میں روتی ہوئی خواب سے بیدار ہوئی۔میرے کانوں میں اہل مدینہ کی بڑی دردناک آوازیں آئیں۔میں نے اپنی کنیز سے کہا کہ یہ آوزیں کن لوگوں کی ہیں؟ کنیز نے باہر نکل کر مدینہ کی گلیوں میں چکر لگایا۔ناگاہ آواز آئی کہ ایک جن (عورت) یہ بین کر رہی ہے۔''اے آنکھ میرے رخساروں پر خوب اشک افشانی کر۔میرے بعد کون ان شہداء اور جاہل کی طرف نشاندہی کرتی ہے''۔کنیز کہتی ہے کہ اس جن (عورت) کے بعد ایک اور جن

(عورت) یہ بین کرنے لگی۔ ''اس شخص کی صورت کیسی نورانی ہوگی کہ جس کی پیشانی اور چہر پیغمبر اکرمؐ بار بار مس کرتے تھے۔ ان (حسین علیہ السلام) کے ماں اور باپ سرداران اہل قریش ہیں اور ان کے نانا بہترین نانا ہیں۔ بدترین لوگوں نے نیزوں سے جنگ کر کے انہیں شہید کر دیا۔ ان پر لعنت ہو۔ ان کی دائمی جگہ جہنم ہے''۔ اس کے بعد وہ کنیز حضرت ام سلمہؓ کے پاس پلٹ آئی اور جو سن کر آئی تھی وہ بیان کر دیا اور کہتی تھی۔ ''واحسینا!'' یہ آہ وزاری سن کر چاروں طرف سے لوگ ام سلمہؓ کے گھر پر پہنچ گئے اور پوچھنے لگے۔ اے ام المومنین! کیا خبر ہے؟ ام سلمہؓ نے فرمایا۔ میرا بیٹا حسین علیہ السلام قتل ہو گیا ہے۔ لوگ پوچھنے لگے۔ یہ خبر آپ کو کیسے پہنچی؟ جب کہ آپ مدینہ میں ہیں اور حسین علیہ السلام کوفہ میں ہیں۔ آپ کو یہ خبر کس شخص نے دی ہے؟ ام سلمہؓ فرمانے لگیں۔ پیغمبر اکرمؐ نے زمین کربلا کی مٹی مجھے دی تھی اور فرمایا تھا کہ جب یہ مٹی تازہ خون میں بدل جائے تو سمجھ لینا کہ میرا بیٹا حسینؑ قتل ہو گیا ہے۔ خدا نے پیغمبرؐ سے غلط نہیں فرمایا اور پیغمبرؐ نے مجھے غلط نہیں فرمایا۔ یہ شیشی اور مٹی تم لوگوں کے سامنے ہے۔ لوگوں نے دیکھا کہ جو ام سلمہؓ کہتی ہیں وہی حقیقت حال ہے۔ یہ منظر دیکھ کر لوگوں نے اپنے گریبان چاک کر لئے اپنے منہ پیٹ لیے سر پر خاک ڈالتے ہوئے قبر رسولؐ کی طرف دوڑے تاکہ پیغمبرؐ خدا سے ان کے بیٹے کی شہادت پر تعزیت پیش کریں

اہل بیتؑ کی کوفہ سے شام روانگی۔ (منزل تکریت)

ابن زیاد کی فوج سرہائے شہداء اور اسیروں کو لے کر روانہ ہوئی اور حصاصہ کے مشرقی حصی سے گزر کر تکریت جا پہنچی۔ وہاں کے حاکم کو اطلاع پہنچوائی کہ وہ آ کر ان کا استقبال کرے کیونکہ ان کے پاس (معاذ اللہ) خارجیوں کے سر ہیں۔ یہ اطلاع پا کر اس حاکم نے منادی کرا دی کہ تمام شہر والے اپنے اپنے گھروں پر جھنڈے لہرائیں۔

ساز بجائیں اور شہر کو سجائیں۔ لوگ چاروں طرف سے جوق در جوق آنے لگے۔ وہ حاکم بھی شہر سے باہر تمام لوگوں کے ساتھ نکلا اور اس قافلہ والوں

سے ملا۔ جو کوئی بھی ان سے پوچھتا تھا جواب یہی دیتے تھے کہ یہ سر ایک خارجی کا ہے جس نے یزید سے بغاوت کی تھی اور ابن زیاد نے اسے قتل کر دیا ہے (معاذ اللہ) اتنے میں ایک نصرانی جو وہاں پر موجود تھا کہنے لگا۔ ''اے لوگو! جس وقت یہ سر کوفہ میں لایا گیا تو میں وہاں پر موجود تھا۔ یہ سر کسی خارجی کا نہیں بلکہ حسین علیہ السلام کا ہے''۔ جونہی لوگوں نے نصرانی' سے یہ سنا تو امام حسین علیہ السلام کے احترام میں ناقوس کی صدائیں بلند کیں اور کہنے لگے۔ ''ہم اس قوم سے جس نے پیغمبر کی بیٹی کے فرزند کو قتل کیا ہے سخت بیزار ہیں''۔ جونہی یزیدی فوج نے لوگوں کی یہ باتیں سنیں تکریت شہر میں داخل نہ ہوئے بلکہ شہر کے باہر سنسان جگہ سے قافلہ کو آگے بڑھا دیا۔ یہاں تک کہ منزل اعمیٰ۔ اس کے بعد دیر عروہ۔ اس کے بعد صیلتا عبور کرتے ہوئے وادی الخلہ کے مقام پر قیام کیا اور رات وہیں بسر کی۔ وہاں جنات کی عورتوں کے نوحہ کی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ اور جنوں کی عورتیں آ کر ہاشمی خواتین کی دلجوئی اور مدد کر رہی تھیں جبکہ دختران پیغمبر بھی آہ وزاری کر رہی تھیں۔ جنات کی عورتیں ہاشمی خواتین کے چاروں طرف اسی طرح رو رہی تھیں اور سیاہ لباس جو مصیبت کے وقت پہنا جاتا ہے پہن رکھا تھا۔ وہ جن عورتیں اس طرح حسین علیہ السلام کے غم کے میں سینہ زنی کر رہی تھیں جیسے دینار کا سکہ جسم پر مارنے سے آواز پیدا ہوتی ہے اور وہ پیغمبر خداؐ کی ان مصیبت زدہ بیٹیوں کے ساتھ گریہ کر رہی تھیں۔

منزل نخلہ۔ ارینا

اس کے بعد قافلہ منزل نخلہ سے آگے بڑھا۔ ارینا ہوتے ہوئے لینا پر پہنچ کر پڑاؤ کیا۔ یہ مقام بڑا گنجان آباد تھا۔ بوڑھے جوان شہر سے باہر آ کر سر مبارک حسین علیہ السلام کی زیارت کرتے تھے اور ان کے جد اور والد گرامی پر درود بھیجتے تھے اور جن لوگوں نے انہیں قتل کیا تھا ان پر لعنت بھیجتے تھے اور کہتے تھے۔ ''اے فرزند پیغمبرؐ کے قاتلو! ہمارے شہر سے دور ہو جاؤ''۔

منزل موصل

چنانچہ لشکر وہاں سے آگے روانہ ہوا اور کھیل کے راستے بہب پہنچ گئے۔
وہاں سے موصل کے عامل کو خط لکھا کہ آ کر ہم سے ملاقات کرو ہمارے پاس حسین علیہ السلام کا سر ہے۔ موصل کے عامل نے یہ خط ملتے ہی حکم دیا کہ شہر کو سجایا جائے۔ جھنڈے لہرائے جائیں۔ چنانچہ ہر طرف سے لوگ آ کر اکٹھے ہو گئے اور عامل کے ہمراہ شہر کے باہر چھ فرسخ کے فاصلے پر جا کر لشکریوں کا استقبال کیا۔ بعض شہر والوں نے دریافت کیا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ جواب ملا کہ یہ ایک خارجی کا سر ہے (معاذ اللہ) جس نے سرزمین عراق میں بغاوت کی تھی۔ عبید اللہ بن زیاد نے اسے قتل کر دیا ہے اور اس کا سر یزید کو بھیجا جا رہا ہے۔ ان میں سے ایک شخص نے کہا۔ ''اے لوگو! یہ حسین علیہ السلام کا سر ہے''۔ جونہی شہر والوں کو اصل معاملے کا پتہ چلا تو چالیس ہزار سوار جن کا تعلق بنی اوس اور بنی خزرج سے تھا اکٹھے ہو گئے اور باہم قسمیں کھا کر معاہدہ کیا کہ ان ظالم لشکریوں کو قتل کر دیں گے۔ اور سر حسین علیہ السلام ان سے چھین کر اسے خود دفن کر دیں گے۔ تا کہ ان کا یہ عمل تا قیام قیامت باعث افتخار رہے۔

منزل نصیبین

یزید کے لشکریوں نے جب یہ سنا تو شہر میں داخل ہونے کے بجائے تل باعفر کی طرف روانہ ہو گئے۔ جبل سنجار سے ہوتے ہوئے نصیبین پہنچ کر قیام کیا اور سرہائے شہداء اور اسیروں کی تشہیر کی۔ جناب زینبؑ یہ دیکھ کر رونے لگیں اور کہتی تھیں۔ ''ان لوگوں نے اپنی طاقت کی بناء پر ہمیں لوگوں میں تشہیر کیا ہے۔

حالانکہ ہمارے جد وہ تھے جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی نازل کی۔ تم لوگ اپنے خدا اور رسولؐ سے انکاری ہو گئے جیسے کوئی پیغمبر تمہارے پاس آیا ہی نہ ہو۔ خداوند عرش تم لوگوں پر اپنی لعنت کرے۔ تم بدترین امت ہو۔ تم جہنم کی آگ میں چیختے چلاتے رہو گے''۔

منزل عین الورد

اس کے بعد یہ قافلہ عین الورد کی جانب روانہ ہوگیا۔ راستہ طے کرتا ہوا منزل دعوات پر پہنچ کر پڑاؤ کیا۔ لشکریوں نے اس شہر کے حاکم کو پیغام بھیجا کہ ہمارا استقبال کیا جائے کیونکہ ہمارے ساتھ سر حسین علیہ السلام ہے جونہی اس حاکم کو یہ خبر پہنچی شہریوں کو شہنشائیاں بجانے کا حکم دیا اور شہر سے باہر سب نے مل کر اس قافلہ کا استقبال کیا۔ لشکری اس کے سامنے سر حسینؑ کی تشیر کرنے لگے۔ پھر اس شہر میں ''باب اربعین'' سے داخلہ ہوا۔ اور سر حسین علیہ السلام کو وقت ظہر سے وقت عصر تک اس باب کے اوپر لٹکائے رکھا۔ یہ منظر دیکھ کر شہر کے بہت سے لوگ رو رہے تھے۔

اور کچھ ہنس رہے تھے۔ (روایت ہے کہ) اس میدان میں جہاں سر حسین علیہ السلام لٹکایا گیا تھا قیامت تک جو شخص دُعا کرے گا اس کی حاجت پوری ہوگی۔

لشکر یزید تمام رات وہاں شراب خوری میں مصروف رہا۔ صبح کے وقت کوچ کرنے لگے تو امام زین العابدینؑ گریہ کرتے تھے اور یہ فرماتے تھے۔ ''کاش میں یہ جانتا (دیکھتا) کہ اس ظلمت (تاریکی) میں کوئی عقلمند ایسا ہوتا جو دُنیا کے اس بدترین واقعہ پر اپنی لب کشائی کرتا۔ میں وہ امام کا بیٹا ہوں جس کا حق ذلیل کمینوں نے ضائع کردیا ہے (چھین لیا ہے)''۔

منزل قسرین

اس کے بعد قافلہ منزل قسرین پر پہنچا جو بہت پر رونق اور گنجان آباد جگہ تھی۔ جونہی لشکر یزید وہاں پر پہنچا تو لوگوں نے اپنے گھروں کے دروازے بند کرلئے اور لشکریوں پر لعنت کرتے تھے، ان پر پتھر پھینکتے تھے اور کہتے تھے۔ ''اے بدکارو! اے فرزندان رسولؐ کے قاتلو! خدا کی قسم تم لوگ ہمارے شہر میں داخل نہ ہو سکو گے جب تک تم ہمارا آخری مرد تک قتل نہ کردو۔ جب لشکر نے یہ دیکھا تو وہاں

سے آگے روانہ ہو گئے۔ جناب ام کلثومؑ یہ دیکھ کر رونے لگیں اور فرمانے لگیں۔ ''ہمیں کس طرح سے بے پالان اونٹوں پر سوار کیا ہوا ہے جیسے روم کی (قیدی) شہزادیاں اس شہر میں آ گئی ہوں۔ تم پر لعنت ہو۔ کیا ہمارے نانا رسول اللہؐ نہیں تھے؟ ہمارے نانا نے تمہیں راہ ہدایت دکھائی۔ خداوند کریم تمہارے سبز باغوں اور فصلوں کو بارش سے محروم کرے اور تمہارے شہروں کو اپنے عذاب سے نیست و نابود کر دے''۔

منزل معرۃ النعمان وشیرز و کفر طاب

پھر یہ لشکر اپنے سفر پر روانہ ہوا اور معرۃ النعمان پر قیام کیا۔ وہاں کے شہریوں نے ان کا استقبال کیا اور شہر کے دروازے ان کے لیے کھول دیئے۔ اشیائے خورد و نوش ان کے لئے لائے۔ وہ دن وہاں گزرا۔ پھر وہاں سے روانہ ہو کر مقام شیرز پہنچے۔ وہاں کے ایک بوڑھے شخص نے بتایا۔ ''اے لوگو! یہ حسین علیہ السلام کا سر ہے''۔ یہ سن کر تمام لوگوں نے مل کر عہد کیا کہ اس لشکر کو اپنے شہر میں داخل نہ ہونے دیں گے۔ لشکریوں نے یہ حال دیکھ کر فیصلہ کیا کہ اب اس شہر میں داخل نہ ہوں گے۔ چنانچہ وہاں سے چل کر ایک چھوٹے قلعے ''کفر طاب'' کے دروازے پر پہنچے۔ قلعہ میں رہنے والوں نے انہیں دیکھ کر اپنا دروازہ بند کر لیا۔ خولی لعین نے آگے بڑھ کر ان لوگوں سے پوچھا۔ ''کیا تم لوگ ہماری حکومت میں نہیں ہو؟ ہمیں پانی پلواؤ''۔ یہ سن کر سب نے جواب دیا۔ ''خدا کی قسم! تم لوگوں کو ہم پانی کا ایک قطرہ بھی نہ دیں گے کیونکہ تم لوگوں نے حسین علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں پر پانی بند کیا تھا''۔

منزل سی بور

یہ دیکھ کر یہ لشکر سی بور کے مقام پہنچا۔ امام زین العابدینؑ نے یہاں فرمایا۔ ''پست اور ذلیل لوگ آقا و سردار بن بیٹھے ہیں۔ حمیت والے (اہل عرب)

اس بات پر خوش نہ ہوں گے۔اس کے برعکس امت کے سرداروں و بزرگوں کو حقیر و پست سمجھا جارہا ہے۔لوگ کہاں ہیں (کہ وہ دیکھیں) کہ ایسا عجیب حادثہ روزگار نہ کبھی دیکھا گیا نہ سنا گیا۔پیغمبر خداؐ کے خاندان والے بے پالان اونٹوں پر سوار ہیں جبکہ آل مروان بہترین (زین سے سجے ہوئے) گھوڑوں پر چل رہے ہیں۔

اس شہر میں ایک بوڑھا شخص تھا۔جس نے حضرت کو دیکھا تھا۔اس نے سیبور کے بوڑھوں اور جوانوں کو جمع کیا اور کہا۔"یہ حسین علیہ السلام کا سر ہے اور ان ملعونوں نے انہیں قتل کر دیا ہے"۔یہ سن کر سیبور کے رہنے والوں نے لشکر یزید سے کہا۔"خدا کی قسم! اب تم کو اپنے شہر میں داخل نہ ہونے دیں گے۔" یہ سن کر شہر کے بوڑھوں نے کہا۔"خداوند تعالیٰ فتنہ وفساد کو پسند نہیں کرتا۔یہ سر بہت سے شہروں سے گزر کر یہاں تک پہنچا ہے۔کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا ہے۔لہٰذا تم بھی اسے گزرنے کی اجازت دے دو"۔شہر کے جوان مردوں نے کہا۔"خدا کی قسم! ایسا ہرگز نہ ہوگا"۔اس کے بعد وہ تلواریں لے کر ایک پل پر جمع ہوگئے۔یہ دیکھ کر خولی لعین نے ان سے کہا۔"ہم سے دور بھاگ جاؤ"۔یہ سن کر ان جوانوں نے خوالی اور اس کے ساتھیوں پر حملہ کر دیا۔سخت جنگ ہوئی اور لشکر کے چھ سو سوار ہلاک ہوگئے اور ان جوانوں میں سے بھی پانچ مرد قتل ہوگئے۔یہ دیکھ کر حضرت ام کلثومؑ نے پوچھا۔"اس شہر کا نام کیا ہے؟" لوگوں نے کہا۔سی بور ہے فرمایا۔"خدا ان کے پانی کو شریں رکھے۔ان کی مشکلیں حل کرے اور ظالموں کے ظلم سے بچا کے رکھے"۔ حضرت ام کلثومؑ کی اس دُعا کے بعد اگر دُنیا ظلم و جور سے پر بھی ہو جائے تو بھی ان لوگوں کو عدل و انصاف (خدا کی طرف سے) ملے گا۔

منزل حماۃ

اس کے بعد قافلہ حماہ کے مقام پر پہنچا۔اس شہر والوں نے بھی اپنے دروازے بند کر لئے۔وہ گھوڑوں پر سوار ہو کر نکل کھڑے ہوئے اور کہتے تھے۔ "خدا کی قسم! اس شہر میں یہ (ظالم) لوگ داخل نہ ہوسکیں گے جب تک ہم سب کو قتل نہ کردیں"۔

منزل حمص

لشکریوں نے یہ کلام سن کر وہاں سے کوچ کر دیا۔ شرحمص کے نزدیک پہنچ کراس شہر کے عامل کو لکھا۔ ہمارے ساتھ امام حسین علیہ السلام کا سر ہے۔ شہر کے عامل کا نام خالد بن شیط تھا۔ اس نے خط پڑھتے ہی منادی کرادی کہ شہر کو سجایا جائے، جھنڈے لہرادیئے جائیں۔ یہ سن کر تمام شہر والے اکٹھے ہوگئے اور عامل کے ہمراہ شہر سے تین فرسخ آگے جاکر لشکر کا استقبال کیا۔ لشکری سر حسین علیہ السلام کی تشہیر کرتے تھے۔ لشکر شہر حمص میں داخل ہوگیا۔ لیکن لوگوں نے شہر کے دروازے پر اکٹھے ہوکر لشکر یزید پر سنگباری شروع کردی۔ یہاں تک کہ چھبیس سوار ہلاک ہوگئے اور شہر کا دروازہ لشکریوں کے لیے بند کردیا اور کہا۔ ''اے لوگو! تم نے ایمان لانے کے بعد کفر اور ہدایت پانے کے بعد گمراہی کا راستہ اختیار کرلیا ہے''۔ یہ دیکھ کر لشکر والے وہاں سے نکل آئے اور ''کیس قین'' کے نزدیک خالد بن شیط کے محل میں آکر پناہ لی۔ شہر کے لوگوں نے باہم قسمیں کھا کر عہد کیا کہ ہم خولی لعین کو قتل کرکے سر حسینؑ اس سے چھین لیں گے تاکہ قیامت کے روز ہم اپنے اس عمل پر فخر کرسکیں۔

منزل بعلبک

جب لشکر یزید کو یہ خبر پہنچی تو وہاں سے ہراساں و پریشان بھاگا اور بطبک کے مقام پر آکر دم لیا۔ وہاں کے حاکم کو لکھا کر سر حسینؑ ہمارے ہمراہ ہے۔ حاکم نے خط دیکھ کر منادی کرائی کہ کنیزیں ڈھول بجائیں۔ جھنڈے لہرائے جائیں اور شہنشائیاں بجائی جائیں۔ لشکر والوں نے خوب خوشبوئیں لگائیں اور تمام رات شرابخوری کی۔ حضرت ام کلثومؑ نے اس شہر کا نام پوچھا۔ بتایا گیا بعلبک ہے۔ فرمایا ''خدا ان کے کھیتوں کو برباد کرے، ان کے پانی کو تلخ کرے اور ان پر ظالموں کو مسلط کردے''۔ اس کے بعد یہ بات زبان زد عام ہوگئی کہ اگر دُنیا میں عدل وانصاف کے سوا کچھ نہ ہو تو ان لوگوں کو سوائے ظلم وستم کے کچھ نہ ملے گا۔

دیرِ راہب

لشکر نے صبح کے وقت بطبک سے کوچ کر کے شام تک سفر کیا اور ایک راہب کے گرجے کے پاس پہنچ گئے۔ وہاں پر امام زین العابدینؑ نے یہ اشعار پڑھے۔

''یہ دُنیا ہی ہے کہ اس کے عجائب شرفاء کے لیے کبھی ختم نہیں ہوتے اور نہ ان کی مصیبتیں ختم ہوتی ہیں۔ کاش مجھے معلوم ہو جائے کہ کب تک یہ گردش زمانہ ہمیں نچوڑے گی اور ہم کب تک اسی برداشت کرتے رہیں گے۔ ہمیں برہنہ اونٹوں پر پھرایا جا رہا ہے اور ہمارے غیر عیش وعشرت میں ہیں اور اس زندگی کا مزا لے رہے ہیں۔ (ایسا لگتا ہے) گویا ہم ان کے درمیان روم کے قیدی ہیں یا پھر پیغمبر خداؐ کا قول (معاذ اللہ) درست نہیں۔ تم پر لعنت ہو۔ تم لوگوں نے اپنے پیغمبرؐ کی نافرمانی کی ہے۔ اے بدترین قوم! تم نے انؐ کے اصول بدل ڈالے ہیں۔''

اتنے میں رات ہوگئی اور وہ ملعون سر حسینؑ کو صومعہ کی طرف لے گئے۔ آدھی رات کے وقت راہب نے بجلی کی کڑک اور تسبیح وتقدیس کی آوازیں سنیں اور نور کی شعاعیں اٹھتی دیکھیں۔ راہب نے اپنا سر صومعہ سے باہر نکال کر دیکھا کہ نور کی شعاعیں سر حسین علیہ السلام سے نکل کر آسمان کی طرف بلند ہو رہی ہیں اور آسمان کے دروازے کھل گئے ہیں اور ان میں سے فرشتے گروہ در گروہ نازل ہو رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں۔

''السلام علیک یا بن رسول اللہ ! السلام علیک یا ابا ''عبدللہ !'' راہب نے یہ منظر دیکھا تو سخت گریہ کرنے لگا۔ صبح کو لشکر نے کوچ کا ارادہ کیا تو راہب نے آکر پوچھا۔ ''اس قافلے کا سردا کون ہے؟'' لوگوں نے کہا۔ ''خولی لعین بن یزید ہے''۔ راہب نے پوچھا۔ ''تمہارے پاس یہ کیا ہے؟'' لشکری بولے۔ ''یہ ایک خارجی کا سر ہے کہ جس نے سرزمین عراق میں بغاوت کی تھی اور عبیداللہ بن زید نے اسے قتل کر دیا ہے''۔ (معاذ اللہ) راہب نے پوچھا۔ ''اس کا نام کیا ہے؟'' بولے۔ ''یہ حسین بن علی ابی طالب علیہ السلام ہیں۔ ان کی والدہ حضرت فاطمہ زہراؑ اور نانا

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں''۔ راہب بولا۔ ''تم اور جس کی اطاعت میں تم ہو برباد ہو جاؤ۔ اس شخص کے متعلق روایت بالکل سچی ہے کہ جب وہ قتل کیا جائے گا تو آسمان سے خون کی بارش ہوگی۔ اور یہ اسی وقت ہوتا ہے جب کوئی پیغمبر یا اس کا وصی قتل کیا جاتا ہے''۔ اس کے بعد راہب نے یزید کے لشکریوں سے کہا۔ ''میں چاہتا ہوں کہ یہ سر ایک گھنٹہ کے لیے مجھے دے دو۔ اس کے بعد تمہیں لوٹا دوں گا۔'' خولی بولا۔ ''یہ سر جو ہمارے پاس ہے صرف یزید کے سامنے کھولوں گا تا کہ اس سے انعام حاصل کر سکوں''۔ راہب نے کہا۔ ''کس قدر انعام چاہئے؟'' خولی بولا۔ ''دس ہزار درہم کی تھیلی''۔ راہب نے کہا۔ ''یہ رقم میں تمہیں دینے کو تیار ہوں''۔ راہب نے تھیلی لا کر خولی کو دے دی اور سر مبارک امام حسین علیہ السلام کو نیزہ پر سے اتار کر لے لیا۔ سر کو لے کر بوسہ دیا اور رو کر کہا۔ ''اے ابا عبداللہ! مجھے سخت افسوس اور پشیمانی ہے کہ میں اپنی جان آپ پر قربان نہ کر سکا۔ آپ جب اپنے نانا کے پاس جائیں تو میری گواہی دیں کہ میں خدا وحدہ لاشریک ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے پیغمبر ہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ علی علیہ السلام اس کے ولی ہیں''۔ اس کے بعد راہب نے سر مبارک خولی کو واپس دے دیا۔ لشکری راہب کے درہموں کو باہم تقسیم کر رہے تھے کہ اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ وہ تمام درہم مٹی کی ٹھکیریاں بن گئے ہیں اور ان پر لکھا ہے۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون''۔ یعنی جو ظلم کرتے ہیں وہ عنقریب جان لیں گے کہ وہ کس جگہ لوٹ کر جائیں گے۔

یہ دیکھ کر خولی ملعون کہنے لگا۔ ''اس بات کو لوگوں سے پوشیدہ رکھنا تا کہ ہم ذلیل ورسوا نہ ہو جائیں''۔ سہل سے روایت ہے کہ ہاتف کی ندا یوں آئی۔ ''کیا وہ قوم جس نے حسین علیہ السلام کو قتل کیا ہے قیامت کے روز ان کے نانا کی شفاعت کی امیدوار ہوگی؟ انہوں نے خدا کو غضبناک کیا ہے۔ اس کی نافرمانی کی ہے اور قیامت کے روز کے عذاب سے نہیں ڈرے۔ خداوند تعالیٰ ابن زیاد اور اس کی اولاد پر لعنت کرے اور ان سب کو عذاب جہنم میں گرفتار کرے''۔ جس وقت لشکر

یزید نے راہب کے صومعہ کے پاس یہ ندا سنی تو سخت پریشان ہوئے اور وہاں سے روانہ ہو کر سیدھے دمشق جا کر دم لیا۔

دمشق (ماہ صفر ۶۱ ہجری)

ابی مخنف روایت کرتا ہے کہ ہم دمشق شہر میں موجود تھے۔ دیکھا کہ بازار سنسان ہیں اور لوگ مستی کی حالت میں جیسے اپنے عقلوں کو خیر باد کہہ دیا ہو گھوم رہے ہیں۔ اسی دوران یہ لشکر بھی دمشق میں وارد ہو گیا۔ ایک شخص نے یزید کے پاس جا کر کہا۔ ''اے خلفیہ! خدا نے تیری آنکھیں ٹھنڈی کر دی ہیں''۔ یزید بولا۔ ''کیسے؟''۔ وہ شخص بولا۔ ''سر حسین علیہ السلام کے یہاں پر آنے سے''۔ یہ سن کر وہ ولد الزنا (یزید) بولا۔ ''خدا نے تیری آنکھیں ٹھنڈی نہیں کی ہیں؟''۔ اس کے بعد حکم دیا کہ اس شخص کو قید خانہ میں ڈال دو۔ یزید نے حکم دیا کہ ایک سو بیس سوار جا کر سر امام حسین علیہ السلام لے کر آئیں۔ چنانچہ سواروں کا یہ دستہ شہر سے باہر اس طرح آیا کہ جھنڈے لہرائے جا رہے تھے اور تکبیروں کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔ اچانک ہاتف کی صدا سنائی دی۔

''اے پیغمبر کی بیٹی کے فرزند! تیرا سر جو خون میں تر ہے لائے ہیں اس روز سے زیادہ جس روز آپ قتل ہوئے کوئی اور حسرت بھرا دن نہیں ہے۔ اے بنت پیغمبرؐ کے پسر! آپ کا قتل ایسا ہی ہے جیسے انہوں نے عمداً پیغمبرؐ کو قتل کر دیا ہو۔ آپ کے قتل پر تکبریں بلند کرتے ہیں حالانکہ آپ کو قتل کر کے انہوں نے تکبیر وتہلیل ہی کو قتل کر دیا ہے''۔

سہل کہتا ہے کہ لوگ باب خیزران سے داخل ہو رہے تھے کہ میں بھی ان لوگوں کے ساتھ اندر چلا گیا۔ ناگہاں کیا دیکھتا ہوں کہ اٹھارہ سروں کو آگے لایا جا رہا ہے اسیران برہنہ اونٹوں اپر سوار ہیں اور سر حسین علیہ السلام کو شمر لعین کے ہاتھوں میں دیکھا جو یہ کہتا تھا۔ ''میں بلند نیزہ کا حامل ہوں، میں اصل دین کے وارث کا قاتل ہوں۔ میں نے سید الوصین کے بیٹے کو قتل کیا ہے اور اس کا سر امیر المومنین

یزید کے لیے لایا ہوں"۔ یہ سن کر ام کلثوم نے فرمایا۔ "اے لعین ابن لعین! تو جھوٹا ہے ستمگروں پر خدا کی لعنت ہو ۔ تو اس کے قتل پر فخر کرتا ہے جس کو جھولے میں جبرائیل ومیکائیل لوریاں سناتے تھے اور جس کا نام خداوند تعالیٰ نے اپنے عرش کے کنگرے لکھا ہوا ہے اور وہ جس کے جد پر خداوند تعالیٰ نے پیغمبروں کے سلسلے کی انتہا کی۔ جس کے باپ کے ذریعے مشرکین کی بیخ کنی ہوئی۔ اس لیے نہ میرے جد کا کوئی ثانی ہے نہ میرے پدر بزرگوار علی مرتضیٰؑ کا اور نہ ہی میری والدہ فاطمہ زہراؑ کا کوئی مثل ہے"۔

یہ سن کر خولی ملعون بولا۔ "تم کیسی جرات سے کلام کرتی ہو۔ کیوں نہ ہو تم ہو بھی ایک مرد شجاع کی بیٹی"۔ اس کے بعد حر بن یزید ریاحی کا سر آگے لائے اور اس کے بعد حضرت عباسؑ کا سر مبارک قشعم جعفی لئے ہوئے اور اس کے پیچھے حضرت عون کا سر سنان بن انس کے ہاتھوں میں اور اس کے پیچھے باقی تمام سروں کو لایا گیا۔

سہل روایت کرتا ہوں۔ ایک چھوٹی سی بچی جو ایک بے پالان لاغر اونٹ پر سوار تھی ایک نقاب اپنے چہرے پر ڈالے ہوئے تھی۔ اس وقت اس بچی نے چلانا شروع کر دیا۔ "**وامحمد !واجدا! واعلیا! واحسنا ! واحسینا! واعقیلا ! واعباسا! وابعد سفر !! واسوء صباحا!**" یہ سن کر میں اس بچی کے نزدیک گیا۔ مجھے دیکھ کر اس نے چیخ بلند کی اور بیہوش ہوگئی۔ جب ہوش میں آئی تو میں نزدیک جا کر عرض کی۔ اے میری شہزادی مجھے دیکھ کے آپ کی چیخ کیوں نکلی تھی؟ فرمایا۔ کیا تجھے خدا اور رسولؐ سے شرم نہیں آتی کہ تو حرم رسول اللہؐ کی طرف دیکھتا ہے؟ میں نے عرض کی۔ خدا کی قسم! میں نے کسی بری نظر سی آپ کو نہیں دیکھا تھا ۔ بچی بولی۔ تم کون ہو؟۔ مین نے عرض کی۔ میں سہل بن سعید شہروزی آپ کے محبوں اور موالیوں میں سے ہوں۔ اس کے بعد میں امام زین العابدینؑ کی خدمت میں گیا اور عرض کی۔ "مولا کسی چیز کی ضرورت ہے؟"۔ آپ نے فرمایا۔ "تمہارے پاس کچھ رقم ہے؟"۔ عرض کی۔ "میرے پاس ایک ہزار دینار اور ایک

ہزار درہم موجود ہیں''۔ فرمانے لگے۔ ''ان میں سے کچھ رقم اس شخص کو دے دو جو سر حسینؑ اٹھائے ہوئے ہے اور اس سے کہو کہ یہ سر ذرا آگے لے جائے تا کہ لوگوں کی نظریں ہماری خواتین سے ہٹ کر سر حسین علیہ السلام پر مرکوز ہوں''۔ سہل کہتا ہے کہ میں نے تعمیل حکم کی اور دوبارہ خدمت امامؑ میں حاضر ہوا اور عرض کی۔ ''مولا! جس طرح سے آپ نے حکم دیا تھا اسی طرح میں بجالایا ہوں''۔ امامؑ نے فرمایا۔ ''خدا تجھے روز قیامت ہمارے ساتھ محشور کرے''۔ اس وقت امامؑ کی زبان پر یہ کلمات جاری ہوئے۔ ''شہر دمشق میں اس طرح سے ذلیل وخوار ہوا ہوں جیسے میں کوئی بے یارومددگار حبشی غلام ہوں۔ ادر میرے جد ہر میدان میں مشہور ہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور میرے بزرگ امیر المومنین (علی علیہ السلام) ہیں۔ اے کاش یزید مجھے اس طرح سے اسیری میں نہ دیکھتا۔

ایک بوڑھی عورت کی سر مبارک سے بے ادبی

اسی دوران میں نے ایک کھڑکی کی طرف نظر کی جس میں پانچ عورتیں بیٹھی تھیں۔ ان میں سے ایک بوڑھی کا قد خمیدہ تھا۔ جس وقت امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک اس کے مقابل آیا اپنی جگہ سے اٹھی اور ایک پتھر اٹھا کر آپ کے دندان مبارک پر مارا۔ میں نے یہ منظر دیکھ کر دُعا کی۔ ''خدایا! اس عورت کو ان دوسری عورتوں کے ہمراہ ہلاک کردے''۔ ابھی میری یہ دُعا ختم ہوئی تھی کہ اچانک وہ کھڑکی ٹوٹی اور وہ پانچوں عورتیں نیچے گر کر ہلاک ہوگئیں۔

یزید کا تاریخی دربار اور اس کی رسوائی

اس کے بعد قافلے اور سرہائے مبارک کو یزید کی طرف روانہ کردگیا۔ راستے میں انہیں ''باب الساعات'' سے گزارا گیا جہاں انہیں تین گھنٹے تک دن کی گرمی میں روکے رکھا گیا۔ مروان بن الحکم یزید کے پاس تخت پر بیٹھا تھا۔ جب قافلہ دربار یزید میں داخل ہوا تو مروان نے پوچھا ''تم نے حسین علیہ السلام اور ان کے خاندان کے ساتھ کیا کیا؟''۔ لشکریوں نے کہا۔ ''حسینؑ اپنے خاندان کے

اٹھارہ بنی ہاشم کے جوانوں اور پچاس سے کچھ زیادہ اپنے اصحاب سمیت ہم سے جنگ کرنے آئے تھے۔ ہم نے ان سب مردوں کو قتل کر دیا ہے ان کے مردوں کے سر اور (خواتین) قیدی ان اونٹوں پر موجود ہیں"۔ یہ سن کر مروان نے اپنے کندھوں کو جھٹکا اور امام حسین علیہ السلام کے سر کی طرف نظر کر کے بولا۔ "تمہارے چہرے کی ٹھنڈک اور تمہارے رخساروں کی سرخی کیسی بھلی معلوم ہو رہی ہے۔ میرا دل حسین علیہ السلام کے خون سے ٹھنڈا ہو گیا ہے۔ خاندان پیغمبرؐ کا خون بہا کر میں اپنا قرضہ چکا لیا ہے"۔

سہل بیان کرتا ہے کہ میں بھی اور لوگوں کے ساتھ یزید کے دربار میں موجود تھا تا کہ یہ دیکھ سکوں کہ یزید ان اسیروں کے ساتھ کیا برتاؤ کرتا ہے۔ چنانچہ یزید نے حکم دیا کہ سر حسین علیہ السلام کو نیزہ سے اتار کر سونے کے طشت میں رکھا جائے اور رومال سے ڈھانپ کر اس کے پاس لایا جائے۔ جونہی سر حسین علیہ السلام یزید کے سامنے آیا ایک کوے کی کائیں کائیں سنائی دی تو یزید یہ اشعار پڑھنے لگا۔

"اے کوے! جو بین تو کرتا ہے کر۔ جس واقعہ پر تو روتا ہے وہ تو اپنے انجام کے پہنچ گیا۔ ہر سلطنت اور ہر نعمت زوال پذیر ہے اور زمانے کی چال اسی رفتار سے رواں دواں ہے۔ کاش آج میرے اجداد و بزرگ جو بدر میں تھے موجود تھے ہوتے اور دیکھتے کہ قوم خزرج تلواریں اور نیزے کھا کھا کر نالہ و فغاں کر رہی ہے۔ یہ دیکھ کر پھولے نہ سماتے اور خوشی کے آنسو ان کی آنکھوں سے رواں ہو جاتے اور کہتے۔ اے یزید! تیرے ہاتھ کبھی شل نہ ہوں۔ میں خندف کی نسل نہیں کہ اگر احمد مختارؐ کے بیٹوں سے جو انہوں نے ہمارے (اسلاف) کے ساتھ کیا بدلہ نہ لے لوں۔ بنی ہاشم نے اپنی سلطنت کا ایک کھیل کھیلا ورنہ خدا کی طرف سے کوئی وحی یا پیغام ان کے پاس نہیں آتا تھا۔ ہم نے علیؑ سے اپنے خون کا بدلہ لے لیا ہے اور ایک بہادر شیر کو قتل کر دیا ہے۔ اور بجلی کی کڑک جیسے رعب والے بزرگوں کو قتل کر کے بدر کو زیر کر کے اپنا اور ان کا حساب برابر کر دیا ہے"۔

ان اشعار کے بعد یزید نے اپنے لشکریوں سے پوچھا۔ ''تم نے حسین علیہ السلام کے ساتھ کیا کیا؟''۔ وہ بولے۔ ''حسین علیہ السلام اپنے خاندان کے اٹھارہ بنی ہاشم اور پچاس سے کچھ زیادہ اصحاب سمیت ہمارے مقابل میں آئے تھے۔ ہم نے ان سے درخواست کی تھی کہ ہمارے امیر کے حکم کے مطیع ہو جاؤ یا پھر ہم سے جنگ کرنے کو تیار ہو جاؤ۔ ان لوگوں نے جنگ کا راستہ اختیار کیا۔ چنانچہ ہم نے ان سب کو قتل کر دیا۔ یہ ان کے سر ہیں جبکہ ان کے جسم خاک کربلا پر پڑے ہیں۔ ان پر سورج چمک رہا ہے۔ ہوائیں ان پر ریت اڑا رہی ہیں اور عقاب ان پر منڈلا رہے ہیں''۔ یزید نے اپنا سر جھکا لیا اور کہنے لگا۔ ''میں حسین علیہ السلام کے قتل کے بغیر بھی تم لوگوں کی فرمانبرداری پر راضی تھا''۔

زوجہ یزید کی مخالفت

یزید کی اس گفتگو کو یزید کی زوجہ بنت عبداللہ نے سنا۔ یزید اپنی اس عورت کا بہت دلدارہ تھا۔ اس نے ایک چادر منگوا کر اوڑھی اور پردے کے پیچھے آ کر کہا۔ ''اے یزید! تیرے پاس کوئی شخص موجود ہے؟''۔ یزید بولا۔ ''ہاں''۔ اس کے بعد جو لوگ موجود تھے انہیں باہر جانے کو کہا اور اپنی زوجہ سے اندر آنے کو کہا۔ عبداللہ کی بیٹی ہند اندر آئی۔ سر حسینؑ کو دیکھ کر رونے چلانے لگی اور یزید سے بولی۔ ''یہ تمہارے سامنے کیا چیز رکھی ہے؟''۔ یزید بولا۔ ''یہ حسین ابن علیؑ کا سر ہے''۔ زوجہ بولی۔ ''خدا کی قسم! حضرت فاطمہ زہرؑا اپنے بیٹے کا سر تیرے پاس دیکھ کر سخت ناخوش ہوں گی۔ تو نے یہ کام کر کے خدا اور رسولؐ کی لعنت کا طوق اپنے گلے میں ڈال لیا ہے۔ خدا کی قسم! اب نہ تو میرا شوہر ہے نہ ہی میں تیری بیوی ہوں''۔ یزید بولا۔ ''تجھے حضرت فاطمہؑ سے کیا تعلق ہے؟''۔ زوجہ کہنے لگی۔ ''خداوند تعالیٰ نے ان کے والد۔ شوہر اور بیٹوں کے ذریعے ہماری ہدایت کی اور یہ (خلافت کا) لباس ہمیں پہنایا۔ اے یزید! تجھ پر لعنت ہو تو کس منہ سے خدا اور رسولؐ کے سامنے جائے گا؟''۔ یزید لعین بولا۔ ''اے ہند! ان باتوں کو چھوڑو۔ میں حسین علیہ السلام کو قتل نہیں کرنا چاہتا تھا''۔ یہ سن کر ہند روتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔

شمر لعین کا یزید لعین کے سامنے پیش ہونا

اس وقت شمر اندر آیا اور کہنے لگا۔ ''اے یزید! میرے تھال کو سونے اور چاندی سے بھر دے۔ میں نے ایک معزز اور محترم سردار کو قتل کیا ہے۔ میں نے اسے قتل کیا ہے جس کے ماں اور باپ خلائق میں بہترین تھے۔ حسب ونسب اور عزت وآبرو کے لحاظ سے ان کا کوئی ہم پلہ نہ تھا۔ مکہ اور مدینہ کے تمام لوگوں کے سردار تھے۔ میں نے اسے ایسا نیزہ مارا کہ وہ سر کے بل زمین پر گرا۔ پھر میں نے تلوار سے ضرب لگائی''۔ یزید نے کن انکھیوں سے شمر کو دیکھ کر کہا۔ ''جب تجھے معلوم تھا کہ وہ ماں اور باپ کی نسبت سے بہترین شخص ہے تو پھر اسے کیوں قتل کیا؟۔ خداوند تعالیٰ تیرے اس تھال کو (جہنم کی) آگ اور لکڑیوں سے بھردے''۔ شمر بولا۔ ''میں تجھ سے انعام کا طلب گار ہوں''۔ یزید نے اپنی تلوار کی دستی شمر کے سینے پر ماری اور کہا۔ ''تیرے لیے میرے پاس کوئی انعام نہیں ہے''۔ یہ سن کر شمر وہاں سے نکلا اور بھاگ گیا۔

یزید کا سر حسین علیہ السلام سے بے ادبی کرنا

اس وقت یزید لعین نے سر حسین علیہ السلام کو اٹھایا۔ وہ دندان مبارک پر چھڑی مارتا تھا اور شراب کا جام منہ سے لگا کر کہتا تھا۔ ''ہم نے ان لوگوں کے سر جدا کر دیئے ہیں جو ہمارے لیے بہت اہم تھے۔ حالانکہ وہ بہت پاک وپاکیزہ اور حلیم وبردبار تھے۔ اور خدا کے نزدیک ہمارے مقابلے میں اپنے مقام ومنزلت کے لحاظ سے بہت محترم تھے اور ہر حیثیت سے ہم سے زیادہ صاحب عزت افتخار تھے۔ ہم نے ان پر ظلم کیا ہے اور ان پر ظلم کرنا سوائے گمراہی اور ضلالت کے کچھ نہیں۔ اور جو شخص حق سے تجاوز کرے وہ خسارہ میں ہے۔ اگر انصاف کیا جائے۔ آخر کار روز محشر ہمیں عدل (الٰہی) کا سامنا تو کرنا ہی ہوگا۔ ہم نے اس حکومت کو تو جلد حاصل کر لیا لیکن اس کے پیچھے بھڑکتی آگ کے شعلے ہیں''۔

یہودیوں کے سردار راس الجالوت کا دربار یزید میں مسلمان ہونا اور شہادت پانا

یہودیوں کا سردار راس الجالوت جب یزید کے دربار میں پہنچا تو یزید کے سامنے سید الشہداءؑ کا سر دیکھا۔ پوچھا۔ اے خلیفہ! یہ کس کا سر ہے؟۔ یزید نے کہا یہ سر حسینؑ ہے۔ پھر پوچھا۔ ان کی والدہ کا کیا نام ہے؟ یزید نے جواب دیا۔ ان کی والدہ پیغمبرؐ کی بیٹی فاطمہؑ تھی۔ پوچھا۔ انہیں کس جرم میں قتل کیا ہے؟ یزید نے جواب دیا۔ اہل عراق نے انہیں خط لکھ کر وہاں آنے کی دعوت دی۔ کہ آیئے ہم آپ کو اپنا خلیفہ بنائیں گے۔ (یہ دیکھ کر) میرے مقرر کردہ حاکم عبیداللہ بن زیاد نے انہیں قتل کر دیا''۔

یہ سن کر راس الجالوت کہنے لگا۔ ''وہ جو رسولؐ اللہ کی بیٹی کا فرزند ہے اس سے زیادہ خلافت کا حق دار اور کون ہے۔ یہ تم کیا کفر بکتے ہو؟ اے یزید تو جان لے کہ میرے اور حضرت داؤدؑ (پیغمبرؑ) کے درمیان ایک سو تین پشت کا فاصلہ ہے اس کے باوجود یہودی میری تعظیم کرتے ہیں۔ میری مرضی کے بغیر شادی بیاہ نہیں کرتے۔ میرے قدموں کی مٹی اٹھا کر اس کو تبرک سمجھ کر رکھتے ہیں اور تم ایسے ہو کہ کل پیغمبرؐ تمہارے درمیان تھے اور آج اس کے فرزند کو جنگ کر کے قتل کر دیا۔ تمہارے اوپر ہلاکت اور بربادی ہو''۔ یزید بولا۔ اگر پیغمبر اکرمؐ کا یہ قول میں نے سنا ہوتا کہ اگر کوئی ایسے شخص کو قتل کرے کہ جس کا اسلام (مسلمانوں) کے ساتھ کوئی معاہدہ یا عہد و پیمان ہوا ہو تو روز قیامت میں اس (قاتل) کا دشمن ہوں گا۔ تو میں تجھے اس جسارت کے ساتھ معترض ہونے پر قتل کر دیتا''۔ یہ سن کر راس الجالوت بولا۔ ''اے یزید! عہد و پیمان والے شخص کے قاتل کے تو پیغمبرؐ دشمن ہوں گے اور جس شخص نے ان کے بیٹے کو قتل کر دیا ہو اس کے دشمن نہ ہوں گے؟''۔ اس کے بعد راس الجالوت نے سید الشہداءؑ کے سر کو مخاطب کر کے کہا۔ ''اے ابا عبداللہ! اپنے جد کے سامنے میرے گواہ بننا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا وحدہ لاشریک

ہے اور میں شہادت دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کی عبد اور پیغمبرؐ ہیں"۔ یزید بولا۔"اب تو اپنے دین سے خارج ہوگیا ہے اور دین اسلام میں داخل ہوگیا ہے۔اب میں تجھ سے بری الذمہ ہوں او تجھ سے بیزار ہوں۔پھر اس کے قتل کا حکم دیا۔

مسیحیوں کے سردار کا مسلمان ہونا اور دربار یزید میں شہادت پانا

اس وقت ایک بوڑھا آدمی جاثلیق جو عیسائیوں کا بڑا پادری تھا دربار یزید میں پہنچا۔امام حسین علیہ السلام کے سر کو دیکھا تو بولا۔"اے خلیفہ! یہ کیا ہے؟"۔ یزید نے جواب دیا"یہ حسینؑ ابن علیؑ کا سر ہے جس کی ماں فاطمہ زہراؑ ہے جو رسول اللہ کی بیٹی ہے"۔جاثلیق نے پوچھا۔"ان کو کس جرم میں قتل کیا ہے؟"۔یزید نے جواب دیا۔"اہل عراق نے انہیں خلیفہ بنانے کے لیے دعوت دی۔میرے عامل عبیداللہ بن زیاد نے انہیں قتل کر کے سر میرے پاس بھیج دیا ہے"۔جاثلیق نے کہا"۔ میں اپنے کمرے میں سو رہا تھا کہ میں نے ایک زور کی چیخ کی آواز سنی۔اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک جواں مرد جو مثل آفتاب روشن ہے اس کے ہمراہ آسمان سے چند اور لوگ بھی نازل ہوئے ہیں۔میں نے ان میں سے ایک سے پوچھا۔"یہ کون ہیں؟"۔ جواب ملا۔"پیغمبر اکرمؐ ہیں جنہیں فرشتے ان کے بیٹے حسین کی تعزیت پیش کر رہے ہیں"۔اس کے بعد جاثلیق نے یزید سے کہا۔"تجھ پر لعنت ہو اس سر کو فوراً اپنے سامنے سے اٹھوا دے ورنہ خدا تجھے ہلاک کر دے گا"۔یزید نے کہا۔"تو یہ پریشان اور جھوٹے خواب سنانے کے لیے آیا ہے؟ اے میرے غلاموں اسے پکڑ لو"۔غلاموں نے اسے گھسیٹتے ہوئے یزید کے پاس لا کر ڈال دیا۔یزید نے اسے مارنے پیٹنے کا حکم دیا۔چنانچہ غلاموں نے اسے بری طرح مارا۔جاثلیق نے اپنا رخ سر حسین علیہ السلام کی طرف کیا اور چلایا۔"اے ابا عبداللہؑ! میرے لیے اپنے جد کے پاس گواہ بننا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا وحدہ لاشریک ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور رسولؐ ہیں"۔یہ سن کر یزید غضبناک ہوا اور کہا۔"اس کی روح اس کے بدن سے جدا کر دو"۔جاثلیق بولا۔"اے یزید لعین! تو مجھے مار یا نہ مار یہ پیغمبر اکرمؐ میرے سامنے کھڑے ہیں۔نورانی قمیص اور نورانی تاج ان کے ہاتھ میں ہے اور فرماتے ہیں کہ میرے اور تمہارے درمیان اب کوئی فاصلہ باقی

نہیں ہے۔ یہ نورانی قمیص اور تاج پہن لے۔ لیکن دنیا کو خیر باد کہہ دے اس کے بعد بہشت میں میرے ہمراہ ہوگا''۔ اس وقت جاثلیق نے یزید کے ہاتھوں شہادت پائی (اس پر خدا کی رحمت ہو)

قصر یزید سے ایک لڑکی کا اعتراض

سہل روایت کرتا ہے کہ ایک چھوٹی بچی یزید کے محل سے باہر آئی۔ اس نے دیکھا کہ یزید لعین چھڑی دندان مبارک امام حسین علیہ السلام پر مارتا ہے۔ لڑکی بولی۔ ''اے یزید! خدا تیرے ہاتھ پاؤں قطع کرے تو ان دانتوں پر چھڑی مار رہا ہے جن کو رسولؐ اللہ اکثر بوسہ دیا کرتے تھے''۔ یزید نے لڑکی سے کہا۔ ''تو یہ کیا بات کرتی ہے خدا تیرا سر جدا کرے۔'' لڑکی بولی۔ ''اے یزید سن! میں خواب اور بیداری کی حالت میں تھی کہ میں نے دیکھا کہ وہ جوان کے لباس سبز تھے ایک سیڑھی سے آسمان سے زمین پر تشریف لائے۔ ان کے لئے بہشتی زبرجد کا فرش بچھا ہوا تھا۔ اس فرش سے نورانی شعاعیں مشرق تا مغرب پھیلی ہوئی تھیں۔ اچانک میں نے دیکھا کہ ایک بلند قامت اور خوبصورت مرد آکر اس فرش کے درمیان بیٹھ گیا اور پکارنے لگا۔ ''اے میرے پدر آدم! نیچے آئیں''۔ میں نے دیکھا ایک سفید رنگ کا بلند قیامت مرد نیچے اترا۔ اس کے بعد پکارے۔ ''اے پدر سامؑ! نیچے آئیں''۔ وہ بھی اتر آئے۔ اس کے بعد پکارے۔ ''اے میرے پدر ابراہیمؑ! نیچے آیئے''۔ وہ نیچے آگئے۔ اس کے بعد پکارے۔ ''اے میرے پدر اسمعیلؑ! نیچے آئیں''۔ وہ بھی آگئے۔ اس کے بعد پکارے۔ ''اے برادر موسیٰؑ! نیچے آئیں''۔ وہ بھی آگئے۔ اس کے بعد پکارے۔ ''اے برادر عیسیٰؑ! نیچے آئیں''۔ وہ بھی آگئے۔ پھر میں نے دیکھا کہ ایک مستور جس کے بال پریشان ہیں کھڑی ہیں اور پکارتی ہیں۔ ''اے حوا نیچے آئیں اور میری ماں خدیجہ نیچے آئیں۔ اے میری ماں ہاجر نیچے آئیں۔ اے بہن سارہ نیچے آئیں اور اے بہن مریم نیچے آئیں۔ اس وقت میں نے فضا میں ہاتف کی آواز سنی۔ یہ فاطمہ زہراؑ دختر محمد مصطفیٰؐ زوجہ علی مرتضیٰؑ اور مادر سید الشہداءؑ مقتول کربلا ہیں''۔ اس کے بعد حضرت فاطمہ زہراؑ پکاریں۔ ''اے پدر بزرگوار کیا آپ نہیں

دیکھتے کہ آپ کی امت نے آپ کے بیٹے حسین علیہ السلام کے ساتھ کیا کیا ہے؟" پیغمبر خداؐ رونے لگے اور فرمانے لگے۔ "اے میرے پدر آدمؑ کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ ان باغیوں نے میرے بیٹے کے ساتھ کیا کیا ہے؟"۔ حضرت آدم رونے لگے اور جو بھی وہاں پر موجود تھا رونے لگا۔ حتیٰ کہ ان کو دیکھ کر فرشتے بھی رونے لگے۔ اس وقت میں نے سر حسین علیہ السلام کے اردگرد چند لوگوں کو دیکھا۔ ان میں سے ایک کہتا تھا۔ "اس گھر کے مالک کو پکڑ کر آگ میں جلادو۔ اور اے یزید تو اس وقت اپنے محل سے نکلا اور کہتا تھا۔ "ہائے آگ۔ آگ میں اس آگ سے بچ کر کہاں بھاگ جاؤں؟"۔ یزید نے لڑکی کی یہ گفتگو سن کر حکم دیا کہ اسے قتل کردو لڑکی بولی۔ "ظالموں پر خدا کی لعنت ہو"۔

حضرت ام کلثومؑ کی گفتگو

اس کے بعد یزید لعین نے امام حسین علیہ السلام کے حرم کو دربار میں طلب کیا۔ چنانچہ ان سب کو یزید کے سامنے کھڑا کر دیا گیا۔ یزید نے ان کی طرف دیکھ کر ہر ایک کا نام پوچھا۔ لوگوں نے بتایا۔ یہ زینبؑ ہیں۔ یہ ام کلثومؑ ہیں۔ یزید بولا۔ "اے ام کلثومؑ! تم نے دیکھا کہ خدا نے تم لوگوں کے ساتھ کیا کیا؟"۔ حضرت ام کلثومؑ نے کہا۔ "اے ہمارے آزاد کردہ غلاموں کے بیٹے! یہ تیری خواتین اور کنیزیں تو پردے کے پیچھے بیٹھی ہیں اور پیغمبر خداؐ کی بیٹیاں بے پالان اونٹوں پر سوار ہیں کہ انہیں ہر نیک وبد دیکھتا ہے اور یہودی وعیسائی انہیں صدقے دیتے ہیں"۔ یزید نے حضرت ام کلثوم کو بہت غضبناک نظروں سے دیکھا۔ بعض حاضرین یہ دیکھ کر بولے۔ "(اے یزید!) یہ خواتین ان سے زیادتی نہ کر"۔ یزید لعین یہ سن کر خاموش ہو گیا۔

حضرت سکینہؑ کی گفتگو

اس کے بعد اس لعین (یزید) نے امام حسین علیہ السلام کو حضرت سکینہؑ کی طرف بلند کیا اور ان سے بولا۔ "تمہارے باپ نے میری حکومت میں فساد کیا اور

وہ چاہتا تھا کہ میری نسل کو مٹا دے''۔ حضرت سکینہؑ نے رو کر جواب دیا۔ ''اے یزید! تو میرے بابا کو قتل کر کے خوش نہ ہو کیونکہ انہوں نے اپنا نیک انجام پالیا ہے۔ البتہ تو اپنی جوابدہی کے لیے تیار رہ''۔

یزید بولا۔ ''خاموش ہو جاؤ تمہارے باپ کا میرے اوپر کوئی حق نہیں تھا۔ بلکہ اس نے (معاذ اللہ) مجھ پر ظلم و زیادتی کی اسی لیے خدا نے اسے کمزور کر دیا اور میری مدد کی''۔

دختر پیغمبرؐ کا معجزہ

اس وقت قبیلہ لخم کا ایک مرد کھڑا ہوا اور یزید سے کہنے لگا۔ ''اے امیر! اس کنیز (حضرت سکینہؑ) کو مجھے بخش دے کہ یہ میری خدمت کرے''۔ حضرت سکینہؑ یہ سن کر حضرت ام کلثومؑ سے لپٹ گئیں اور عرض کی۔ ''اے پھوپھی جان! یہ ملعون چاہتا ہے کہ رسولؐ کی بیٹیاں ان نسل حرام ظالموں کی کنیزیں بنیں''۔ حضرت ام کلثومؑ نے اس شامی مرد سے کہا۔ ''خاموش ہو جا اے بیوقوف کمینے! خدا تیرے ہاتھ پاؤں قطع کرے، تجھے گونگا کر دے اور تو جہنم میں جائے۔ پیغمبر کی بیٹیاں کبھی تجھ سے ایسے حرام زادوں کی کنیزیں نہیں بنتیں''۔ راوی کہتا ہے کہ ابھی حضرت ام کلثومؑ کی یہ دُعا ختم نہ ہوئی تھی کہ اس ملعون نے ایک چیخ ماری، اس کی زبان بند ہوگئی اور دونوں ہاتھ اس کی گردن سے پیوست ہو گئے۔ حضرت ام کلثومؑ نے فرمایا۔ ''خدا کا شکر ہے کہ تو نے اپنے کئے کا عذاب آخرت سے پہلے ہی دُنیا میں پالیا اور یہ سزا ہر اس شخص کے لیے ہے جو پیغمبرؐ کی بیٹیوں کو رسوا کرنے کی کوشش کرتا ہے''۔

امام سجادؑ کی گفتگو

یزید لعین نے اس کے بعد اپنا رخ امام زین العابدین علیہ السلام کی طرف کیا اور پوچھا۔ یہ کون ہے؟ لوگوں نے بتایا۔ یہ علی بن الحسینؑ ہیں۔ بولا۔ لوگ کہتے ہیں کہ علی بن الحسین قتل ہو گیا ہے۔ امام نے فرمایا۔ ہاں وہ علی علیہ السلام جو قتل ہوئے وہ مجھ سے بڑے تھے اور میں ان سے چھوٹا ہوں۔ یزید بولا۔ تم وہ ہو

جس کے باپ نے یہ چاہا کہ وہ خلیفہ بن جائے۔ خدا کا شکر ہے کہ مجھے تخت پر قائم رکھا اور تم لوگوں کو زیر کر کے میرا قیدی بنا دیا۔ ہر غلام و آزاد اور دور و نزدیک رہنے والا تم لوگوں کو دیکھتا ہے کہ نہ تمہارا کوئی مددگار ہے نہ ہی کوئی کفیل ہے۔

کلام امام علی بن الحسین علیہ السلام

یہ سن کر امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا۔ "میرے پدر عالی مقام سے زیادہ خلافت کا کون حق دار ہے کہ وہ تمہارے پیغمبرؐ کی بیٹی کے فرزند تھے۔ اے یزید! تم نے خدا کا ارشاد نہیں سنا۔ "**ما اصاب مصیبه فی الارض ولی فی انفسکم الافی کتاب من قبل ان نبراهاان نالک علی الله یسیر**" o (سورۃ الحدید ۵۷ آیت ۲۲) (ترجمہ) جتنی مصیبتیں تم پر اور روئے زمین پر نازل ہوتی ہیں قبل اس کے کہ وہ نازل ہوں لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہیں۔ خدا کے لیے یہ آسان ہے۔ جو چیز تمہارے ہاتھ سے جاتی رہے اس پر اپنا دل تنگ نہ کرو اور جو چیز حاصل ہو جائے اس پر خوش نہ ہو۔ خداوند تعالیٰ کسی متکبر اور شیخی خورے کو پسند نہیں کرتا"۔

یزید لعین حضرت کی اس گفتگو سے ناراض ہوا اور کہا۔ "اے لڑکے! گویا تو مجھ پر معترض ہو رہا ہے؟"۔ اس نے آپ کے قتل کا حکم دیا۔ امام زین العابدینؑ نے فرمایا۔ "اے میرے جد بزرگوار جو انبیاء مرسلین میں سب سے افضل ہیں میں آپ سے فریاد کرتا ہوں کہ آپ کے پیارے بیٹے حسین علیہ السلام کو قتل کر دیا گیا ہے اور آپ کی نسل کو مٹا دیا ہے۔ آپ کے اہل بیت کو کنیزوں کی طرح ذلیل و خوار کر رہے ہیں اور ان کی دردناک مصیبتوں کو لوگوں میں تشہیر کر رہے ہیں۔ یہ اپنی بے ادبانہ گفتگو سے ان لوگوں کو رعب میں لانے کی کوشش کرتے ہیں جو کبھی ایسے رعب میں آنے والے نہیں کیونکہ پیغمبروں (اور ان کی نسل) کو کوئی اس طرح مرعوب نہیں کر سکتا آسمان اور فرشتوں کی امانتیں اس پسر زنازادہ یزید لعین کے ظلم سے (عارضی طور پر) متروک ہو گئی ہیں۔ اے جد بزرگوار! کاش آپ ہماری یہ حالت دیکھتے کہ ہم کیسے نیلام کئے جا رہے ہیں اور ہماری خواتین کے ساتھ کنیزوں

جیسا برتاؤ ہو رہا ہے"۔ یہ سن کر ہاشمی مستورت رونے لگیں اور حضرت کو گھیرے میں لے لیا۔ ام کلثومؑ فرمانے لگیں۔ "اے یزید! تو نے ہمارے خون سے زمین کو سیراب کیا ہے اور اس لڑکے کے علاوہ ہمارا کوئی مرد باقی نہیں رہا ہے۔" تمام ہاشمی خواتین نے امام زین العابدینؑ سے لپٹ کر یوں بین کرنے شروع کئے۔ "ہائے ہمارے مرد مارے گئے (اے یزید) تو ہمارے مردوں کو قتل کر دیا اور عورتوں کو قیدی بنالیا اور ہمارے چھوٹے بچوں کے سروں سے تلوار نہیں ہٹاتا۔ ہائی فریاد۔ ہائے فریاد۔ اے آسمانوں اور بیابانوں کے مالک!" یہ منظر دیکھ کر یزید خوفزدہ ہو گیا کہ شاید دربار میں موجود عورتیں اور بچے ردعمل کے طور پر کوئی فتنہ برپا کر دیں۔ کیونکہ لوگوں کا ہجوم بھی چاروں طرف سے یہ دردناک منظر دیکھ رہا تھا۔ اس خوف وہراس سے یزید ملعون پریشان ہو گیا اور امامؑ کے قتل کا حکم واپس لے لیا۔

حضرت سکینہؑ کا خواب

جونہی یزید کے ہوش کچھ بجا ہوئے حضرت سکینہ نے اسے یہ فرمایا۔ "اے یزید سن! میں گزشتہ رات نیم خوابی کی حالت میں تھی۔ میں نے ایک نورانی محل دیکھا جس کا بیرونی حصہ یاقوت کا ہے۔ اچانک اس کا ایک دروازہ کھلا اور اس میں پانچ بزرگ مرد باہر نکلے۔ ان کے آگے آگے ایک غلام تھا میں نے آگے بڑھ کر اس غلام سے پوچھا۔ "اے جوان یہ محل کس کا ہے؟"۔ وہ بولا۔ "یہ تمہارے پدر حسین علیہ السلام کا ہے"۔ میں نے پوچھا۔ "یہ بزرگ کون ہیں؟"۔ وہ بولا۔ آدمؑ ،نوحؑ ،ابراہیمؑ اور عیسیٰؑ ہیں"۔ میری اس گفتگو کے دوران ان میں سے ایک چاند کی سی صورت والا مرد آگے بڑھا۔ یوں لگتا تھا گویا ساری دُنیا کے غم اس نے اٹھائے ہوئے ہیں۔ ایک ہاتھ سے اس نے اپنی داڑھی کو پکڑا ہوا تھا۔ میں نے پوچھا۔ "یہ کون بزرگ ہیں؟"۔ وہ بولا "تمہارے جد رسول اللہؐ ہیں"۔ میں نے ان کے نزدیک جا کر عرض کی۔ "اے میرے جدؐ خدا کی قسم ہمارے مرد قتل ہو گئے، ہمارے بچوں کو بھی ذبح کر دیا گیا ہے اور ہماری عورتوں کو ذلیل ورسوا کیا گیا ہے"۔ میرے جد نے جھک کر مجھے اپنے سینے سے لگالیا اور بلند آواز سے رونے لگے۔

اس وقت حضرت آدم، نوح، ابراہیم اور عیسیٰ علیہم السلام میرے نزدیک آئے اور فرمایا۔ ''اے دختر مصطفیٰ! اپنی گفتگو کو مختصر کر کہ سید و سردار رسول اللہ کا دل غمگین ہو گیا ہے۔ اس کے بعد اس غلام نے مجھے ہاتھ پکڑ کر اس محل میں داخل کر دیا۔ وہاں میں نے پانچ خواتین کو دیکھا ان کے درمیان ایک خاتون تھیں جن کے پریشان بال تھے اور سیاہ رنگ کا لباس زیب تن کئے ہوئے تھیں۔ ان کے سامنے خون میں لت پت کرتا پڑا ہوا تھا۔ جب وہ خاتون کھڑی ہوتی تھیں تو دوسری خواتین بھی کھڑی ہو جاتی تھیں۔ جب وہ بیٹھ جاتی تھیں تو دوسری خواتین بھی بیٹھ جاتی تھیں۔ وہ خاتون اپنے سر پر خاک ڈالتی تھیں۔ میں نے اس غلام سے پوچھا۔ یہ خواتین کون ہیں؟''۔ وہ بولا۔ ''حوا۔ مریم۔ آسیہ۔ مادر موسیٰ اور حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا اور خون آلود کرتا پکڑی ہوئے جو خاتون ہیں وہ تمہاری جدہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا ہیں۔ میں ان کی خدمت میں گئی اور عرض کی۔ ''اے میری جدہ خدا کی قسم میرے بابا کو قتل کر دیا گیا۔ میں اس کمسنی میں یتیم ہو گئی''۔ میری جدہ نے مجھے اپنے سینے سے لگا لیا اور فرمایا۔ ''بیٹا خدا کی قسم یہ صدمہ میرے لیے ایک عظیم صدمہ ہے''۔ اس کے بعد وہ بلند آواز سے رونے لگیں۔ اور فرمایا۔ ''بیٹا سکینہؑ! میرے بیٹے کو کس نے غسل دیا؟ کس نے کفن پہنایا؟ اور کس نے اسے حنوط کیا؟ کس نے اس کو قبر میں اتارا؟ کس نے قبر کو انیٹوں سے بند کیا؟ کس نے مٹی سے قبر کو پر کیا؟ کس نے میرے حسین علیہ السلام کے بعد اس کے یتیموں کی دلجوئی کی اور کس نے بیوگان کو نان و نفقہ دیا؟''۔ پھر بین کرنے لگیں۔ ''اے میرے لال۔ اے میرے میوہ دل'' دوسری خواتین نے بھی ان کے اردگرد نوحہ سرائی شروع کر دی۔ اس کے بعد مجھے وہاں سے واپس بھیج دیا۔ میں پریشانی کے عالم میں خواب سے بیدار ہوئی اور اپنی دادی حضرت زہراؑ کی جدائی نے میرے غمناک دل کو اور زیادہ غمناک کر دیا''۔

یزید لعین حضرت سکینہؑ کی یہ گفتگو سن کر ہنسنے لگا اور حکم دیا کہ کوئی شخص منبر پر جا کر امام حسین علیہ السلام کو برا بھلا کہے۔ چنانچہ خطیب نے منبر پر جا کر اس کے حکم کی تعمیل کی۔

خطبہ امام سجاد علیہ السلام

یہ منظر دیکھ کر امام زین العابدین علیہ السلام نے اس خطیب سے فرمایا۔
''میں تجھے خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ تو مجھے منبر پر جا کر وہ کلام کرنے کی اجازت دے جس سے خدا اور اس کا پیغمبرؐ خوش ہوں''۔ خطیب نے کہا۔ ''منبر پر جائیں اور جو چاہیں کہیں''۔ چنانچہ امام زین العابدینؑ منبر پر تشریف لے گئے اور نہایت شیرین اور فصیح و بلیغ زبان میں پیغمبران خدا کے لہجے میں یوں گفتگو شروع کی۔ لوگ چاروں طرف سے آپ کی طرف متوجہ ہو گئے۔

''اے لوگو! جو مجھے جانتا ہے۔ وہ جانتا ہے۔ جو نہیں جانتا اسے میں اپنا تعارف کرائے دیتا ہوں۔

میں علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہ السلام ہوں۔
میں اس کا بیٹا ہوں جو حج کرتا تھا اور لبیک کہتا تھا۔
میں اس کا بیٹا ہوں جو طواف (خانہ کعبہ) اور سعی کرتا تھا۔
میں صفا اور زمزم کا فرزند ہوں۔
میں فاطمہ زہراؑ کا بیٹا ہوں۔
میں اس کا بیٹا ہوں جس کا سر پس گردن سے جدا کیا گیا۔
میں اس کا بیٹا ہوں جسے مرتے دم تک پیاسا رکھا گیا۔
میں اس کا بیٹا ہوں جس کے لیے پانی بند کیا گیا۔ جبکہ تمام مخلوق سیراب ہوتی رہی۔
میں بیٹا ہوں محمد مصطفیٰؐ کا۔
میں اس کا بیٹا ہوں جس کا سر زمین کربلا کی ریت پر لٹا دیا گیا۔
میں اس کا بیٹا ہوں جس کے اصحاب و انصار کو کربلا کی خاک پر چھوڑ دیا گیا۔
میں اس کا بیٹا ہوں جس کے حرم کو اسیر بنا دیا گیا۔
میں اس کا بیٹا ہوں جس کے بچوں کو بے جرم و خطا ذبح کر دیا گیا۔

میں اس کا بیٹا ہوں جس کے خیموں کو دُشمنوں نے جلا کر خاکستر کر دیا۔
میں اس کا بیٹا ہوں جو تپتے صحرا میں رہ گیا۔
میں اُس کا بیٹا ہوں جس کو غسل و کفن نصیب نہیں ہوا۔
میں اُس کا بیٹا ہوں جس کا سر نیزے پر بلند کیا گیا۔
میں اُس کا بیٹا ہوں جس کی مخدرات کو سرزمین کربلا میں رسوا اور ذلیل کیا گیا
میں اُس کا بیٹا ہوں جس کا بدن اطہر کہیں پڑا ہے اور سر مبارک کہیں اور ہے
میں اُس کا بیٹا ہوں جس کے چاروں طرف دُشمن ہی دُشمن تھے۔
میں اس کا بیٹا ہوں جس کے چاروں طرف دُشمن ہی دُشمن تھے۔
میں اس کا بیٹا ہوں جس کے حرم کو اسیر بنا کر شام تک پھرایا گیا۔
میں اُس کا بیٹا ہوں جس کا کوئی یار و مددگار نہ رہا تھا۔
اس کے بعد حضرت نے فرمایا۔ ''اے لوگو! خدا نے ہمیں پانچ خصلتوں سے نوازا ہے۔

(۱) خدا کی قسم۔ رسالت کی قرارگاہ اور فرشتوں کی آمد و رفت ہمارے ہاں ہی ہے۔
(۲) ہمارے بارے میں ہی قرآنی آیات نازل ہوئی ہیں۔
(۳) ہم نے ہی دُنیا والوں کو راہ ہدایت دکھلائی۔
(۴) شجاعت و بہادری ہماری میراث ہے اور ہم کسی مشکل میں نہیں گھبراتے۔
(۵) لوگ اپنی فصاحت و بلاغت پر فخر کریں تو کیا۔ فصاحت و بلاغت کے مالک تو ہم ہیں۔

☆ راہ مستقیم کی جانب ہدایت کرنا۔ طلبگار علم کو علم کی دولت سے فیضاب کرنا ہمارا شیوہ ہے
☆ مومنین کے دل ہماری ولا و محبت سے پر ہیں۔
☆ اور زمین و آسمان میں ہمارا مرتبہ سب سے افضل و اعلیٰ ہے۔
☆ اگر ہم نہ ہوتے تو خداوند عالم دُنیا کو خلق نہ کرتا۔

☆ ہمارے سوا کسی اور کو فخر زیبا نہیں۔

☆ قیامت کے روز ہمارے دوست سیراب ہوں گے اور ہمارے دُشمن اپنی بدبختی کی سزا جھیلیں گے۔

لوگوں نے حضرت کا یہ کلام سنا تو گریہ کرنے لگے۔ چیخ چیخ کر نالے بلند کرتے تھے۔ یزید یہ منظر دیکھ کر ڈرا کہ کہیں کوئی فتنہ نہ برپا ہو جائے۔ موذن کو اذان کا حکم دیا تا کہ امامؑ کا خطبہ منقطع ہو جائے۔

موذن نے گلدستہ اذان پر جا کر کہا۔ ''اللہ اکبر''۔ امامؑ نے فرمایا۔ ''تم نے خدائے بزرگ کی بزرگی بیان کی اور عظیم پروردگار کی تعظیم کی اور حق بات کہی''۔

اس کے بعد موذن نے کہا۔ ''**اشهدان لااله الا الله**''۔ امام نے فرمایا۔ ''میں گواہی دینے والے کے ساتھ گواہی دیتا ہوں۔ باوجود منکرین کے میں اس گواہی پر قائم ہوں۔

پھر موذن نے کہا۔ ''**اشهدان محمد رسول الله**''۔ امام یہ جملہ سن کر رونے لگے اور فرمایا۔ ''اے یزید! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں کہ تو بتا۔ محمدؐ تیرے جد تھے یا میرے جد تھے؟''۔ یزید نے جواب دیا۔ ''آپ کے جد تھے''۔ امام نے فرمایا ''پھر تم نے کس جرم میں ان کے اہل بیت کو قتل کیا؟''۔

یزید کوئی جواب نہ دے سکا۔ اٹھ کر اپنے محل کی طرف چلا گیا اور کہا۔ ''مجھے نماز سے کوئی سروکار نہیں ہے''۔

منہال اور حضرت امام سجاد علیہ السلام

منہال بن عمرو اپنی جگہ سے کھڑا ہوا اور امامؑ کی خدمت میں عرض کی۔ ''فرزند رسولؐ آپ کا کیا ہے؟''۔ حضرت نے جواب دیا۔ ''اس شخص کا کیا حال ہوگا جس کا باپ مارا گیا ہو اور وہ خود بے یار و مددگار ہو جس کے ارد گرد اس کی خواتین اسیر کھڑی ہوں جن کی چادریں اور لباس چھن گئے ہوں اور جن کے مددگار

ختم کردئے گئے ہوں۔ کیا تو مجھے دیکھتا ہے کہ میں ایک رسوا کیا ہوا قیدی ہوں کہ جس کے سرپرست اور مددگار رخصت ہوگئے۔ میں نے اور میرے خاندان نے ماتم کا لباس پہن رکھا ہے اور ہمارے لیے نیا اور صاف لباس ناپید ہے۔ اگر مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں ویسا ہی ہوں جیسا تو دیکھ رہا ہے۔ ہمارے دُشمن ہم سے فحش کلامی سے خطاب کرتے ہیں۔ ہم تو صبح شام اپنی موت کے انتظار میں ہیں"۔ اس کے بعد امامؑ نے فرمایا۔ "عرب عجمیوں پر فخر کرتے تھے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان میں سے ہیں اور ہم ان کے اہل بیت ہیں کہ جو مظلوم بھی ہیں اور مقتول بھی ہیں۔ ہمارے اوپر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے ہیں۔ ہمیں اس طرح کھنچا جارہا ہے کہ جیسے ہم کسی مال غنیمت میں لائے گئے ہوں۔ اس طریقہ پر جیسے ہمارا حسب اور عزت پست ترین ہو اور ہمارا نسب بھی پست ترین ہو۔ گویا ہم کسی شرف وفضیلت پر فائز نہ ہوں اور ہمارا حسن عمل روشن اور منزہ نہ ہو اور حکومت صرف یزید اور اس کے لشکر کے لیے ہی ہو۔ اور جیسے فرزندان مصطفیٰؐ دُنیا کے ذلیل ترین لوگوں میں سے ہوں"۔

حضرت کی یہ درد تقریر سن کر چاروں طرف لوگوں کے چیخنے چلانے کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ یزید فتنہ وفساد کے خوف سے پریشان ہوگیا اور جس شخص نے امام زین العابدینؑ کو منبر پر بھیجا تھا اسے کہا۔ "تجھ پر وائے ہو۔ انہیں منبر پر بھیجنے سے تیرا مقصد میری حکومت کو ختم کرنا تھا؟"۔ اس نے جواب دیا۔ "خدا کی قسم مجھے معلوم نہ تھا کہ یہ جوان ایسا کلام کرسکتا ہے"۔ یزید بولا۔ "تو نہیں جانتا کہ یہ خاندان نبوت اور معدن الرسالت کا ایک فرد ہے"۔ موذب بولا۔ "اگر یہ معاملہ ہے تو تم نے اس کے باپ کو کیوں قتل کیا؟"۔ یزید یہ سن کر غضبناک ہوا اور اس کے قتل کا حکم دیا۔

دمشق سے کربلا اور مدینہ تک

(یہ حالات دیکھ کر اور سن کر) اہل شام جو خواب غفلت میں سو رہے تھے بیدار ہوگئے۔ امام حسین علیہ السلام کے سوگ میں بازار بند کردیئے اور اہل بیتؑ

کے ساتھ تعزیت کا یوں اظہار کرنے لگے۔ "خدا کی قسم! ہم نہیں جانتے تھے کہ نیزے پر یہ حسین علیہ السلام کا سر ہے کیونکہ ہم سے یہ بیان کیا گیا تھا کہ یہ ایک خارجی کا سر ہے جس نے سرزمین عراق میں بغاوت کی تھی۔" یزید لعین نے جب یہ باتیں سنیں تو قرآن کے پارے منگوا کر مسجدوں میں بھجوادیئے تاکہ لوگ نمازوں سے فارغ ہو کر قرآن کی تلاوت میں مشغول رہیں اور امام حسینؑ کے واقعہ کی یاد ان کے دلوں سے محو ہو جائے۔ لیکن یزید کا کوئی حربہ امام حسین علیہ السلام کی یاد کو بھلانے میں کارگر ثابت نہ ہوا۔

یزید لعین کا اظہار وحشت وندامت

یزید لعین نے یہ حکم دیا کہ تمام اہل شام حاضر ہوں۔ پھر ان کے سامنے یہ تقریر کی۔ "اے اہل شام تم لوگ کہتے ہو کہ میں نے حسین علیہ السلام کو قتل کیا ہے یا انہیں قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔ حالانکہ انہیں پسر مرجانہ (ابن زیاد لعین) نے قتل کیا ہے"۔ اس کے بعد لوگ امام حسین علیہ السلام کے قتل میں شریک تھے انہیں طلب کیا۔ یزید ان سے کہتا تھا۔ "تم پر وائے ہو تم نے حسین علیہ السلام کو کیوں قتل کیا ہے؟"۔ یہ سن کر وہ ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ یزید نے کہا۔ "میں دیکھتا ہوں کہ تم ایک دوسرے کا منہ تک رہے ہو"۔ وہ بولے۔ "اے یزید قیس بن ربیع نے حسینؑ کو قتل کیا تھا"۔ یزید نے قیس سے کہا۔ "تو نے حسینؑ کو قتل کیا تھا؟"۔ قیس لعین بولا۔ "ایسا نہیں ہے۔ میں نے انہیں قتل نہیں کیا"۔ یزید نے پوچھا۔ "پھر کس نے قتل کیا؟"۔ قیس بولا۔ "اگر مجھے امان ملے تو میں بتلاؤں کہ حسینؑ کو کس نے قتل کیا؟"۔ یزید بولا۔ "بتلاؤں کہ حسینؑ کو کس نے قتل کیا؟"۔ یزید بولا۔ بتلا۔ تجھے امان ہے"۔ قیس بولا۔ "خدا کی قسم! حسینؑ اور اس کے اہل بیت کو اس نے قتل کیا جس نے لشکر ترتیب دیئے۔ جس نے روپوں سے لشکریوں کی جیبیں بھریں اور جس نے لشکر بھیج کر ان کی راہیں مسدود کیں"۔

یزید کہنے لگا۔ "جس نے یہ کام کیا وہ کون تھا؟"۔

قیس بولا۔ ''خدا کی قسم! اے یزید وہ تو ہی تھا''۔

یہ سن کر یزید غضبناک ہو کر اٹھا اور اپنے محل کی طرف چلا گیا۔ سر مبارک کو ایک طشت میں رکھ کر اسے رومال سے ڈھانپ دیا اور اپنی گود میں رکھ لیا۔ اپنے منہ پر طمانچے مار کر یہ کہتا تھا۔ ''مجھے حسین علیہ السلام کو قتل کر کے کیا ملا؟''۔

دمشق میں عزاداری

اس وقت یزید نے حرم امامؑ کو بلوایا۔ ان سے (قتل حسینؑ پر) عذر خواہی کرنے لگا اور کہنے لگا۔ ''اگر آپ لوگ چاہیں تو یہاں میرے پاس رہیں۔ اگر چاہیں تو مدینے چلے جائیں۔'' اس کے بعد یزید کے حکم سے حرم کے لیے مناسب رہائش اور دیگر ضروریات مہیا کی گئیں اور وہ خواتین امام حسین علیہ السلام کے لیے نوحہ و ماتم میں مشغول ہو گئیں۔ دمشق میں کوئی عورت ایسی نہ تھی جس نے سیاہ لباس نہ پہن لیا ہو۔ سات روز تک حسین علیہ السلام کی مجالس میں رونا اور نوحہ خوانی ہوتی رہی ۔ آٹھویں دن یزید نے حرم سے وہاں رہنے یا مدینہ واپس جانے کے متعلق پوچھا تو انہوں نے مدینہ جانا پسند کیا۔

اس کے بعد یزید کے حکم سے حرم کے لیے محمل اور ریشمی گدے مہیا کئے گئے اور بہت سارا روپیہ دے کر حضرت ام کلثومؑ سے کہا ''یہ رقم حسین علیہ السلام کے قتل کا عوض ہے''۔ حضرت ام کلثوم نے فرمایا۔ ''اے یزید تو کتنا سنگدل ہے۔ میرے بھائی کو قتل کر کے مجھے یہ رقم اس کے بدلے میں دیتا ہے۔ خدا کی قسم! یہ ناممکن ہے''۔ بہر حال یزید نے بہت سا مال اس سامان کے بدلے میں جو کربلا میں لوٹا اور جلایا گیا مع مزید اضافہ قافلہ کے ساتھ دیدیا۔ پھر اونٹوں کو بہترین پالانوں سے سجا کر اور ایک ساربان کے ہمراہ مدینہ کے لیے روانہ کر دیا۔ وہ ساربان (بشیر بن جزلم محبّ اہل بیت تھا) کبھی قافلہ کے آگے ہو جاتا اور کبھی پیچھے۔ قافلہ والوں سے محبت کی باتیں کرتا اور ان کی خدمت کرتا جاتا۔

اہل بیت کربلا میں حضرت جابر بن عبداللہ انصاری

اہل حرم نے ساربان سے کہا کہ ہمیں کربلا کے راستے لے جایا جائے۔ چنانچہ اس نے انہیں کربلا پہنچا دیا۔ کربلا میں اہل بیتؑ کی ملاقات حضرت جابر بن عبداللہ انصاری اور کچھ دیگر لوگوں سے ہوئی جو قبر حسین علیہ السلام کی زیارت کے لیے آئے ہوئے تھے۔ اہل بیت کا قافلہ جونہی قبر حسین علیہ السلام کے قریب پہنچا بیبیوں کا غم تازہ ہو گیا۔ چند روز قبر حسین علیہ السلام کے پاس قیام کیا اور اس کے بعد مدینہ کی طرف کوچ کیا۔

قافلہ حسینیؑ کی مدینہ میں آمد

جب قافلہ مدینہ کے نزدیک پہنچا تو وہ جمعہ کا دن تھا۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے بشیر کو کہا کہ پہلے جا کر مدینے میں منادی کر کے لوگوں کو ابا عبداللہ علیہ السلام کی شہادت کی خبر پہنچا دے۔ بشیر کہتا ہے کہ میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر تیزی سے مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ جس وقت مسجد اللہ میں پہنچا میں نے بلند آواز سے پکارا۔ ”اے اہل یثرب اب یہاں تمہارا رہنا مناسب نہیں۔ حسینؑ قتل ہو گئے۔ تم لوگ جی بھر کے روؤ۔ وہ حسینؑ سرزمین کربلا پر خاک و خون میں غلطان پڑا ہے اور اس کا سر نیزوں پر پھرایا جا رہا ہے۔ اے اہل مدینہ! علی بن الحسینؑ ان کی بہنیں اور پھوپھیاں تمہارے نزدیک مدینہ سے باہر پہنچ گئی ہیں۔ میں ان کا ایلچی بن کر تمہارے پاس آیا ہوں“۔

یہ خبر سن کر تمام عورتیں اپنے پردے چھوڑ کر باہر آ گئیں۔ سب نے سیاہ لباس پہن لیا اور نالہ و فریاد شروع کر دیا۔ میں نے کوئی عورت یا مرد ایسا نہیں دیکھا جو نالہ و فغاں نہ کر رہا ہو۔ میں نے ایک چھوٹی سی بچی کو سنا وہ یوں رو رو کر بین کر رہی تھی۔

”ایک شخص نے میرے سید و سردار کے قتل کی خبر دے کر میرے دل کو غمناک کر دیا ہے۔ خبر دینے والے نے ایسی دردناک خبر سنائی کہ میں بیمار ہو گئی۔ میری آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ ان کے لیے آنسو بہانے کے بعد اب یہ آنکھیں کبھی خشک نہ ہوں گی (ہمیشہ آنسو بہاتی رہیں گی) یہ آنکھیں اس کے لیے

روری ہیں جس کی مصیبت نے عرش الٰہی کو ہلا کر رکھ دیا ہے اور دین کے رکن اور بزرگ ہستیوں کو صدمہ عظیم پہنچایا ہے۔ یہ آنکھیں فرزند پیمبرؐ پر اور ولی خداؑ کے فرزند پر آنسو بہارہی ہیں اگرچہ وہ اپنے خاندان سے بہت دور غربت میں مارا گیا ہے"۔

حضرت عبداللہ بن جعفر (حضرت زینبؑ کے شوہر)

حضرت عبداللہ کے ایک غلام نے ان کے دو بیٹوں کی شہادت کی خبر آکر انہیں سنائی اور کہنے لگے۔ "یہ مصیبت ہم پر حسین علیہ السلام کی وجہ سے آئی ہے"۔ یہ سن کر حضرت عبداللہ نے اپنا جوتا اتار کر اس غلام کو مارا اور فرمایا۔ "اے کمینے انسان کی نسل! حسین علیہ السلام کے بارے میں ایسی بیہودہ بات کرتا ہے۔ خدا کی قسم! اگر میں خود بھی امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں موجود ہوتا تو ان کا ساتھ دیتا۔ حتیٰ کہ ان کے ساتھ قتل ہو جاتا"۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ نے وہاں پر موجود حاضرین کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ "خدا کی قسم! میرے لیے یہ امر نہایت ہی قابل افسوس ہے کہ میں حسین علیہ السلام کے ساتھ شہید نہ ہوسکا لیکن میرے دو بیٹوں نے اپنی جان قربان کر کے کچھ نہ کچھ حق ادا کر دیا ہے"۔

حضرت ام لقمان (جناب مسلم بن عقیل کی بہن)

یہ آواز سن کر حضرت ام لقمان گھر سے باہر نکل آئیں اور اپنے خاندان کے مقتولین کربلا پر رونے لگیں اور یہ مرثیہ کہتی تھیں۔ "اے ظلم وستم سے حسین علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو قتل کرنے والو! تمہیں عذاب خدا کی خوشخبری دیتی ہوں کہ تم پر آسمان، یہ تمام پیغمبر و رسال تم لعنت کر رہے ہیں۔ اب تم کس برتے پر خدائے حمید و مالک یوم جزا سے اپنے لیے رحمت کی امید رکھ سکتے ہو؟"۔ اس وقت اچانک حضرت ام لقمان کے کانوں میں حضرت زینبؑ حضرت ام کلثومؑ اور دوسری خواتین کے رونے کہ آوازیں آئیں۔ اپنا نقاب الٹ کر اپنی بیٹیوں اور حضرت ام ہانی، حضرت رملہ اور اسماء و دختران امیر المومنینؑ سمیت امام حسین علیہ السلام کا ماتم کرنے لگیں۔ حرم کا

مدینہ میں جمعہ کے روز داخلہ ہوا۔ خطیب منبروں پر حسین علیہ السلام اوران پر ڈھائی جانے والی مصیبت کا ذکر اپنے خطبوں میں کر رہے تھے۔ یہ سن کر لوگوں کے غم تازہ ہو گئے۔ کچھ تو رونے لگے اور کچھ نے فرایدنالہ وفغاں بلند کی۔

مدینہ کے لوگوں کا ماتم

آخر کار مدینہ کے سارے رہنے والے اہل بیتؑ کی طرف نکل پڑے اور وہ دن ایسا تھا کہ جیسے آج ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی ہو۔ اس وقت عقبہ بن عروہ شعمی نے امام حسین علیہ السلام پر یہ مرثیہ پڑھا۔ ”جب میں کربلا میں حسین علیہ السلام کی قبر پر گیا تو میں بہت رویا۔ میں ان کی مصیبت پر نوحہ سرائی کر رہا ہوں اور ہمیشہ روتا رہوں گا۔ میری آنکھیں میرے آنسوؤں اور نالہ وفریاد کا ساتھ دے رہی ہیں اے میری آنکھ، حسین علیہ السلام پر اوران کے اردگرد قبروں میں دوسرے مدفونوں پر بہت رو۔ میرا کربلا کی قبروں کے زائرین پر۔ اپنے نفس کو آمادہ کر کہ وہ کھانا پینا چھوڑ دے کیونکہ اس کے مددگار اور حامی رخصت ہو گئے۔ اس دُنیا سے جانے والوں میں سب سے بہترین ہستی حسین علیہ السلام ہے کہ جس کی قبر کی زیارت ہم کرتے ہیں۔ وہ حسینؑ جو خود بھی تمام لوگوں کا امیر ہے اور جس کا پدر بزرگوار بھی سب لوگوں کا امیر ہے۔ اے دُشمنان حسین علیہ السلام جو حسینؑ کے قتل پر جمع ہو کر خوش ہو رہے ہو۔ جلد ہی جہنم کی بھڑکتی آگ میں ڈالے جاؤ گے۔ اوران کی قبر کے زائرین کا سلسلہ کبھی ختم نہ ہوگا اور مشک وعنبر کی خوشبوئیں وہاں سے آتی رہیں گی“۔

اس کے بعد پندرہ روز تک مسلسل یہ سلسلہ عزائی امام حسین علیہ السلام جاری رہا اور امامؑ کا ماتم ہوتا رہا۔

اہل بیت علیہم السلام کی بخشش وکرم

جب یزید کا ساربان قافلے کو مدینہ پہنچا کر واپس شام جانے لگا تو جو رقم اور لباس یزید نے دمشق سے روانگی کے وقت دیا تھا اہل بیت نے اسی ساربان کو

دے دیا اور کہا۔ ''جو سامان ہمارے پاس ہے وہ ہم تم کو دیتے ہیں۔ اگر اور ہوتا تو وہ بھی دے دیتے۔ خداوند تعالیٰ اس مال میں تمہارے لیے برکت دے''۔ اس نے عرض کی۔ ''میں کوئی چیز نہیں لوں گا۔ جو خدمت میں نے سرانجام دی ہے وہ میرے اوپر آپ کا حق تھا۔ البتہ میرا واپسی کا سفر طویل ہے یہ پانی کی مشک جس کی اب آپ لوگوں کو ضرورت نہیں مجھے دیدیں''۔ چنانچہ مشک اسے دے دی گئی اور وہ ساربان ان سے رخصت ہو کر شام چلا گیا۔

حضرت رسول خداؐ کی قبر پر حضرت ام کلثومؑ کی حاضری

اس کے بعد حضرت ام کلثوم مسجد نبویؐ میں قبر رسولؐ پر تشریف لے گئیں۔ اور رو رو کر یہ عرض کی۔ ''السلام علیک یا رسول اللہ! میں آپ کے فرزند حسین علیہ السلام کے قتل کی خبر لائی ہوں''۔

ان کے رونے کی صدا بلند ہوئی۔ ان کے بین سن کر لوگ بھی رونے لگے اس وقت امام علی بن الحسینؑ بھی اپنے جد کی قبر پر آ گئے اور قبر کو بوسہ دے کو رونے لگے اور فرمانے لگے۔ ''اے میرے جد اور انبیاء مرسلین کے سردار میں آپ سے خاموشی سے یہ سنانی سنانے آیا ہوں کہ آپ کے محبوب حسین علیہ السلام قتل ہو گئے اور آپ کی نسل کو برباد کر دیا گیا۔ میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ میں غمگین پریشان اور اسیر رہا ہوں۔ کوئی ایسا نہیں تھا جو میرا مددگار اور طرفدار ہو۔ ہمیں اس طرح سے اسیر بنایا گیا جیسے کنیزوں اور غلاموں کو اسیر بناتے ہیں۔ ہمیں اتنی تکلیفیں پہنچائی گئیں کہ ہمارے جسم اس کے متحمل نہ ہو سکتے تھے''۔

دمشق میں ہلاکت یزید لعین

امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد یزید بھی زیادہ دیر زندہ نہیں رہا۔ ایک روز اپنے لاؤ لشکر کے ہمراہ شکار کے لیے گیا۔ ایک ہرن دیکھ کر اس کا تعاقب کیا اور ساتھ ہی اپنے لشکریوں سے کہا کہ تم میں سے کوئی میرے پیچھے نہ آئے۔ یہ کہہ کر اپنے گھوڑی کو مہمیز کیا۔ گھوڑا یزید کو ایک ایسی جگہ لے آیا جہاں سے یزید کو کوئی راستہ

نظر نہ آتا تھا۔ ایک بدو نے اسے دیکھ کر پوچھا۔ ''تم راستہ بھول گئے ہو تو میں رہنمائی کروں۔ اگر بھوکے ہو تو کھانا کھلاؤں۔ اگر پیاسے ہو تو پانی پلاؤں''۔ یزید نے کہا۔ ''اگر تو مجھے پہچان لیتا تو میرا زیادہ احترام کرتا''۔ اعرابی نے پوچھا۔ ''تم کون ہو؟'' یزید نے کہا۔ ''میں یزید ہوں''۔ اعرابی نے کہا۔ ''پھر نہ تو میں تجھے خوش آمدید کہتا ہوں اور نہ تیرے لیے کوئی تعریف کے کلمات کہوں گا تیری صورت کس قدر بھیانک اور تیری آواز کس قدر رڈروائی ہے۔ خدا کی قسم! تجھے اس طرح قتل کروں گا جس طرح تو نے حسین علیہ السلام کو قتل کیا ہے''۔ اس وقت اپنی تلوار نکالی اور ہاتھ اٹھایا ہی تھا کہ یزید کا گھوڑا تلوار کی چمک سے بدک کر بھاگ نکلا۔ یزید زمین پر گر گیا مگر گھوڑا اسے کھینچتا چلا گیا یہاں تک کہ اس کی آنتیں پھٹ کر جسم کے باہر آ گئیں۔

بعض راوی کہتے ہیں کہ یزید کی ہلاکت پیاس کی شدت سے برا حال تھا۔ وہاں پر ایک بڑا جسیم پرندہ بیٹھا تھا۔ یزید نے تالاب سے پانی پینا چاہا۔ پرندے نے یزید کو اپنی چونچ سے کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور قیامت تک یہ پرندہ اسے نگلتا رہے گا اور قے کر کے نکالتا رہے گا۔ باقی انتقام تو یزید کو عذاب جہنم دے کر ہی پورا ہوگا۔

امام حسین علیہ السلام کے خطبات عالیہ

پہلا خطبہ (اہل کوفہ کے خلاف احتجاج)

حضرت امام حسین علیہ السلام نے خداوند تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرنے کے بعد فرمایا۔

''اے لوگو! میرے نسب کو پہچانو اور مجھے پہچانو کہ میں کون ہوں؟ پھر اپنے آپ پر نفرین کرو اور غور کرو کہ تمہارے لیے مجھے قتل کرنا اور میری حرمت نہ کرنا جائز ہے؟ کیا میں تمہارے پیغمبرؐ کا فرزند نہیں ہوں؟ کیا میں تمہارے پیغمبرؐ کا فرزند نہیں ہوں؟ کیا میں تمہارے پیغمبرؐ کے وصیؑ اور ان کے چچازاد بھائی کا بیٹا نہیں ہوں؟ کہ جو اللہ کے رسولؐ پر سب سے پہلے ایمان لانے والے اور ان کی تصدیق کرنے

والے اور جو خداوند تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے تھے۔ کیا حضرت حمزہ سید الشہداءؑ میرے چچا نہیں ہیں؟ کیا حضرت جعفر طیار جو بہشت میں دو پروں سے محو پرواز ہیں میرے چچا نہیں ہیں؟۔

کیا پیغمبر اسلام کا فرمان میرے اور میرے بھائی کے متعلق تم تک نہیں پہنچا کہ "یہ دو جوان اہل بہشت کے سردار ہیں"۔

جو میں کہتا ہوں اگر یہ سب صحیح ہے تو اس کی تصدیق کرو۔ خدا کی قسم میں دروغ گو نہیں ہوں کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ خداوند تعالیٰ دروغ گو سے ناراض ہوتا ہے۔ اگر کہتے ہو کہ میں دروغ گوئی کر رہا ہوں تو تمہارے درمیان ایسے لوگ موجود ہیں اگر ان سے پوچھو گے تو تمہیں سب کچھ بیان کر دیں گے۔ جابر بن عبداللہ انصاریؓ، ابوسعید حذریؓ، سہل بن سعد ساعدیؓ، براء بن عاذبؓ، زید بن ارقمؓ یا انس بن مالکؓ سے پوچھو۔ وہ لوگ تم کو بتائیں گے کہ میرے اور میرے بھائی کے متعلق رسولؐ خدا کے فرامین انہوں نے سنے ہوئے ہیں۔ کیا یہ فرامین تم کو میرا خون ناحق بہانے سے نہیں روکتے؟

اگر ان فرامین رسولؐ کو شک کی نظر سے دیکھتے ہو تو کیا اس امر میں بھی شک ہے کہ میں پیغمبرؐ خدا کی دختر کا فرزند ہوں۔ خدا کی قسم مشرق و مغرب میں تمہارے درمیان اور تمہارے علاوہ اور لوگوں کے درمیان میرے سوا اور کوئی پیغمبرؐ خدا کی بیٹی کا فرزند نہیں ہے۔ وائے ہو تم پر۔ کیا میں نے تم میں سے کسی کو قتل کیا ہے کہ اس کا بدلہ چکا رہے ہو یا میں نے تمہارا کوئی مال چھین لیا ہے یا کسی کو زخمی کیا ہے کہ اس کا قصاص لے رہے ہو؟"۔

امام علیہ السلام کا یہ کلام سن کر پورا لشکر یزید خاموش ہو گیا اور ان سے کوئی جواب بن پڑا۔

حضرت نے اس کے بعد آواز دی۔ "اے شیث بن ربعی! اے حجاز بن الجر۔ اے قیس بن اشعث۔ اے یزید بن حارث۔ کیا مجھے تم لوگوں نے ایسے خط نہ لکھے تھے کہ پھل تیار ہیں اور زمینیں سرسبز شاداب ہیں اور لشکر آپ کی نصرت پر آمادہ

ہیں آ آپ ہمارے پاس آئیں"۔ یزیدیوں نے کہا۔ "ہم نے کوئی خط نہیں لکھا۔" فرمایا۔ "سبحان اللہ! ہاں خدا کی قسم تم لوگوں نے یہ خط ضرور لکھے ہیں"۔ اس کے بعد فرمایا۔ "اے لوگو! اگر تمہیں میری ضرورت نہیں ہے تو اس خطہ ارضی سے میں اپنے وطن کی طرف جو میرے لیے امن کا مقام ہے واپس چلا جاتا ہوں۔"

اشعث بن قیس نے یہ سن کر کہا۔ "ہمیں نہیں معلوم آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ آپ کو چاہئے کہ اپنے چچازاد بھائی (یزید لعین) کے حکم پر گردن جھکا دیں۔ اس کے بعد وہ آپ سے وہی سلوک کریں گے جو آپ کو پسند ہوگا"۔

یہ سن کر امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ "خدا کی قسم! میں ایسے ذلیل انسان کے سامنے نہیں جھکوں گا جیسا کہ بندگان خدا کا قرینہ ہے۔ اے خدا کے بندو! میں ہر اس متکبر سے جو روز آخرت پر ایمان نہیں رکھتا اپنے تمہارے پروردگار سے پناہ مانگتا ہوں"۔

خطبہ۲

(امام اپنے اصحاب کو بہشت میں محلات کی خوشخبری سناتے ہیں)

"اے نیک لوگو! دیکھو وہ بہشت ہے کہ جس کے دروازے کھلے ہیں۔ جس کی نہریں رواں دواں ہیں۔ جس کے پھل تیار ہیں۔ جس کے محلات سجے ہیں اور حوران وغلمان موجود ہیں۔ وہ رسول اللہ ہیں اور وہ شہداء ہیں جنہوں نے راہ خدا میں اپنی جانیں قربان کی ہیں۔ کہ جو تمہارے استقبال کے لیے تیار ہیں اور تمہارے لیے خوشخبری دیتے ہیں کیونکہ تم دین خدا اور رسول کی نصرت کر رہے ہو اور حرم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کر رہے ہو"۔

خطبہ۳

(امامؑ میدان کربلا میں اپنا تعارف کراتے ہیں)

امام اپنی تلوار پر ٹیک لگا کر بہ آواز بلند فرماتے ہیں۔ "میں تم کو خدا کی قسم

دے کر پوچھتا ہوں کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟"۔ لوگوں نے کہا۔ "آپ فرزند رسولؐ اور ان کے نواسے ہیں"۔ فرمایا۔ "میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ کیا تم یہ بھی جانتے ہو کہ میرے پدر گرامی علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں؟"۔ لوگوں نے کہا۔ "جانتے ہیں خدا کی قسم"۔ فرمایا۔ "کیا جانتے ہو کہ میری جدہ خدیجہ بنت خویلد ہیں جو سب سے پہلی خاتون ہیں جنہوں نے اسلام قبول کیا؟"۔ لوگوں نے کہا۔ "جانتے ہیں خدا کی قسم!"۔ پھر فرمایا۔ "تمہیں قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ (حضرت جعفر طیار) جو جنت میں پرواز کرتے ہیں وہ میرے چچا ہیں"۔ لوگوں نے کہا۔ "خدا کی قسم ہم جانتے ہیں"۔ پھر فرمایا۔ "خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا یہ بھی جانتے ہو کہ یہ تلوار جو میں نے لٹکائی ہوئی ہے یہ رسول خداؐ کی تلوار ہے؟"۔ کہنے لگے "واللہ ہم جانتے ہیں"۔ پھر فرمایا۔ "خدا کی قسم دے کر یہ پوچھتا ہوں کہ یہ جو عمامہ میں نے پہنا ہوا ہے یہ رسول اللہ کا ہے"؟۔ سب نے مل کر کہا۔ "واللہ ہم جانتے ہیں"۔ پھر فرمایا۔ "کیا یہ بھی جانتے ہو کہ علی علیہ السلام مردوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے ہیں اور تمام لوگوں سے زیادہ حلیم اور عالم تھے اور ہر مرد و زن پر حاکم تھے؟"۔ کہنے لگے۔ "واللہ ہمیں علم ہے"۔ اس کے بعد فرمایا۔ "پھر تم لوگوں نے میرا خون کس لیے حلال جانا ہے؟ جبکہ میرے والد حوض کوثر پر موجود ہیں اور لوگ ان کے پاس جا کر سیراب ہوتے ہیں اور اس طرح آتے ہیں جس طرح اونٹ پانی پی کر پانی سے باہر آتا ہے۔ قیامت کے روز پیغمبرؐ کا پرچم میرے والد کے ہاتھ میں ہوگا"۔ سب نے کہا۔ "یہ سب ہم جانتے ہیں لیکن ہم آپ کو زندہ نہیں چھوڑیں گے اور اسی طرح پیاسا آپ کو موت کا مزہ چکھائیں گے۔

خطبہ ۴

(امام اپنے اصحاب کو روز عاشور بعد نماز صبح جنگ پر آمادہ کرتے ہیں)

خدا کی حمد و ثنا بیان کرنے کے بعد فرمایا۔ "آج کا دن خداوند تعالیٰ نے میرا اور آپ لوگوں کی شہادت کا دن مقرر کیا ہے لہٰذا آپ لوگوں کے لیے ضروری ہے کہ صبر کا مظاہرہ کریں اور دشمن سے جنگ کریں"۔

میں جانا نہ چاہے جبکہ تمہارے دُشمن ان محلات سے اس قید خانے میں جہاں عذاب ہی عذاب ہے، منتقل ہو جائیں گے۔ کیونکہ دُنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے بہشت ہے۔ موت مومن کو بہشت میں اور کافر کو دوزخ میں لے جانے کا ذریعہ ہے۔ نہ میں غلط بیان کر رہا ہوں اور نہ ہی مجھ سے غلط بیان کیا گیا ہے"۔

خطبہ ۷

(امامؑ کا اپنے دُشمنوں سے خطاب)

"اے گمراہ لوگو! خدا تمہیں برباد کرے اور تم پر لعنت ہو۔ تم نے پہلے اپنے آپ کو ہماری حفاظت اور مدد کرنے والے ظاہر کیا۔ جب ہم اپنی پوری آمادگی اور ساز و سامان کے ساتھ تمہاری دعوت پر آ پہنچے تو وہی شمشیریں جو تمہارے ہاتھوں ہمارے دُشمنوں پر چلنا تھیں وہ ہمارے ہی خلاف اٹھائی گئیں اور وہ آگ جو ہم نے اپنے اور تمہارے دُشمنوں کے لیے بھڑکائی تھی تم لوگوں نے اس کے شعلوں کا رخ ہماری جانب موڑ دیا۔ اب تمہارا حال یہ ہے کہ اپنے دوستوں سے حیلہ سازی سے کام لے رہے ہو اور ہمارے دُشمنوں کو پوری طاقت سے مدد کر رہے ہو حالانکہ نہ تو وہ (دُشمن) تم سے کوئی انصاف کرے گا اور نہ ہی کوئی آرزو پوری کرے گا۔ سوائے دُنیا کے حرام مال کے جو تم کو دے۔ تم نے اپنی زندگی طمع سے پر کر لی۔ کیا ہم نے کوئی غلط کام (تمہارے خلاف) کیا ہے یا کوئی غلط بات کہی ہے؟ تم پر افسوس ہے تم ہمیں خوش نہ رکھ سکے اور ہمیں بے یار و مددگار چھوڑ دیا اور ہماری مخالفت پر کمربستہ ہو گئے۔ حالانکہ ابھی تک (ہماری) تلواریں نیام سے باہر نہ آئی تھیں اور ہمارے دل پر سکون تھے اور ہمارا نظریہ اور رائے (تمہارے متعلق) نہ بدلی تھیں۔ تم لوگوں نے بہت جلد بازی سے یوں کام لیا ہے جس طرح ٹڈی دل ایک پرواز میں حملہ آور ہوتا ہے۔ تم کتنے برے لوگ ہو۔ اے امت کے باغیو! جنہوں نے قرآن کو ایک طرف ڈال دیا اور اے شیطان کی باقیات! اے گناہوں کے مجسمو! اے قرآن میں تحریف کرنے والو! اے سنت رسولؐ بھلانے والو! اے فرزند انبیاء کے قاتلو! اے اوصیا

میں جانا نہ چاہے جبکہ تمہارے دُشمن ان محلات سے اس قید خانے میں جہاں عذاب ہی عذاب ہے، منتقل ہو جائیں گے۔ کیونکہ دُنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے بہشت ہے۔ موت مومن کو بہشت میں اور کافر کو دوزخ میں لے جانے کا ذریعہ ہے۔ نہ میں غلط بیان کر رہا ہوں اور نہ ہی مجھ سے غلط بیان کیا گیا ہے"۔

خطبہ ۷

(امامؑ کا اپنے دُشمنوں سے خطاب)

"اے گمراہ لوگو! خدا تمہیں برباد کرے اور تم پر لعنت ہو۔ تم نے پہلے اپنے آپ کو ہماری حفاظت اور مدد کرنے والے ظاہر کیا۔ جب ہم اپنی پوری آمادگی اور ساز و سامان کے ساتھ تمہاری دعوت پر آ پہنچے تو وہی شمشیریں جو تمہارے ہاتھوں ہمارے دُشمنوں پر چلنا تھیں وہ ہمارے ہی خلاف اٹھائی گئیں اور وہ آگ جو ہم نے اپنے اور تمہارے دُشمنوں کے لیے بھڑکائی تھی تم لوگوں نے اس کے شعلوں کا رخ ہماری جانب موڑ دیا۔ اب تمہارا حال یہ ہے کہ اپنے دوستوں سے حیلہ سازی سے کام لے رہے ہو اور ہمارے دُشمنوں کو پوری طاقت سے مدد کر رہے ہو حالانکہ نہ تو وہ (دُشمن) تم سے کوئی انصاف کرے گا اور نہ ہی کوئی آرزو پوری کرے گا۔ سوائے دُنیا کے حرام مال کے جو تم کو دے۔ تم نے اپنی زندگی طمع سے پر کر لی۔ کیا ہم نے کوئی غلط کام (تمہارے خلاف) کیا ہے یا کوئی غلط بات کہی ہے؟ تم پر افسوس ہے تم ہمیں خوش نہ رکھ سکے اور ہمیں بے یار و مددگار چھوڑ دیا اور ہماری مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے۔ حالانکہ ابھی تک (ہماری) تلواریں نیام سے باہر نہ آئی تھیں اور ہمارے دل پرسکون تھے اور ہمارا نظریہ اور رائے (تمہارے متعلق) نہ بدلی تھیں۔ تم لوگوں نے بہت جلد بازی سے یوں کام لیا ہے جس طرح ٹڈی دل ایک پرواز میں حملہ آور ہوتا ہے۔ تم کتنے برے لوگ ہو۔ اے امت کے باغیو! جنہوں نے قرآن کو ایک طرف ڈال دیا اور اے شیطان کی باقیات! اے گناہوں کے مجسمو! اے قرآن میں تحریف کرنے والو! اے سنت رسولؐ بھلانے والو! اے فرزند انبیاء کے قاتلو! اے اوصیا

ماسلف کے مٹانے والو! تم وہ لوگ ہو جن کو زنازادگان کہنا ہی درست ہوگا۔ تم مومنین کو آزار دینے والے ہو اور کتنا برا عمل ہے جو اپنے لیے بھیج رہے ہو جس کی وجہ سے تم ہمیشہ جہنم میں رہو گے۔ تم لوگ ابی سفیان اور اس کے ساتھیوں پر اعتماد کیے ہو اور مجھے خوار کر رہے ہو۔ خدا کی قسم! تم برے عمل کرنے میں مشہور ہو اور تمہارے رگ وریشے میں شیطنت دوڑ رہی ہے۔ تمہارے دل اعمال بد کرنے میں پکے ہو چکے ہیں اور تمہارے سینے ان برائیوں سے پر ہیں۔ نتیجہ کے طور پر اپنے حاکم کے لیے تم بدترین رعایا اور غاصب کے لیے اس کا بہترین لقمہ ہو۔ تم پر خدا کی لعنت ہو تم نے عہد شکنی کی ہے۔ پکی قسمیں کھا کر انہیں توڑا ہے۔ خدا کو اپنے اوپر غضبناک کیا ہے۔ خدا کی قسم تم ہو ہی ایسے لوگ۔ جان لو! زنا زادہ کے بیٹے زنا کار نے اس معاملہ کو دو راستوں کا پابند کر دیا ہے۔ یا ہم سے شمشیر سے جنگ یا پھر (ہماری) ذلت و رسوائی۔ ہائے، یہ کیسی رسوائی ہے؟ خدا، اس کا پیغمبرؐ اور مومنین ایسی ذلت قبول کرنے کی اجازت کہاں دیتے ہیں؟ جس کے اجداد و اسلاف طیب و طاہر ہوں اور نسلیں پاک و پاکیزہ ہوں۔ جن کے نفس اور ان کی شخصیتیں باعظمت ہوں۔ وہ گنہگاروں کی اطاعت کرنے سے قتل ہو جانے کو ترجیح دیں گے۔ جان لو! اب اور کوئی عذر تمہارے لیے میں نے باقی نہیں چھوڑا ہے اور اپنے ارادے سے تمہیں خبردار کر دیا ہے۔ میں اس گروہ لعین سے جنگ کروں گا۔ اگرچہ ہم تعداد میں کم اور دشمن بہت زیادہ ہے جو ہمیں رسوا کرنے کی کوشش کر رہا ہے"۔

اس کے بعد حضرت نے فروہ بن مسیک مرادی کو یہ اشعار سنائے۔

"اگر بظاہر ہار بھی جائیں تو ہم سے پہلے شکست کھا چکے ہو۔ اگر ہم غالب نہ بھی آئیں تو ڈر اور خوف ہمارا شیوہ نہیں ہے بلکہ موت کو گلے لگانا ہماری عادت ہے۔ موت کا جوانمرد یو جوانوں کے نزدیک سو رہا ہے۔ میرے بزرگوں نے موت کو اس طرح پچھاڑ کر نابود کر دیا ہے جس طرح سابقہ زمانوں کے لگ مر کر نا پیدا ہو گئے ہیں۔ اگر ہمارے سردار پیشوا زندہ ہیں تو ہم بھی زندہ جاوید ہیں۔ اگر وہ باقی ہیں تو ہم بھی باقی رہنے والوں میں ہیں۔ جو ہمیں طعن و تشنیع کرتا ہوا سے کہو۔ ہوش

میں آ! جو اس وقت ہم پر مصیبت آئی ہے وہ تم پر بھی آنے والی ہے"۔

اس کے بعد فرمایا۔ "خدا کی قسم! اس جنگ کے بعد زندگی تمہیں اتنی ہی مہلت دے گی جتنی ایک پیادہ کو گھوڑی پر سوار ہونے میں وقت لگتا ہے۔ اس وقت زمانے کی چکی تمہیں پیس کر رکھ دے گی۔ اور ساری مصیبتوں کا محور تم ہو گے۔ یہ خبر مجھے میرے والدؑ اور جدؐ نے دی ہے۔ تم نے اس معاملہ میں جس طرح یکجہتی کر کے یہ محاذ بنایا ہے حالانکہ تم سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے۔ اُس کے بعد بھی میرے مخالفت میں کھڑے ہو۔ میں نے اپنے تمہارے پروردگار پر بھروسہ کیا ہوا ہے۔ کوئی ذی روح ایسا نہیں کہ جس پر اس مالک کو اختیار نہ ہو اور میرے پروردگار کا راستہ ہی راہ مستقیم ہے۔

خدایا! ان پر باران رحمت روک دے۔ حضرت یوسفؑ کے زمانے کی مدت کے برابر قحط ان پر مسلط کر دے۔ اہل ثقیف کے غلام (حجاج بن یوسف) کو ان پر مسلط کر دے۔ یہاں تک کہ یہ اپنے زہر بھرے کیڑوں کو کاٹ کاٹ کر کھائیں۔ اور ان میں سے کسی کو رہائی نہ دے۔ خدایا! ہمارے قتل کے بدلے میں انہیں قتل کر۔ ہر زخم لگانے والے کو اس کے بدلے میں ویسا ہی زخم دے اور اس طرح میرے اصحاب و انصار اور اہل بیت کا انتقام ان سے لے۔

ان لوگوں نے ہم سے دغا کیا ہے اور ہماری تکذیب کر کے ہمیں رسوا کیا ہے۔ تو ہمارا پروردگار ہے۔ ہم تجھ پر بھروسہ کرتے ہوئے تیری طرف لوٹتے ہیں اور تیری ہی طرف سب کی بازگشت ہے"۔

خطبہ ۸

(کوفہ والوں سے پیادہ جنگ کرتے وقت امامؑ کا خطاب)

"کیا تم لوگ میرے قتل کرنے کے لیے اتنے حریص ہو؟ نہیں خدا کی قسم! میرے قتل کرنے کے بعد خدا کے بندوں میں کسی اور بندے کو قتل کرنے کا عذاب میرے قتل سے زیادہ نہ ہوگا۔ خدا سے امید ہے کہ مجھے تمہارے ہاتھوں رسوا ہونے سے محفوظ فرمائے گا۔ اور میرے بعد تم لوگوں سے میرا انتقام ایسے طریقے سے لے گا جس کا تمہیں وہم و گمان بھی نہ ہو"۔

خطبہ ۹

(روز عاشور مناجات امام حسین علیہ السلام)

محرم کی دسویں تاریخ جب دُشمن کے سوار و پیادہ آ آ کر جمع ہو چکے تھے۔ امامؑ نے آسمان کی طرف ہاتھ بلند کئے اور یوں مناجات کی۔ "بارالہا! تو میری ہر مصیبت میں امن کا ذریعہ ہے اور ہر مشکل میں میری امید ہے۔ تو ہر مشکل جو مجھ پر آن وارد ہوتی ہے میرا مددگار اور سہارا ہے۔ ایسی مصیبتیں جن سے دل ہل جاتے ہیں اور راستے مسدود ہو جاتے ہیں۔ دوست رسوا کرتے ہیں۔ دُشمن طعنہ زن ہوتے ہیں۔ ان سب احوال کی میں تجھ سے شکایت کرتا ہوں۔ میں نے سب کو چھوڑ کر تیری طرف اپنا رخ کیا ہوا ہے۔ تو ہی یہ مصیبتیں مجھ سے دور کرسکتا ہے۔ کیونکہ تو ہر نعمت کا عطا کرنے والا۔ ہر نیکی کا مالک اور ہر آرزو کو پورا کرنے والا ہے"۔

خطبہ ۱۰

(امام حسین علیہ السلام کا آخری وداع)

اپنے اہل بیتؑ سے آخری رخصت طلب کرتے وقت انہیں صبر کی تلقین کر کے یہ فرماتے ہیں۔

"اے میرے اہل بیتؑ! امتحان کے لیے تیار ہو جاؤ اور یہ جان لو کہ خداوند تعالیٰ کی حمایت اور اس کی حفاظت تمہیں حاصل ہے اور انشاء اللہ جلد ہی تمہیں دُشمنوں کے شر سے نجات دے گا۔ خدا تمہاری عاقبت بخیر کرے گا اور تمہارے دُشمنوں کو طرح طرح کے عذاب میں مبتلا کرے گا اور اس مصیبت کے بدلے میں تمہیں انواع واقسام کی نعمتیں اور بزرگی عطا کرے گا۔ پس شکایت کے ایسے کلمات نہ کہنا کہ جن سے آپ لوگوں کی دقعت کم ہو جائے"۔ (اختتام حصہ اوّل)

حصہ دوئم

ابن زیاد کی قید سے مختار کی رہائی

ابی مخنف روایت کرتا ہے کہ بعد شہادت امام حسین علیہ السلام بنی امیہ (لعنھم اللہ) تخت سلطنت پر پوری طرح متمکن ہو گئے۔

ایک معلم مکتب کی سنان بن انس کے بچے سے ملاقات

کوفہ میں ایک فہم وفراست کا مالک انسان جو محب اہل بیت بھی تھا بچوں کے مکتب میں معلم تھا۔ اس کا نام عمیر بن عامر الھمد انی تھا۔ ایک روز ایک سقہ مشک لیے عمیر کے پاس سے گزر رہا تھا۔ عمیر نے پانی مانگا۔ سقہ نے اسے پانی پلایا۔ عمیر نے پانی پی کر کہا۔ ''خدایا! جن لوگوں نے حسین علیہ السلام پر پانی بند کیا اور انہیں قتل کیا ان پر لعنت کر''۔ مکتب کے بچوں میں ایک لڑکا سنان بن انس نخعی کا بیٹا بھی تھا۔ عمیر کی گفتگو سن کر کہنے لگا۔ ''یہ آپ نے خلیفہ اور امیر عبیداللہ بن زیاد پر لعنت کی ہے؟''۔ عمیر نے کہا۔ ''بیٹا اس بات کو بھول جاؤ اور مت دہراؤ تم مجھے اپنے بیٹوں کی طرح ہو''۔

وہ بچہ خاموش ہو گیا یہاں تک کہ مکتب سے چھٹی ہونے رو ہاں سے نکل کر ایک ویران جگہ پہنچا۔ وہاں ایک چھری سے جو اس کے پاس تھی اپنے آپ کو زخمی کیا اور پتھر سے اپنے سر میں ضرب لگائی اور اپنے چہرے پر خون ملا۔ اس حالت میں اپنی ماں کے پاس پہنچا۔ ماں اسے اس حال میں دیکھ کر چلائی۔ ''بیٹا تمہیں کس نے مارا ہے؟''۔ بیٹے نے کہا۔ ''ایک سقہ ہمارے معلم کے پاس سے گزرا۔ معلم نے اس سے پانی مانگ کر پیا اور پانی پینے کے بعد خلیفہ اور عبیداللہ بن زیاد پر لعنت کی۔ میں نے معلم کو منع کیا تو اس نے مجھے اس حالت تک پہنچا دیا''۔ ماں بچے کو لے کر ابن زیاد کے پاس پہنچ گئی اور بلند آواز سے پکاری۔ ''تم لوگ ہوش میں آؤ!'' اس بچے کا باپ یہ آواز سن کر باہر آیا جو ابن زیاد کے دربایوں میں سے تھا اور بچے کو زخمی دیکھ کر بولا۔ ''ہائے افسوس! تمہیں کس نے مارا ہے؟''۔ اس کی زوجہ نے اسے پورا قصہ کہ سنایا۔ وہ بچے کو ابن زیاد کے سامنے لے گیا۔ تمام کہانی اور اپنی طرف سے اس میں کچھ اضافہ کر کے بیان کر دی۔

معلم کی گرفتاری

ابن زیاد نے یہ سنتے ہی اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ عمیر بن عامر کو فوراً سر برہنہ، دست بستہ اس کے سامنے پیش کریں۔ چنانچہ سپاہی تھوڑی دیر میں معلم کو گرفتار کر کے ابن زیاد کے سامنے لے آئے۔ ابن زیاد معلم کو کہنے لگا۔ "وائے ہو تجھ پر تو مجھے برا کہتا تھا؟"۔ معلم کہنے لگا۔ "خدا کی پناہ اے امیر میں نے کوئی بات نہیں کہی۔ اگر یقین نہ ہو تو اس سقے اور بڑے بچوں کو بلوالیں اگر وہ میرے خلاف گواہی دے دیں تو پھر اگر مجھے سزا دینا چاہو گے تو تم خدا کے سامنے قابل مواخذہ نہ رہو گے۔

لیکن ابن زیاد فوراً ہی اسے تاریک قید خانے میں بھیج دیا۔ اس قید خانے کے یکے بعد دیگر تین دروازے تھے ہر دروازے کے قفل پر ابن زیاد مہر ثبت تھی۔

عمیر کہتا ہے کہ مجھے پہلے اور دوسری دروازے سے گزار کر تیسرے دروازے کے اندر قید کیا گیا جو انتہائی تاریک جگہ تھی اور تقریباً بیس گز لمبی کوٹھڑی تھی۔ داخل ہوتے ہی مجھے کچھ نظر نہ آیا۔ بعد میں آہستہ آہستہ کچھ کچھ نظر آنے لگا۔

دہاں پر کچھ اور لوگ بھی موجود تھے جن کے ہاتھ پاؤں زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے وہ بار بار اپنی مدد کے لیے پکارتے تھے لیکن کوئی نہ سنتا تھا۔

معلم اور مختارؒ قید خانے میں

اس قید خانے کی کوٹھڑی کے آخری کونے میں ایک شخص کا بلند نالہ میں نے سنا۔ میں وہاں پر موجود قیدیوں پر سے گزر کر اس شخص تک پہنچا۔ وہ بیٹھا تھا۔ اس میں دائیں بائیں دیکھنے کی بھی طاقت نہ تھی وہ سرد آہیں بھرتا تھا۔ میں نے اسے سلام کیا۔ اس نے میرے سلام کا جواب دیا اور اوپر نظر کر کے مجھے دیکھا۔ اس کے بالوں سے اس کا چہرا اور آنکھیں چھپی ہوئی تھیں۔ میں نے پوچھا۔ "تو کون ہے جو اس طرح سے پڑا ہے؟ تم نے کتنا بڑا جرم کیا ہے کہ تم اس مصیبت میں مبتلا ہو؟"۔ اس شخص نے جواب دیا۔ "میں امیر المومنین علیہ السلام کا شیعہ اور امام

حسین علیہ السلام کے محبوں میں سے ہوں"۔ میں نے تعجب سے کہا۔"تم امام حسین علیہ السلام کے محبوں میں سے ہو۔تم کون ہو؟"۔بولا۔"میں مختار بن ابی عبیداللہ ثقفی ہوں"۔عمیر کہتا ہے میں اس کی حالت دیکھ کر رو پڑا۔میں نے اس کے سر اور ہاتھوں کا بوسہ لیا۔وہ شخص بولا۔"تم کون ہو۔خدا تم پر رحمت نازل کرے"۔میں نے کہا۔میں عمیر بن عامر الہمدانی ہوں۔میں بچوں کا معلم ہوں اور اس کو اپنا تمام قصہ سنایا۔مختار بولا۔"یہ جگہ معلمین کے لیے نہیں ہے بلکہ ان لوگوں کے لیے ہے جو حسین علیہ السلام کے خون کا بدلہ لینے کے لیے قیام کرنے والے ہیں۔اے عمیر تم غم نہ کرو۔خدا تجھے جلد راحت دے اور تیری آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔تم جلد اس قید خانے سے رہائی پاؤ گے۔

ابن زیاد کی زوجہ کی خواہش پر معلم کی رہائی

معلم کو قید خانے میں چند ہی روز گزرے تھے کہ اس کی بھتیجی جو ابن زیاد کے بچوں کی دایہ تھی اپنے چچا کا حال جان کر ابن زیاد کی زوجہ خطیہ کے پاس آئی۔ اپنا گریبان چاک کر کے رونا شروع کر دیا۔خطیہ بولی۔"تم کس مصیبت میں پھنس گئی ہو؟"۔دایہ بولی۔"میرا چچا ایک بوڑھا آدمی ہے۔آپ کے بچوں کا معلم ہے۔ایک بچے نے اس پر جھوٹا اتہام لگایا ہے اور امیر نے اسے اندھیرے قید خانے میں ڈال دیا ہے۔شاید آپ کی سفارش پر خدا ان کی مشکل آسان کر دے اور انہیں رہائی مل جائے"۔خطیہ نے کہا۔"فکر مت کر میں دل سے سفارش کروں گی"۔ چنانچہ وہ فوراً ابن زیاد کے پاس گئی۔یہ عورت ابن زیاد کی دوسری بیویوں میں سب سے زیادہ خوبصورت تھی۔ابن زیاد سے کہنے لگی۔"اے امیر! عمیر نے ہمارے ساتھ بہت نیکیاں کی ہیں اور اس کے ہم پر بہت حقوق ہیں۔اس کے متعلق جو کچھ کہا گیا ہے وہ محض اتہام ہے۔میں تجھ سے درخواست کرتی ہوں کہ اسے میری وجہ سے معاف کر دے"۔ابن زیاد لعین بولا۔"مجھے تیری سفارش بسر وچشم منظور ہے"۔ چنانچہ اس نے دربانوں کو حکم دیا کہ عمیر کو فوراً قید خانے سے نکال کر میرے پاس لایا جائے۔

قید خانے میں مختارؒ کا عمیر سے وعدلینا

ایک دربان نے جا کر قید خانے کا دروازہ کھولا۔ قید خانے میں مختارؒ اور معلم آپس میں باتوں میں مشغول تھے کہ تالہ کھلنے کی آواز سنائی دی۔ مختارؒ بولا۔ ''اے عمیر! خداوند تعالیٰ نے تیری مشکل آسان کردی ہے اور تیری رہائی کا وقت آن پہنچا ہے''۔ عمیر نے کہا۔ ''اگرچہ میں اس قید سے آزاد ہو رہا ہوں لیکن تمہاری جدائی مجھ پر شاق ہے اور رہائی کے بعد دل وجان سے تمہیں یاد رکھوں گا اور کبھی فراموش نہ کروں گا''۔ مختارؒ نے کہا۔ ''اگر ہو سکے تو میرے لیے ایک کام کرنا۔ خدا تجھے اس کا اجر وثواب دے گا اور اگر زندہ رہا تو تیرا احسان مند رہوں گا''۔ معلم نے کہا۔ ''بتا تیری حاجت کیا ہے تاکہ میں کچھ تدبیر کروں''۔ مختارؒ بولا۔ ''میرے لیے ایک کاغذ اور ایک چھوٹا سا قلم اور سیاہی چاہے اخروٹ کے چھلکے میں ہی ہو بھیجنے کا بندوبست کرنا کیونکہ مجھے اس کی ضرورت ہے''۔ معلم نے کہا۔ ''انشاء اللہ بسر وچشم تعمیل حکم کروں گا۔ تم اس بارے میں مطمئن ہو جاؤ''۔

معلم کی ابن زیاد کے سامنے حاضری

معلم کی مختار سے یہ گفتگو جاری تھی کہ ابن زیاد کے داروغہ نے آواز دی کہ معلم جیل سے باہر آجائے۔ چنانچہ معلم کو ابن زیاد کے پاس لایا گیا۔ ابن زیاد معلم کو دیکھ کر بولا۔ ''اے عمیر بن جن لوگوں سے تیرے متعلق پوچھا ہے انہوں نے تجھے بے قصور بتلایا ہے۔ لہٰذا میں تجھے رہائی دیتا ہوں۔ آئندہ اپنے آپ کو ایسے معاملات سے دور رکھنا''۔ عمیر نے کہا۔ ''میں تم سے اتنا ڈر گیا ہوں کہ آئندہ مکتب کا رخ بھی نہ کروں گا اور اس معلّمی کے پیشے کو بھی خیرباد کہتا ہوں''۔

مختارؒ سے وعدہ وفائی کے لیے عمیر کا منصوبہ

قید سے رہائی کے بعد عمیر اپنے گھر آیا۔ اپنی زوجہ کا حق مہر ادا کیا اور اسے طلاق دی کیونکہ اس کی جانب سے اسے خدشہ تھا کہ وہ اس راز سے واقف نہ

ہو جائے اور اسے فاش نہ کر دے۔ معلم ایک دولت مند انسان تھا۔ اپنے دل میں کہنے لگا مجھے چاہئے کہ میں مختار کے کام کے لیے کوشش کروں۔ عمیر نے ایک موٹی تازی بکری ذبح کر کے اس کا گوشت بھونا۔ گوشت کے ساتھ کچھ پھل اور ایک ہزار درہم ایک طشت میں رکھ کر رات کے وقت تاکہ اسے کوئی نہ دیکھے خفیہ طریقے سے قید خانے کے محافظ کے گھر پہنچا۔ محافظ گھر پر موجود نہ تھا۔ اس کی زوجہ باہر آئی اور معلم کو سلام کیا۔ معلم نے جواب سلام دیا اور طشت اس کے حوالے کر کے کہنے لگا۔ ''جب آپ کا شوہر واپس آئے تو اسے کہنا کہ تمہارے پاس تاریک قید خانے میں جو معلم قید تھا وہ آیا تھا اور کہتا تھا کہ میں نے خدا سے نذر مانی تھی کہ اگر قید سے آزاد ہو گیا تو یہ اشیاء آپ کو ہدیہ کے طور پر پیش کروں گا''۔ یہ کہ کر وہ چلا گیا محافظ جب قید خانے سے واپس گھر آیا تو اس کی زوجہ نے وہ طشت کو دیکھا تو بہت خوش ہوا اور کہنے لگا۔ ''یہ کس نے دیا ہے؟''۔ زوجہ بولی۔ ''معلم جو تاریک کوٹھڑی میں قید تھا اس نے آپ کو بعد سلام یہ پیغام دیا ہے کہ دوران قید اس نے خدا سے یہ نذر مانی تھی کہ اگر رہائی مل گئی تو یہ چیزیں تحفتاً آپ کو دے گا۔ چنانچہ وہ طشت دینے کے لیے آیا تھا۔ دوسرے روز بھی محافظ گھر پر نہ تھا عمیر نے وہی چیزیں طشت میں رکھیں اور محافظ کی زوجہ کو دے کر کہا کہ اپنے شوہر کو میرا سلام کہہ دینا اور جو میں نے کل کہا تھا میری وہی گفتگو دہرا دینا۔ محافظ نے واپس آ کر یہ سامان دیکھ کر کہا۔ ''خدا کی قسم یہ سامان میرے لیے تحفہ نہیں بلکہ مختارؒ کے لیے ہے۔ یہ محافظ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد بہت غمگین اور بے چین رہنے لگا تھا۔ تیسرے روز محافظ اپنی جگہ اپنے بھائی کو قید خانے کے دروازے پر بٹھا کر خود گھر میں آ کر بیٹھ گیا۔ ادھر معلم حسب معمول بکری کا بھنا گوشت، کچھ رقم، کچھ پھل اور ریشمی کپڑے لے کر محافظ کے گھر کی طرف چلا۔ آج خلاف معمول محافظ گھر پر موجود تھا۔ اس سے ملاقات ہو گئی۔ سلام دعا کے بعد معلم کو محافظ اپنے گھر کے اندر لے گیا۔ معلم نے سامان بھر طشت محافظ کے حوالے کیا۔ محافظ بولا۔ ''اے بھائی آپ نے یہ خدمت کر کے مجھے شرمندہ کیا ہے۔ مجھے بتائیں آپ کا مقصد کیا ہے تاکہ وہ

پورا کروں"۔ عمیر نے کہا۔"میں نے خدا سے نذر مانی تھی کہ اگر قید سے رہائی ہوگئی تو آپ کو یہ سامان تحفتاً دوں گا۔ محافظ نے کہا۔"اس بات کو چھوڑو اور اپنا مقصد بیان کرو۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ خدا، رسولؐ اور امام حسین علیہ السلام کے حق کے واسطے میں آپ کا کام ہر حال میں کروں گا چاہے مجھے اپنی جان کی بازی کیوں نہ لگانی پڑے"۔

عمیر بولا۔"بھائی میں جب اس تاریک قید خانے میں تھا تو میں نے مختار کو بہت بری حالت میں دیکھا۔ اس کی شکل بگڑ گئی ہے وہ اپنے خدا سے اس مصیبت کی شکایت کرتا ہے اس کی یہ حالت دیکھ کر میں بہت پریشان تھا۔ اس نے مجھے کاغذ کا ایک پردہ قلم اور سیاہی لانے کے لیے کہا تھا۔ میں اب آپ سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ اگر میں یہ چیزیں آپ کو لا دوں تو آپ مختار تک پہنچا دیں گے؟"۔

محافظ نے کہا۔"بسر و چشم میں یہ کام کروں گا۔ لیکن ترکیب یہ ہے کہ کل تم ایک روٹی خرید کر اس کے اندر کاغذ کا ٹکڑا رکھوا دینا۔ ایک کھیرا خرید کر اس کے اندر قلم چھپا دینا اور ایک اخروٹ لے کر اس کے اندر سیاہی بھر دینا۔ یہ سامان لے کر تم میرے پاس زندان کے دروازے پر آنا اور کہنا کہ میں نے نذر مانی تھی کہ اگر قید سے رہائی ہوگئی تو یہ کھانا قیدیوں کے لیے لاؤں گا۔ میں یہ دیکھ کر تم پر غضبناک ہوں گا اور تمہیں چیخ چیخ کر جھڑکیاں دوں گا اور سامان کا طشت دور پھینک دوں گا۔ تم میرے سامنے رو رو کر درخواست کرتے رہنا تو میں وہ سامان لے کر مختار کو پہنچا دوں گا"۔ معلم یہ سن کر بہت خوش ہوا اور محافظ کا ہاتھ جوش میں زور سے دبایا اور وہاں سے اپنے گھر واپس آ گیا۔ رات کو سو گیا اور صبح کو محافظ کو ہدایت کے مطابق سامان تیار کر کے قید خانے کا رخ کیا۔ محافظ اسے دیکھتے ہی بولا۔"یہ کیا ہے؟"۔ معلم بولا۔"میں قید خانے سے رہائی کے وقت یہ نذر قیدیوں کے لیے مانی تھی۔ آپ انہیں پہنچا دیں"۔ محافظ یہ سن کر طیش میں آ گیا۔ طشت معلم سے چھین کر ایک طرف ڈال دیا، اسے برا بھلا کہا اور مارنے کو دوڑا۔ معلم بار بار ہاتھ جوڑ کر محافظ

سے اپنی خواہش کا اظہار کرتا رہا۔ آخر محافظ نے وہ کھانا معلم سے لے کر مختار کو پہنچا دیا۔ مختار بہت خوش ہوا اور فوراً کاغذ کے دو ٹکڑے کر کے ایک خط اپنی بہن کے نام اور ایک اپنے بہنوئی عبداللہ بن عمر کے نام لکھا۔ دونوں خط محافظ کو دیئے کہ محافظ کو دیدے۔ معلم کو دیدے۔ معلم خط لے کر بہت خوش ہوا۔

عمیر اور محافظ زندان کی گرفتاری

بہت عرصہ پہلے زندان کا محافظ ایک لاوارث بچے کو سڑک پر پڑا دیکھ کر اٹھا لایا تھا اور اس کو پالا تھا۔ جب وہ بچہ جوانی کی حدود میں داخل ہونے لگا تو محافظ نے اپنی بیوی سے کہا کہ اب اس لڑکے کا ہماری بیٹیوں کے ساتھ مل کر رہنا مجھے گوار نہیں۔

اگر چہ یہ ہمیں اپنی اولاد کے برابر ہے۔ اس کا جدا کرنا بھی ہمارے لیے تکلیف کا باعث ہوگا۔ اس لڑکی نے میاں بیوی کی یہ گفتگو سن لی۔ یہ لڑکا معلم اور محافظ کے اس کھانا پہنچانے والے راز سے بھی واقف تھا۔ چنانچہ وہ یہ راز فاش کرنے کے ارادے سے گھر سے نکلا۔ اپنا منہ سیاہ کر کے گریبان چاک کیا اور دارالامارہ کی طرف رخ کیا۔ دارالامارہ پہنچ کر بلند آواز سے کہنا شروع کیا۔ ''امیر کے لیے ایک اہم خبر ہے۔ اگر وہ غفلت کرے گا تو اس کی حکومت کی خیر نہیں''۔ چنانچہ اس لڑکے کو پکڑ کر ابن زیاد کے سامنے لایا گیا۔ ابن زیاد نے اس سے پوچھا۔ ''لڑکے کیا اہم خبر ہے تیرے پاس؟''۔ لڑکا بولا اے امیر! معلم جو تاریک قید خانے میں قید تھا اور رہا ہو چکا ہے اس نے محافظ قید خانے کے ذریعے مختارؒ کے لیے کھانا بھجوایا جس میں کچھ اور چیزیں بھی تھیں۔'' چنانچہ اوّل سے آخر تک ابن زیاد کو سارا قصہ سنایا

جونہی ابن زیاد لعین نے یہ قصہ سنا تو غصے سے اس کی آنکھیں خنزیر کی آنکھوں کی طرح گردش کرنے لگیں۔ اسی وقت سوار ہو کر زندان کے دروازے پر پہنچا۔ قید خانے کے سپاہی اسے اچانک دیکھ کر دہشت زدہ ہو کر قطار میں کھڑے ہو گئے۔ ابن زیاد سیدھا محافظ قید خانہ کی طرف بڑھا۔ اس کے سر پر زور سے

تازیانہ مارا اور حکم دیا کہ اسے زمین پر گھسیٹیں اور اتنا ماریں کہ جسم سے خون بہنے لگے۔اس کے بعد معلم کو بھی گرفتار کر کے بہت مارا۔ پھر دونوں کے قتل کا حکم دے دیا۔اس وقت محافظ نے ابن زیاد سے کہا۔"اے امیر! ہمارا قصور کیا ہے کہ ہمیں قتل کیا جا رہا ہے"؟۔ابن زیاد بولا۔"وائے ہو تم پر کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ جو معلم نے اور تم نے کارروائی کی ہے میں اس سے بے خبر ہوں؟ مختار کو روٹی کے اندر کاغذ، کھیرے میں قلم اور اخروٹ کے چھلکے میں سیاہی بھیج کر یہ خیال کرتے ہو کہ امیر تمہیں چھوڑ دے گا"؟۔

یہ سن کر محافظ کہنے لگا"۔ میں اور معلم آپ کے پاس موجود ہیں۔ہم دونوں میں سے کوئی اپنی جگہ سے کہیں اور نہیں گیا اور اس معاملے کو ایک دو روز سے زیادہ نہیں ہوئے ہیں۔میرا خیال نہیں کہ قیدیوں نے کوئی ایسا کھانا کھایا ہو۔اپنے سپاہیوں کو قید خانے کے اندر بھیج کر معلوم کر لو۔اگر کوئی ایسا کھانا وہاں پر جانا ثابت ہو جائے تو ہمارا خون تجھ پر حلال ہے"۔اب زیاد لعین نے اپنا ایک با اعتماد ملازم قید خانے مین بھیجا اور کہا جو کھانا وہاں پر موجود ہو یہاں لائے۔وہ ملازم قید خانے میں گیا لیکن اسے کوئی چیز ایسی نہ ملی۔خداوند کریم نے اس راز پر پردہ ڈال دیا اور ابن زیاد کو اپنے اس عمل پر شرمندہ ہونا پڑا۔

عمیر اور محافظ کی رہائی اور اس لڑکے کی موت

اس کے بعد ابن زیاد نے اس لڑکے کو اپنے پاس بلوایا اور غضبناک ہو کر کہا۔"وائے ہو تجھ پر۔تو اتنا جھوٹ بولتا ہے؟"۔لڑکا ابن زیاد کی اس جھڑکی سے اتنا پریشان ہوا کہ اس کی زبان میں لکنت آ گئی۔اس وقت محافظ نے ادب سے ابن زیاد کے پاؤں چھوئے اور کہا۔"اے امیر! یہ اس شخص کی نیکی کا صلہ ہے کہ جس نے اس لڑکے کو جو کوفہ کی ایک سڑک پر پڑا تھا اٹھایا، پرورش کی۔اب جب اپنی جوانی میں قدم رکھ رہا ہے تو میں نے اپنی زوجہ اور لڑکیوں کی عزت کو محفوظ کرنے کے لیے اسے گھر سے چلے جانے کو کہا تو یہ سیدھا آپ کے پاس چلا آیا اور مجھے آپ کی نظروں میں رسوا کرنا چاہا"۔ابن زیاد نے یہ سن کر محافظ اور معلم سے

معذرت طلب کی اور اس لڑکے کے قتل کا حکم دیا اور مختارؒ کی سزا میں کمی کردی۔ درحقیقت مختارؒ نے پہلے ہی سیاہی والے اخروٹ کو ایک جگہ اور قلم کو دوسری جگہ دفن کردیا تھا۔

عمیر مدینے میں

معلم ابن زیادہ کے شر سے مطمئن ہو کر سیدھا حمام گیا۔ بال ترشوائے غسل کیا، صاف لباس پہنا اور سیدھا ابن زیاد کے محل پہنچا اور تلبیہ پڑھنے لگا۔ ابن زیاد نے کہا۔ ''دیکھو کہ یہ کون تلبیہ پڑھتا ہے؟''۔ لوگوں نے بتایا۔ ''یہ وہی معلم ہے جس پر تو نے مہربانی کی ہے اور قید سے رہا کیا ہے کہتا ہے کہ میں نے نذر مانی تھی کہ اگر اس تہمت سے جو اس پر لگائی گئی تھی آزاد ہو گیا تو حج بیت اللہ کرے گا۔ اب چاہتا ہے کہ سفر پر روانہ ہو''۔ ابن زیاد بولا۔ ''اسے اندر لاؤ''۔ جب عمیر اندر آیا تو ابن زیاد نے پوچھا۔ ''اے عمیر! مکہ سے پہلے مدینہ یا مدینہ سے پہلے مکہ جانے کا ارادہ ہے''۔ عمیر نے کہا۔ ''اے امیر پورا حج کرنے کی نذر مانی ہے''۔ ابن زیاد نے اسے ایک ہزار دینار اور ایک ہزار درہم دیئے۔ عمیر نے وہ رقم لے کر فقراء میں بطور صدقہ تقسیم کردی اور اس کے بعد مدینہ روانہ ہو گیا۔ صبح شام سفر طے کرتا ہوا مدینے پہنچ گیا۔ اور سیدھا عبداللہ بن عمر کے مکان پر گیا۔ عبداللہ کی زوجہ مختارؒ کی ہمشیرہ تھی۔

عمیر عبداللہ بن عمر کے گھر میں

اتفاقاً اس روز عبداللہ کے گھر پر کئی قسم کے عمدہ اور بھنے ہوئے گوشت کے کھانے تیار تھے۔ عبداللہ نے اپنی زوجہ سے کہا۔ ''آؤ میرے ساتھ کھانا کھاؤ''۔ زوجہ نے کہا۔ ''میں اس وقت تک کھانا نہ کھاؤں گی جب تک اپنے بھائی کی خیریت کی خبر نہ پالوں گی''۔ یہ گفتگو جاری تھی کہ عمیر نے ان کے گھر پہنچ کر دستک دی۔ غلام نے آکر پوچھا۔ تم کون ہو؟ معلم بولا۔ ''کوفہ کا ایک باشندہ ہوں''۔ جونہی زوجہ عبداللہ نے یہ سنا اس نے ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہوگئی۔

عبداللہ بن عمر اٹھا اور غلام سے کہا کہ اس کوفی کو اندر لے آؤ۔ عمیر اندر آ گیا وہ ایک اچھا خوبرو انسان تھا۔ ایک دوسرے کو سلام کیا۔ حال احوال پوچھا۔ اس کے بعد کھانا آ گیا۔ کھانا کھانے کے بعد ہاتھ دھو کر فارغ ہوئے تو عمیر نے مختارؓ کے دونوں خط عبداللہ کے سامنے رکھ دیئے۔ خط پڑھ کر عبداللہ بہت رویا یہاں تک کہ اس کے گلے سے آواز نکلتی تھی۔ اس کے بعد اپنی زوجہ کے پاس جا کر کہا۔ تجھے مبارک ہو۔ تمہارے بھائی نے ایک خط مجھے اور ایک خط تمہیں بھیجا ہے۔ جب اس خاتون نے وہ خط دیکھا تو بہت روئی اور اپنے شوہر سے کہا "تجھے خدا اور رسولؐ کی قسم ہے مجھے کم از کم اس شخص کی صورت تو دیکھ لینے دے جو میرے بھائی کو دیکھ کر آیا ہے"۔

عبداللہ نے اجازت دے دی۔ چنانچہ وہ خاتون عمیر کے پاس آئی اور کہنے لگی۔ "اے بھائی! مجھے معلوم ہے کہ تجھے کس چیز نے مجبور کیا ہے کہ تو یہ خط لے کر یہاں تک پہنچا۔ وہ صرف محبت حسین علیہ السلام ہے۔ تجھے میں حسین علیہ السلام کے حق کا واسطہ دیتی ہوں کہ تو نے جس حال میں میرے بھائی کو دیکھا ہے وہ بیان کر"۔

چنانچہ عمیر نے سارا قصہ کہ مختارؓ زنجیروں میں بندھا ہوا ہے، چہرہ سیاہ ہو گیا ہے، تمام جسم زخمی ہو کر خون رس رہا ہے اور طبیبوں کو اس کا علاج کرنے سے منع کیا ہوا ہے۔ من و عن سنا دیا۔ یہ سنتے ہی عبداللہ کی زوجہ اند آئی۔ اپنے اور اپنی بیٹیوں کے بال سروں سے کاٹ کر عبداللہ کے سامنے لا ڈالے۔ عبداللہ نے پوچھا۔ "یہ کیا ہے؟"۔ زوجہ بولی۔ "میرے اور میری بیٹیوں کے سروں کے بال ہیں۔ خدا کی قسم کھاتی جب تک میرا بھائی اس حال میں ہے میں اور تم ایک چھت کے نیچے نہیں رہیں گے" شوہر نے اسے سمجھایا اور کہا۔ "اگر یہ شخص (عمیر) قابل اعتماد ہے تو میں اسے یزید کے لیے خط دیتا ہوں اور خط پہنچانے کا معاوضہ دینے کو تیار ہوں۔ میرا خط یزید کو ملنے کے بعد تمہارا بھائی ایک منٹ بھی قید نہیں رہے گا"۔ چنانچہ یزید کے نام عبداللہ کا خط لے جانے لیے معلم تیار ہو گیا۔

عبداللہ بن عمر کا یزید کے نام خط

معلم کے رضامند ہونے پر عبداللہ بہت خوش ہوا اور یزید بن معاویہ کے نام ایک خط لکھا۔ ایک ریشمی کپڑا منگوا کر اس میں اپنی زوجہ اور بیٹیوں کے بال اور وہ خط رکھا۔ خط کے اوپر لکھا تھا۔ "عبداللہ بن عمر کی طرف سے یزید بن معاویہ کے نام"۔ اس کے بعد عمیر سے کہا۔ "جاؤ خدا تمہارا سفر بخریت گزارے۔ میرا یہ خط یزید کو دینا۔ جب وہ خط پڑھے تو یہ کپڑا اور جو کچھ اس کپڑے میں ہے اسے بطور نشانی دکھلانا، کیونکہ میں نے خط میں اپنی زوجہ اور بیٹیوں کی حالت لکھ دی ہے۔ انشاءاللہ خداوند عالم ہمارا مقصد پورا کردے گا"۔ اس کے بعد عمیر سے کہا۔ "دمشق پہنچ کر کم از کم تین دن آرام کرنا۔ حمام جانا۔ اپنے آپ کو صاف ستھرا کرنا"۔ اس کے بعد ایک طاقتور اونٹ اور زادِ راہ عبداللہ نے عمیر کو دیا۔ چنانچہ عمیر دن رات سفر کر کے دمشق پہنچ گیا۔

عمیر دمشق میں

عمیر نے دمشق پہنچ کر ایک کمرہ کرائے پر لیا اور اس میں رہنے لگا اور نزدیک ایک مسجد میں نماز باجماعت کے لیے باقاعدگی سے جانے لگا۔ نماز کے بعد کہتا تھا۔ "خدا کی اس شخص پر رحمت ہو جو میری مشکل حل کرے"۔ عمیر امام مسجد کے حجرے کے دروازے کے پاس جا کر اندر جانے کی کوشش کرتا لیکن حوصلہ نہیں پڑتا تھا۔ چند روز اسی طرح گزر گئے۔ ایک روز ایک مسجد نے نمازیوں سے کہا۔ "کوفہ کے لوگ اکثر شقی القلب اور ظالم ہوتے ہیں لیکن اس شخص میں سوائے علم و معرفت کے اور کچھ نظر نہیں آتا۔ یہ بھی روز اسے کہتے سنتا ہوں کہ جو شخص میری مشکل حل کرے گا خدا کی اس پر رحمت ہو۔ ہم اس سے اس کا مقصد کیوں نہ پوچھ لیں۔ لوگوں نے کہا "آپ یہ سوال کرنے کے ہم سے زیادہ سزاوار ہیں"۔

عمیر اگلے روز معمول کے مطابق مسجد میں گیا اور نماز کے بعد اپنے کلمات دہرائے۔ عمیر جونہی مسجد سے باہر نکلا۔ امام مسجد اس کے پیچھے اس کے

کمرے تک آیا اور دونوں اندر آ کر بیٹھ گئے۔ امام مسجد نے عمیر سے کہا۔ ''اے بھائی! ہم روز تمہیں یہ کہتے ہوئے سنتے ہیں کہ جو شخص میری مقصد براری کرے گا خدا اس پر اپنی رحمت نازل کرے گا۔ آپ کا کیا کام ہے اگر کوئی قرض دینا ہے تو ہم قرض ادا کرنے کو تیار ہیں اگر کسی کو قتل کیا ہے تو ہم اپنے جان و مال سے اسکا بدلہ دینے کو تیار ہیں''۔ جونہی عمیر نے یہ گفتگو سنی، آنکھیں جھک گئیں۔ اس کو یہ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کہوں کیونکہ یہ خوف تھا مبادا اس شخص کا تعلق بنی امیہ سے ہو۔ امام مسجد عمیر کی یہ حالت کر کہنے لگا۔ ''اے شخص کیوں گھبراتا ہے۔ اپنا راز مجھے بتلا دے۔ تجھے خدا، رسولؐ، امیر المومنین، امام حسن علیہ السلام امام حسین علیہ السلام کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ مجھے بے خوف اپنا راز بتا دیے تا کہ میں تیری اپنی جان و مال سے مدد کر سکوں''۔ جونہی عمیر نے یہ سنا، امام مسجد کو قابل اعتماد آدمی سمجھ کر اس سے کہا۔ ''اے بھائی! میں کوفہ کا رہنے والا ہوں۔ میرا نام عمیر بن عامر ہے''۔ اور پھر اسے پورا قصہ بے کم و کاست کہہ سنایا۔

یزید کے محل کے انتظامات

امام مسجد سارا قصہ سن کر اصل مقصد سے مطلع ہوا۔ عمیر سے کہنے لگا۔ ''بھائی کل جب تم آؤ تو غسل کر کے صاف لباس پہن کر خوشبو لگا کر آنا تا کہ سفر کی میل کچیل دور ہو جائے۔ تمہارا لباس ریشمی ہونا چاہئے اور کمر میں ایک رومال بندھا ہوا ہو۔ یہ بالوں والی پوٹلی اپنی بغل کے نیچے چھپانا اور ایک کپڑا اپنے شانوں پر ڈال لینا تا کہ یزید کے محل میں تو اس طرح نظر آئے جیسے تو بھی وہاں کے غلاموں میں سے ایک غلام ہے۔ وہاں پر پہلے دروازے سے گزر کر ایک بڑے دالان میں پہنچو گے۔ اس کے دائیں اور بائیں جانب پہرے داروں کا داستہ ہوگا اور دہلیز پر سرخ ریشمی کپڑے کا فرش ہوگا۔ ہر جگہ سو سو دربان کھڑے ہوں۔ دوسرے کنارے والے دروازے پر تین دربان موجود ہوں گے۔ وہاں سے گزر جانا اور ان دربانوں کو سلام نہ کرنا۔ اسی طرح آگے بڑھتے رہنا۔

دربان تیرے پاس سے گزرتے رہیں گے۔ تجھے کوئی نہیں روکے

گا یہاں تک کہ دوسرے دروازے کے پاس پہنچ جائے گا۔ وہاں ایک بڑا محل نظر آئے گا اور ایک دہلیز جہاں دربان ہی دربان ہوں گے اور خوبصورت ریشمی فرش بچھا ہوگا۔ ہر گوشہ میں سو سو نوجوان لڑکے موجود ہوں گے اور رومی ساخت کے پنکھوں سے ہوا جل رہے ہوں گے۔ انہوں نے اپنی ٹوپیاں اور تلواریں دیواروں پر آویزاں کی ہوئی ہوں گی۔ وہاں پہنچ کر ان کو سلام نہ کرنا۔

اس کے بعد ایک بلند عمارت نظر آئے گی جس کی دہلیز بہت لمبی ہوگی۔ وہاں بھی دربان ہوں گے اور زرد رنگ کے ریشمی کپڑے کا فرش بچھا ہوگا جس پر دو سو نوجوان جن کے ابھی داڑھی کے بال بھی نمودار نہیں ہوئے ہیں۔ ریشمی تکیوں کے سہارے بیٹھے ہوں گے۔ ان نوجوانوں کے اوپر رومی غلام ان کی خدمت کو موجود ہوں گے۔ ہر غلام نو سال سے زائد عمر کا نہ ہوگا ان کے ہاتھوں میں بھی بڑے بڑے پنکھے ہوں گے۔

وہاں سے بھی بے اعتنائی سے گزر جانا اور چوتھی دہلیز میں داخل ہو جانا۔ وہاں دربان ہوں گے فرش ریشمی زرد پھولدار کپڑے کا بچھا ہوگا۔ ہر گوشے میں سو سو سیاہ فام دربان ہوں گے اور ان کو دوسرے غلام پنکھے جھل رہے ہوں گے۔ اس منزل سے بھی بے پرواہ ہو کر آگے بڑھ جانا۔

آگے پانچویں دہلیز آئے گی۔ وہاں پر بھی دربان ہوں گے اور ریشمی فرش بچھا ہوگا۔ وہاں ایک ایسا دستہ ہوگا جس کو طشیہ کہتے ہیں۔ وہ لوگ سر امام حسین علیہ السلام کو طشت طلا میں رکھ کر یزید لعین کے سامنے لاتے ہیں۔ وہاں پانچ سو مرد موجود ہوں گے جو ہاتھوں میں آبدار نیزے تھامے ہوئے ہوں گے۔ ان کا لہو ولہب میں مصروف رہنے کے علاوہ کوئی کام نہیں ہے۔ تم وہاں سے بھی بے اعتنائی سے گزر جانا۔ آگے چھٹی دہلیز آئے گی۔ وہاں پر بھی پانچ سو دربان ہوں گے اور بہترین ریشمی فرش ہوگا۔ وہ لوگ یزید کے خاص مشیر اور مصاحب ہیں لیکن تم وہاں سے بھی اسی بے اعتنائی سے گزر جانا۔

جب تم ساتویں دہلیز پر پہنچو گے۔ تو یہاں ایک گروہ کو دیکھو گے جو ایسے

فرش پر بیٹھا ہوگا جو صنعت گروں نے دن رات ایک کر کے تیار کیا ہوگا۔ اس فرش پر عجیب و غریب پرندوں اور وحشیوں کے نقش بنے ہوئے ہیں۔ تم ان کی طرف کوئی التفات نہ کرنا۔ اگر تم نے ان کی طرف ذرا دیکھا بھی تو تمہیں اجنبی جانیں گے۔ یہ وہ ملعون ہیں جو امام حسین علیہ السلام کا سر یزید کے پاس لاتے ہیں۔ چنانچہ وہاں سے بے اعتنائی سے گزر جانا۔

اس کے بعد آٹھویں دہلیز میں قدم رکھو گے۔ وہاں پر کوئی دربان یا ملازم نہ ہوگا۔ وہاں پر بڑی منقش چھتیں اور مختلف تصاویر دکھائی دیں گی جن پر سونے کا ملمع ہوا ہے۔ اس کے بعد ایک بہت بلند و بالا عمارت آئے گی جس کی بلندی چالیس گز ہے اور اسی نسبت سے طول اور عرض ہے۔ وہ دستکاری کے کام سے مزین ہے۔ اس کا فرش صاف شفاف ہے۔ اس کے درمیان شترمرغ کا پر بنا ہے اور ایسے ریشمی پارچے اندر سے لے کر حمام تک بچھے ہوئے ہیں تاکہ حمام تک جاتے ہوئے یزید کا قدم زمین پر نہ پڑے۔

وہاں باغیچہ میں ذرا دیر انتظار کرنا تاکہ سورج طلوع ہو جائے۔ اس وقت ایک خوبرو غلام وہاں پر آئے گا جس کی قبا سرخ رنگ کی ہوگی، سر پر عمامہ اور پاؤں میں سیاہ چمڑے کا جوتا ہوگا۔ اس کے ہاتھ میں چاندی کا ایک آتشدان ہوگا جس میں عطر و مشک و عنبر ہوں گے۔ تاکہ جونہی یزید اپنے محل سے نکل کر حمام کی طرف آئے اسے خوشبوؤں سے معطر کرے۔ اس کے بعد ایک اور غلام جس کا لباس پہلے غلام جیسا ہوگا سامنے آئے گا۔ اس کے ہاتھ میں مشک و عنبر سے زیادہ خوشبودار ٹھنڈے پانی کا ایک کوزہ ہوگا۔ جونہی یزید حمام سے نکلے گا وہ اس پر یہ پانی چھڑکے گا۔

ایک عاشق حسین علیہ السلام اور محبّ اہل بیتؑ مصاحب یزید

اس کے بعد وہاں پر ایک قیمتی لباس پہنے چاند سے چہرے والا خوبصورت غلام آئے گا جس کے دوش پر سیاہ ریشمی قبا اور سر پر سیاہ عمامہ ہوگا اور سیاہ پاجامہ پہنے ہوگا جو اس کے پاؤں تک لمبا ہوگا۔ جب وہ تجھے دیکھے گا تو تیری طرف بازو

پھیلا کر آئے گا اور تجھ سے تیری حاجت پوچھے گا۔تم اس سے اپنی حاجت بیان کر دینا کیونکہ وہ امام حسین علیہ السلام کا محبّ ہے اور جس روز سے امامؑ قتل ہوئے ہیں اس نے سیاہ لباس پہن رکھا ہے۔یہ وہی شخص ہے جس نے سر امام حسین علیہ السلام کو سو ہزار دینار کے عوض حاصل کیا اور کربلا لے کر گیا۔وہ قائم اللیل اور صائم النہار ہے اور نان جو سے روزہ افطار کرتا ہے۔یہ شخص مسیحیوں کی زنار بناتا ہے اور ایک زنار پانچ سو دینار میں فروخت کرتا ہے۔اپنا خرچ رکھ کر بقیہ رقم شیعہ فقراء میں تقسیم کر دیتا ہے۔وہ یزید کے مال سے نہ کھاتا ہے اور نہ پہنتا ہے۔وہ یزید کا زر خرید غلام بھی نہیں ہے بلکہ محض یزید کی خدمت کرتا ہے اس واسطے یزید اس کا بہت دلدادہ ہے۔یزید کو یہ گوارا نہیں کہ وہ اس سے جدا ہو یا اس سے ناراض ہو۔یزید کے تمام خاص و عام اس شخص کے مطیع ہیں کیونکہ وہ یزید کو بہت عزیز ہے۔ اس کے ہاتھ میں ریشمی رومال اور ریشمی تولیہ دیکھے تو اس کے پاس چلے جانا اور اپنا خط دے کر کہنا کہ میں امام حسین علیہ السلام کا شیعہ ہوں اور جلد اپنا مقصد اسے بیان کر دینا تاکہ جو تو چاہتا ہے وہ اسے پورا کر دے۔ کیونکہ سب لوگ اس کے مطیع ہیں۔سوائے اس کے باقی تمام لوگ یزید کے خدمت گار ہیں۔یزید سوائے اس کے کسی اور سے بات نہیں کرتا اور نہ ہی اس سے جدا ہونا پسند کرتا ہے۔وہ شخص امام حسین علیہ السلام کو یاد کر کے بہت روتا ہے۔اس کو خط دے کر تم اس کے حکم پر چلنا"۔

یہ تمام باتیں سن کر عمیر نے امام مسجد کو کہا۔"خدا تجھے جزائے خیر دے"۔
اس کے بعد امام مسجد وہاں سے چلا گیا۔

قصر یزید میں عمیر کا داخلہ

اگلے روز عمیر نے نماز صبح ادا کی اور اپنے صندوق سے ریشمی لباس اور بڑا کوفی عمامہ نکال کر زیب تن کیا، پاؤں میں سیاہ جوتا پہنا اور خوشبو لگا کر نکلا۔وہ خط اور بال لباس کے نیچے زیر بغل چھپا لئے۔جس طرح امام مسجد نے بتایا تھا یزید کے محل میں داخل ہو گیا تمام دہلیزیں عبور کر کے جب ساتویں دہلیز پر پہنچا تو ذرا متفکر ہوا۔لیکن امام مسجد کی نصیحت یاد آئی اور وہاں سے بے اعتنائی سے آگے گزر گیا

۔یہاں تک کہ آخری مقام پر جا کر دم لیا۔

عمیر کی یزید کے خوبرو مصاحب سے ملاقات

عمیر کہتا ہے۔"میں نے اس سے پہلے کبھی ایسا شاندار محل نہ دیکھا تھا۔ میں اس محل کی ساخت اور یزید لعین کے شان وشکوہ کے متعلق سوچ ہی رہا تھا کہ دو غلام جن کے ہاتھوں میں آتشدان تھے ایک طرف سے نکلے۔وہ دونوں حمام کی طرف جا رہے تھے۔یزید کا معمول تھا کہ صبح کو پہلے حمام میں جایا کرتا تھا۔تھوڑے وقفے کے بعد ایک نہایت خوبصورت غلام، سیاہ ریشمی قبا، سیاہ عمامہ، سیاہ جوتا پہنے اور ریشمی رومال ہاتھ میں تھامے جاتا ہوا نظر آیا۔ جونہی اس شخص نے مجھے دیکھا تیزی سے میری جانب بڑھا اور کہا۔"**لااله الاالله محمد رسول الله**" اے عمیر! تم کہاں تھے؟ گزشتہ آٹھ روز سے تمہیں کس چیز نے یہاں آنے سے روکا ہوا تھا۔خدا کی قسم! میں دن رات تمہارے انتظار میں پریشان تھا"۔میں نے عرض کی۔"اے میرے آقا میرا نام عمیر آپ کو کس نے بتلایا اور یہ پتہ کس نے دیا کہ میں آٹھ روز سے دمشق شہر میں آیا ہوا ہوں؟ کیونکہ اس سے پہلے نہ میں آپ کو جانتا ہوں اور نہ ہی آپ مجھے جانتے ہیں"۔وہ شخص بولا۔"اے عمیر! میں نے آٹھ روز قبل امام حسین علیہ السلام کو خواب میں دیکھا۔انہوں نے تیرے متعلق مجھے اطلاع دی اور فرمایا کہ اس شخص کا جو کام وہ بتائے تم نے کرنا ہے۔میں نے عرض کی ۔مولا وہ شخص کہاں ہے تا کہ میں اس کے پاس خود جاؤں۔مولا نے کہا۔نہیں وہ خود تمہارے پاس پہنچ جائے گا۔اس کی حاجت روائی کر کے میری طرف سے کہنا کہ میرے جد تمہیں قیامت میں اس کا جزا دیں گے۔قیامت میں تم دونوں کی شفاعت کریں گے اور میں تم دونوں کے پیش پیش ہوں گے۔تم دونوں نعمتوں سے پر بہشت میں پہنچو گے اور ہمارے دوسرے شیعوں کے ہمراہ ہو گے۔میں تم دونوں کو خداوند تعالیٰ کے سامنے لے جا کر یہ عرض کروں گا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے میری نصرت کی اور میرے لیے جہاد کیا"۔اس کے بعد وہ شخص بہت رویا۔میں نے وہ خط اور پوٹلی اس کے حوالے کر دی اور تمام قصہ سنا دیا۔

اسی ثناء میں ایک جانب سے کچھ خدمت گار نکلے جن کی تعداد تقریباً چھ سو ہو گی۔ ان میں کچھ نو عمر اور کچھ بوڑھے تھے انہوں نے ریشمی قبائیں۔ اور طلائی کمر بند باندھے ہوئے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں چمکدار دستوں والے گرز تھے۔ ان کے پیچھے یزید آتا ہوا نظر آیا۔ اس نے ریشم و دیبا کا لباس پہنا ہوا تھا اور سینے کے بٹن کھلے ہوئے تھے۔ سر پر ایک کپڑا ڈالا ہوا تھا جس کے چاروں طرف سنہری پھول کڑھے ہوئے تھے۔ طلائی جوتے جن کے تسمے موتیوں اور چاندی کے تھے جن پر طلائی ملمع چڑھا ہوا تھا۔ یزید ایک بید کی چھڑی کے سہارے چل رہا تھا جس پر " **لاالہ الا اللہ** " **لکھا ہوا تھا۔ جونہی میں نے یزید کو اس طرح آتے ہوئے دیکھا مجھے مولا حسین علیہ یاد آ گئے اور بے اختیار میری آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔**

اس کے بعد یزید کا وہ مصاحب خط اور بالوں کی پوٹلی لے کر یزید کے پاس اس کے حمام میں داخل ہونے سے پہلے ہی پہنچ گیا اور یزید سے کہا۔ "اے **خلیفہ وقت! میرا آپ پر کچھ حق ہے۔** آپ نے اپنے باپ کی قسم کھا کر یہ کہا ہے کہ آپ ہر روز میری ایک حاجت پوری کریں گے۔ جس روز سے حسین علیہ السلام شہید ہوئے ہیں کیا میں نے آپ سے کوئی حاجت طلب کی ہے؟"۔ یزید بولا۔ "نہیں۔ لیکن کیا اس وقت کوئی حاجت ہے؟"۔ وہ بولا۔ "یہ خط پڑھ کر اس کا جواب ابھی اور اسی وقت مجھے لکھ دے"۔ یہ کہہ کر خط یزید کو دے دیا۔ یزید خط کو پڑھ کر معاملہ کو سمجھ گیا اور کہنے لگا۔ "جس شخص نے تجھے یہ خط دیا ہے وہ خود کہاں ہے؟" اس نے کہا۔ "وہ یہیں پر ہے"۔ یزید نے حکم دیا۔ "اسے میرے پاس لاؤ"

عمیر بیان کرتا ہے کہ مجھے یزید کے سامنے لے جایا گیا۔ وہ بہت بھیانک شکل والا تھا۔ اس کی آنکھیں بندر کی طرح سیاہی مائل۔ ہونٹوں کے ایک طرف اونٹ کے پاؤں جیسا ایک نشان تھا۔ اس کے ہونٹ بہت بھدے اور موٹے تھے۔ اس کی شکل وصورت میں ذرا بھی بادشاہوں والا رنگ و روپ نہ تھا بلکہ غلاموں سے بھی بدتر لگتا تھا۔ یزید مجھ سے کہنے لگا۔ "یہ خط عبداللہ بن عمر کا ہے

جس میں مختار کی رہائی کے لیے کہا گیا ہے کہ میں عبداللہ بن یزید لعین بولا۔ ''بلاشبہ تم شیعان حسین بن علیؑ میں سے ایک ہو''۔ عمیر نے کہا۔ ''مجھے عبداللہ بن عمر نے اجرت دے کر اس سفر پر بھیجا ہے کہ یہ خط اور پوٹلی آپ کو جا کر دوں''۔ عمیر کہتا ہے کہ اس وقت میں نے وہ پوٹلی کھول کر یزید کے سامنے رکھ دی۔ جب یزید کی نظر اس پر پڑی تو اس کا رنگ زرد پڑ گیا اور وہ اظہار افسوس کرنے لگا۔ یزید کے اس مصاحب نے کہا۔ ''اے خلیفہ وقت! آپ اسے بات کو اہمیت نہ دیں کہ یہ شخص شیعان حسین علیہ السلام سے ہے یا نہیں۔ بلکہ اس خط کا جواب لکھ دیں''۔

عمیر کہتا ہے کہ یزید نے اسی وقت قلم ودوات طلب کی اور عبیداللہ بن زیاد کے نام حکم لکھا۔ ''مختار کو فوراً رہا کر کے اس کے بہنوئی عبداللہ بن عمر کے پاس بھجوا دے۔ مختارؒ کے ساتھ نہایت عزت واحترام سے پیش آنا اور اسے کچھ رقم بھی ساتھ دینا۔ نیز اس نامہ بر کے ساتھ بھی عزت واحترام کا سلوک کرنا اور اسے کوئی تکلیف نہ دینا''۔ اس کے بعد اپنے مصاحب خاص کو کہنے لگا۔ ''خدا کی قسم! تم دولاکھ دینار مجھ سے مانگ لیتے لیکن مختارؒ کی رہائی کا مطالبہ نہ کرتے۔ بہر حال میں نے یہ کام کر کے دو اہم امور انجام دیئے ہیں۔ ایک تو عبداللہ بن عمر کا حق ادا کیا ہے اور دوسرے تیری حاجت براری کی ہے''۔ عمیر بن عامر بیان کرتا ہے کہ اس کے بعد یزید نے مجھے ایک خلعت، پانچ سو دینار اور ایک سواری دینے کو کہا۔ میں نے دیکھا کہ اس کے حکم دیتے ہی سب اشیاء وہاں موجود کر دی گئیں۔ میں اس کے رعب ودبدبہ سے بڑا متاثر ہوا۔

عمیر کی کوفہ واپسی

عمیر بیان کرتا ہے کہ یزید کے محل سے میں وہ خط لے کر بہت خوش خوش نکلا اور وہیں سے اس اونٹ پر جو یزید نے مجھے دیا تھا سوار ہو کر دمشق سے کوفہ کی جانب روانہ ہو گیا اور چند دنوں میں کوفہ کے دارالامارہ پر پہنچ گیا جہاں پر ابن زیاد لعین موجود تھا۔

اپنے چہرے کے نقاب کو درست کیا تا کہ کوئی مجھے پہچان نہ سکے۔ اس کی

بعد ابن زیاد کے پاس جانے کی اجازت طلب کی ۔ابن زیاد نے پوچھا۔ ''کون ہے؟'' بتایا گیا۔ ''یزید کا ایک قاصد ہے''۔عمیر کہتا ہے کہ میں نے ایسے نقاب ڈالا تھا کہ سوائے میری آنکھوں کے کوئی چیز نظر نہ آئی تھی تا کہ کوفہ کے لوگ شناخت نہ کر سکیں ۔ابن زیاد کے سامنے جا کر وہ خط دیا۔اس ملعون نے مجھے دیکھ کر پہچان لیا اور غضبناک ہو کر مسکرایا اور کہا۔ ''اے عمیر! وائے ہو تم پر تو نے اپنا کام کر دیا''۔ میں نے کہا۔ ''ہاں، میرا کام تو ہو گیا اے امیر! اب تو اپنا کام کر دے''۔اس لعین کا یہ معمول تھا کہ جب یزید کا کوئی خط آتا تھا تو وہ اُسے کھڑا ہو کر پڑھتا تھا۔چنانچہ خط لے کر اسے سر پر رکھا اور اس کے بعد کھول کر پڑھنے لگا۔جب خط کا مطلب سمجھ گیا تو کہنے لگا۔ ''میں خلیفہ کا حکم بسر و چشم بجالاؤں گا''۔

مختارؒ کی رہائی

ابن زیاد نے اس کے بعد حکم دیا کہ مختار کو عزت و احترام کے ساتھ میرے پاس لایا جائے ۔چنانچہ تھوڑی ہی دیر میں مختارؒ کو اس کے سامنے لا کھڑا کیا۔ جونہی مختارؒ آیا ابن زیاد احتراماً کھڑا ہو گیا۔اس کے بعد حکم دیا کہ مختار کے زخموں کے علاج کے لئے طبیب لایا جائے ۔اس کو حمام میں لے جائیں اور بال ترشوائیں۔ اس کے بعد ایک بیش قیمت خلعت ،ایک اونٹ سواری کے لیے ایک اونٹ سامان خوراک اور ایک اونٹ پانی اٹھانے کے لیے دینے کو کہا۔ایک ہزار دینار مزید مختارؒ کو دیئے۔اس کے لیے اونٹ پر قیمتی ریشمی پالان ڈالا اور کہا۔ ''اب جاؤ تا کہ مدینہ بخیریت پہنچ سکو''۔

ابن زیاد نے مختارؒ سے بہت عذر خواہی کی اور نہایت مہربانی سے وداع کیا اور اپنا ایک خط بھی عبداللہ بن عمر کے لیے دیا۔عمیر بیان کرتا ہے کہ میں اور مختار عبیداللہ بن زیاد کے محل سے نکل کر اپنے گھر آ گئے ۔میں نے مختارؒ کو کھانا پیش کیا اور کہا۔ ''اے میرے آقا! خداوند تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے آپ کو رہائی دی''۔

مختار بولا ''خدا کی قسم! میں اس وقت تک کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک اتنے بنی امیہ کے لوگوں کو نہ قتل کر لوں کہ ان کا لاشوں پر چلوں اور ان سروں پر

پاؤں رکھوں اوران کی لاشوں کا فرش بچھا کر میں اور میرے ساتھی ان پر بیٹھیں''۔
اس کے بعد مختارؒ کو اونٹ پر سوار کرایا۔روانگی کے وقت مختارؒ نے کہا۔
''اے شخص! خداوند کریم تیرے اس کام کی قدردانی فرمائے اور تجھے جزائے خیر عطا کرے''۔عمیر نے کہا۔''خدا کی قسم! میں اب تجھ سے الگ نہیں رہوں گا''۔
مختارؒ نے کہا۔''بسر وچشم''۔چنانچہ میں بھی ایک اونٹ پر سوار ہوکر اس کے ساتھ ہی مدینہ روانہ ہوگیا۔

مختارؒ کی مدینہ میں آمد

عمیر بیان کرتا ہے کہ سفر طے کرتے ہوئے ہم مدینہ پہنچے۔جس روز عبداللہ کے گھر پر پہنچے عبداللہ بن عمر کے لیے گوشت کو عمدہ سالن تیار تھا اور ایک بڑے برتن میں ڈال کر اس کے سامنے رکھا ہوا تھا۔عبداللہ نے اپنی زوجہ سے جو اسے بہت عزیز تھی کہا کہ آؤ میرے ساتھ کھانا کھاؤ۔زوجہ نے کہا۔''اے پسر عمر! یہ کھانا میرے سامنے سے ہٹا دو۔خدا کی قسم! کسی قسم کا گوشت میرے گوشت سے اس وقت تک مخلوط نہ ہوگا جب تک اپنے بھائی مختارؒ کی خیریت نہ پالوں گی۔بلکہ اسے اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لوں گی''۔
عمیر کہتا ہے کہ عین اس وقت جب عبداللہ بن عمر کے گھر میں یہ گفتگو ہورہی تھی ہم نے دق الباب کیا۔عبداللہ نے دروازہ کھولا۔مختارؒ کو دیکھ کر اس کی گردن میں باہیں ڈال دیں۔سلام کیا اور ایک دوسرے سے چمٹ کر رونے لگے۔

مختار کی آمد کی خوشی میں اس کی ہمشیرہ کی وفات

مختارؒ گھر میں داخل ہوا۔بھائی کو دیکھ کر بہن نے اٹھ کر سینے سے لگالیا۔اس کے بعد دونوں بہن بھائی غشی کی حالت میں زمین پر گر گئے۔مختارؒ تھوڑی دیر کے بعد ہوش میں آ گئے لیکن ہمشیرہ پر اسی طرح بیہوش طاری رہی۔جب اسے ہلایا گیا تو دیکھا کہ اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کرچکی ہے۔چنانچہ اس کی تجہیز وتکفین کا انتظام کیا گیا اور بعد نماز اسے دفن کر دیا گیا۔

اس سانحہ کی وجہ سے عبداللہ کئی روز بہت غمگین رہے اور یہی حالت مختارؒ کی تھی۔ مختارؒ نے بہن کی وفات کے چند روز بعد تک مدینہ میں قیام رکھا۔

مرگ یزید

ادھر دمشق میں ایک روز یزید اپنے مصاحبوں اور ایک ہزار سواروں کے ہمراہ شکار کے لیے نکلا۔ چلتے چلتے دمشق سے دو روز کی مسافت کے برابر فاصلہ ہو گیا۔ دور ایک ہرن نظر آیا۔ یزید نے ساتھیوں سے کہا۔ تم میں سے کوئی میرے پیچھے نہ آئے۔

ہرن دور پہنچ کر آگے بھاگتا گیا اور یزید اس کے پیچھے گھوڑا دوڑاتا رہا۔ یہاں تک کہ ایک خوفناک جنگل میں پہنچ گیا۔ یزید اس جنگل کے بیچ میں جا گھسا تا کہ اس ہرن کو پکڑے۔ لیکن ہرن کہیں نظر نہ آیا۔ ادھر پیاس کی شدت سے اس کا برا حال تھا اور پانی کہیں نظر نہ آتا تھا۔ اچانک ایک شخص جس کے پاس پانی کا ایک بھرا ہوا ظرف تھا نظر آیا۔ یزید نے کہا "اے شخص مجھے تھوڑا پانی دے"۔ جب اس نے پانی دیا تو یزید نے کہا۔ "اگر تو مجھے پہچان لیتا تو بہت احترام سے پیش آتا"۔ اس شخص نے پوچھا۔ "تو کون ہے؟" یزید نے کہا۔ "میں امیرالمومنین یزید بن معاویہ ہوں"۔ وہ شخص بولا۔ "اے دشمن خدا! خدا کی قسم، تم تو حسین بن علی علیہ السلام کے قاتل ہو"۔

یہ کہہ کر وہ شخص یزید لعین پر تلوار لے کر جھپٹا تا کہ اسے پکڑے اور قتل کرے۔ یزید کا گھوڑا بدک کر بھاگا اور یزید کو نیچے گرا دیا۔ لیکن یزید کا ایک پاؤں رکاب میں پھنس گیا۔ گھوڑا جوں جوں یزید کو ساتھ لٹکا ہوا دیکھتا اور تیز بھاگتا تھا۔ یہاں تک کہ یزید کا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور وہ واصل جہنم ہوا (خدا کی اس پر لعنت ہو)

یزید کے دس غلام ایسے تھے جو ہر وقت اس کے ساتھ رہتے تھے۔ یہ غلام اس کے کنبہ، اولاد اور مال کے محافظ شمار ہوتے تھے۔ کافی انتظار کے بعد یہ لوگ یزید کے پیچھے گئے۔ تا کہ یزید کا سراغ لگائیں۔ تلاش کرنے پر یزید کا گھوڑا انہیں ملا جس کی رکاب میں یزید کی ٹانگ لٹک رہی تھی۔ یہ دیکھ کر سارے ہمراہی رونے

لگے اور دمشق واپس چلے گئے۔

دمشق میں افراتفری کا عالم

یزید کے ہمراہی پریشانی کے عالم میں دمشق پہنچے اور یزید کے لیے صف ماتم بچھادی۔ یزید کی موت کی خبر سن کر سارا شہر مختلف گروہوں میں بٹ گیا۔ کچھ لوگ اس کی ہلاکت پر خوش نظر آتے تھے اور کچھ غمگین تھے۔ خدا ان پر لعنت کرے یہی وہ لوگ تھے جو امام حسین علیہ السلام کی شہادت پر خوش ہوئے تھے۔ یہ نہیں چاہتے تھے کہ کوئی یزید کے مال واولاد کو نقصان پہنچائے۔ لیکن کچھ لوگ یزید کے محل پر ہلہ بول کر اس کے دوستوں اور بیٹوں کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔

کوفہ کے اسیروں کی رہائی

یزید کی طرف سے ابن زیاد کوفہ اور بصرہ کا حاکم تھا۔ اور اس کے حکم کے مطابق وہ چھ ماہ کوفہ میں اور چھ ماہ بصرہ میں گزارتا تھا۔ چنانچہ یزید کی ہلاکت کے وقت ابن زیاد بصرہ میں موجود تھا۔ ساڑھے چار ہزار کے قریب امیر المومنینؑ کے ہمراہ جہاد میں شرکت کی تھی معاویہ کے زمانے سے کوفہ میں قید کئے ہوئے تھے اور باوجود کوشش انہیں امام حسین علیہ السلام کی کربلا میں جا کر نصرت کرنے کا موقع نہ مل سکا تھا۔ یہ اسیران زنجیروں میں بندھے ہوئے تھے۔ انہیں ایک روز کھانا ملتا تھا اور ایک روز بھوکا رکھا جاتا تھا۔ جونہی مومنین کوفہ نے یزید کی ہلاکت کی خبر سنی۔ ابن زیاد کے محل پر حملہ کر کے اس کا مال واسباب تلف کر دیا۔ اس کے غلاموں کو قتل کر دیا اور قید خانے کے دروازے توڑ کر اسیران امیر المومنینؑ کو وہاں سے نکلوا دیا۔ ان اسیروں میں سلیمان بن صرد خزاعی، ابراہیم بن مالک اشتر، ابن صفوان، یحییٰ بن عوف، صعصعہ العبدی اور دوسرے بزرگ لوگ شامل تھے۔ قید سے اسیران نے نکل کر ابن زیاد کا مال واسباب تباہ برباد کر دیا اور اس کے بعد اس کے خاندان کے موجود افراد کو وہاں سے نکال باہر کیا۔

ابن زیاد کا شام کی طرف فرار

جونہی ابن زیاد کو مرگ یزید کی خبر ملی فوراً اٹھا اور منبر پر گیا۔ باقی لوگوں کو اس وقت تک یزید کی ہلاکت کی خبر نہ تھی۔ لوگ ہر طرف سے آ کر ابن زیاد کی بات سننے کو جمع ہو گئے۔ ابن زیاد منبر کے اوپر کھڑا ہو گیا اور بلند آواز سے کہنے لگا۔ ''اے اہل بصرہ اور اہل عرب! میں چند ضروری امور اور مشوروں کے لیے شام امیر المومنینؒ کے پاس جا رہا ہوں۔ جو لوگ یہاں پر موجود ہیں وہ ان لوگوں کو جو یہاں نہیں آ سکے بتا دیں کہ دُعا کریں کہ خدا کسی موزوں شخص کو خلافت کا منصب دے کیونکہ یزید بن معاویہ مر چکا ہے۔ حاضرین دوسرے لوگوں کو بتائیں کہ میں یہاں اپنا نمائندہ چھوڑے جا رہا ہوں۔ اس کا حکم سنیں اور اس کی اطاعت کریں۔ میں شام جا رہا ہوں۔ میرے خط تم لوگوں کو آتے رہیں گے۔ میں ابھی ابھی روانہ ہوا چاہتا ہوں۔

لوگوں نے کہا ہم آپ کے حکم پر چلیں گے۔ ابن زیاد نے اپنے نمائندہ کا تعارف کرایا اور کچھ لوگوں کو بخشش (انعام) اور خلعت وغیرہ دے کر اپنے سفر پر روانہ ہو گیا۔ اس سفر پر اس کے ساتھ ایک دستہ مضبوط محافظوں کا تھا۔ کیونکہ اسے کوفہ والوں کی خبر مل گئی تھی کہ انہوں نے شیعان علیؑ کو زندان سے آزاد کرا لیا ہے جو راستے میں اسے پکڑ کر ہلاک کر سکتے تھے۔

کوفہ میں ابن زیاد کے فرار کی خبریں

ادھر ابن زیاد بصرہ سے کوفہ روانہ ہوا ادھر یہ خبر کسی نہ کسی طرح کوفہ پہنچ گئی۔ ابن زیاد نے کچھ ہی فاصلہ طے کیا تھا کہ عمر بن جارود اسے ملا اور کہا۔ ''مجھے سچ بتا تو بصرہ سے کیوں نکلا ہے؟'' ابن زیاد نے کہا۔ ''مجھے بتایا گیا ہے کہ خلیفہ ہلاک ہو گیا ہے اور یہ خبر کوفہ والوں کو مل گئی ہے۔ انہوں نے میرا گھر لوٹ لیا ہے اسیروں کو آزاد کرا لیا۔ مجھے خطرہ ہے کہ انہیں میری بصرہ سے روانگی کا علم ہو گیا تو مجھے پکڑ کر مجھ سے انتقام لیں گے کیونکہ وہ سب شیعان علیؑ ہیں اور میری اسیری میں تھے۔

اپنے بچاؤ کے لیے ابن زیاد کا مکر

ابن جارود نے کہا۔ اگر معاملہ یوں ہے تو مجھے تیری مدد کرنی چاہئے۔ ابن زیاد بولا۔ ''میری مدد کیسے کرو گے؟''۔ ابن جارود نے کہا۔ ''تم کو ایک اونٹ کے شکم سے باندھ کر ایک خالی مشک تمہارے منہ پر چڑھا دیں گے اور اس اونٹ کو تمام اونٹوں کے درمیان رکھیں گے۔ اگر ایسا نہ کرو گے تو بلاشبہ تم ہلاک ہو جاؤ گے۔ کیونکہ وہ لوگ تم کو تلاش کرتے ہوئے تم تک ضرور پہنچ جائیں گے۔ خدا کی قسم اگر وہ لوگ تجھے دیکھ لیں گے تو ایک لمحہ تجھے زندہ نہ چھوڑیں گے''۔ ابن زیاد بولا۔ ''جو تو بہتر خیال کرتا ہے کر''۔ چنانچہ ابن جارود نے اسے ایک اونٹ کے شکم سے باندھ دیا تا کہ ان لوگوں کے ہاتھ سے بچ جائے۔

ابن زیاد کے تعاقب میں لشکر کوفہ

اس دوران سلیمان بن صرد خزاعی چار ہزار پانچ سو جوانوں کیساتھ کوفہ سے نکلے اور عمر بن جارود اور اس کے ساتھیوں کا محاصرہ کر لیا۔ سلیمان کے ساتھیوں کا نعرہ تھا۔ ''**یا ثارات الحسین ؑ!**'' عمر بن جارود ان سے کہنے لگا۔ ''اے لوگو۔ ذرا تحمل سے کام لو۔ خداوند کریم ان لوگوں کو بخشے جنہوں نے نے خون حسین علیہ السلام کا انتقام لینے کے لیے قیام کیا ہے۔ سلیمان بن صرد اور ان کے ساتھیوں نے کہا۔ ''ہمیں خبر ملی ہے کہ ابن زیاد تمہارے ہمراہ ہے اور تم اسے شام لے جا رہے ہو''۔ عمر بولا۔ ''اے لوگ! خدا سے پناہ مانگو۔ بھلا ہمیں اس ظالم سے کیا واسطہ۔ ہم اس خشک صحرا میں تم سے کوئی لڑائی جھگڑا کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ آؤ ہماری تلاشی لے لو''۔ سلیمان کے ہمراہیوں نے جارود والوں کی اچھی طرح جانچ پڑتال کی لیکن کچھ نہ مل سکا لہٰذا جارود اور اس کے ساتھیوں کو اپنا سفر جاری رکھنے کی اجازت دے دی گئی۔

سلیمان نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ ''تم لوگ اب کدھر جاتے ہو۔ جس شخص نے مجھے یہ بتایا ہے کہ ابن زیاد بصرہ سے شام کے لیے روانہ ہوا ہے وہ بڑا سچا آدمی ہے کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ اب چلو ان کے راستے میں چھپ کر بیٹھتے ہیں۔ جونہی وہ لعین نظر آیا رسول اللہؐ کے حق کی خاطر اس لعین سے خون حسینؑ کا انتقام

لیں گے اور بنی امیہ کا جس قدر ساز و سامان اس کے ہمراہ ہوا اسے ضبط کر لیں گے۔ حتیٰ کہ اگر ایک نفر بھی ایسا ہاتھ آ گیا کہ جس نے بنی امیہ کے لوگوں کے گھوڑے پر زین بھی رکھی ہوگی یا ان کے گھوڑے کی لگام تک تھامی ہوگی یا قتل حسینؑ پر راضی ہوگا اسے ہم زندہ نہیں چھوڑیں گے"۔ سب ساتھیوں نے کہا۔ "ہم سب آپ کے ہر طرح سے فرمانبردار اور مطیع ہیں"۔

ادھر عمر ابن جارود ابن زیاد لعین کو ایک سنسان جگہ پر لے گیا۔ جونہی یہ اطمینان ہو گیا کہ سلیمان اور اس کے ساتھی دور چلے گئے ہیں۔ اب زیاد کو اونٹ کے شکم سے کھول کر ہودج پر بٹھا دیا۔ ابن زیاد لعین نے ابن جارود کو اس کے اس کام سے خوش ہو کر دس ہزار دینار انعام دیا اور یہ لوگ بیس دن کے مسافت کے بعد دمشق پہنچ گئے۔

تخت یزید کے لیے مروان کا چناؤ

جونہی جارود اور ابن زیاد دمشق پہنچے دیکھا کہ اکثر لوگ عبداللہ بن عمر کی بیعت کرنے کے لیے تیار ہیں۔ عبیداللہ بن زیاد مروان کے پاس آیا اور کہا۔ "اگر تم میں ذرا سی بھی غیرت ہے تو عبداللہ بن عمر کی بیعت نہ کرنا"۔ مروان بولا۔ "میرا بھی یہی خیال ہے"۔ ابن زیاد نے کہا۔ "قوم کو اکٹھا کر اور اپنے چچا زاد یزید کے خزانے ان پر کھول دے اور اس کے علاوہ فوج کو بھی درہم و دینار دے کر اپنے ساتھ کر لے اور پھر سب لوگوں سے اپنی بیعت لے تا کہ تو یزید کی جگہ خلیفہ بن جائے۔ میں پچاس اونٹ سونے چاندی اور قیمتی اشیاء کے بھرے ہوئے تیرے لیے لایا ہوں یہ مال قوم کے سرداروں اور فوج میں تقسیم کر اور اپنی بیعت کی انہیں دعوت دے۔ جونہی اہل شام تیری بیعت کر لیں ایک لشکر تیار کر کے عراق کا رخ کر کہ کوفہ اور بصرہ والوں کی بیعت تیرے لیے کافی ہوگی۔ وہاں پر تیرے نام کا خطبہ پڑھا جائے گا۔ اور پھر خراسان و اصفہان۔ مکہ و مدینہ والوں اور دوسرے شہروں کو لکھ بھیجنا کہ وہ تیری بیعت کریں۔

اس طرح سے تم پورے ممالک کے لیے خلیفہ بن جاؤ گے۔ مروان نے

یہ سن کر ابن زیاد سے کہا۔ ''اس معاملہ کو جیسے مناسب ہو ویسے حل کر۔ تو سب سے زیادہ سمجھ دار ہے''۔ چنانچہ ابن زیاد نے اپنے اونٹوں کے خزانے کھول کر مروان کے سامنے ڈال دیئے اور یزید کے خاص لشکریوں کو جتنے وظیفے یزید دیتا تھا سب کو دیئے اور ان سے حلف لیا اور ان کی بیویوں کو طلاق کی قسمیں دلوائیں کہ وہ اب مروان بن الحکم کی بیعت نہیں توڑیں گے۔ چنانچہ ان سب نے اقرار کرلیا۔ اس کے بعد ابن زیاد مروان کے گھر سے یزید کے محل پہنچا۔

ابن زیاد کا عراق پر حملہ

مُروان بن الحکم نے ابن زیاد کے لیے تین لاکھ سوار پیادہ فوج شام و عراق کے مردوں سے تیار کی اور خراسان، اصفہان اور دوسری شہروں کو اطلاع بھجوادی کہ مروان بن حکم خلیفہ مسلمین تین لاکھ فوج ابن زیاد کو دے کر عراق بھیج رہا ہے تاکہ اس کی خلافت کی کوئی شخص مخالفت کرے تو اسے قتل کردیا جائے۔ چنانچہ یہ بڑا لشکر دمشق سے عراق کی طرف روانہ ہوگیا۔

لشکر نے دو روز کی مسافت طے کرنے کے بعد ایک آبادی میں جاکر پڑاؤ کیا۔ ابن زیاد ملعون کا معمول تھا کہ جب کہیں پڑاؤ کرتا تھا تو وہاں پر پہلے سے اپنے کارندوں کو بھیج کر جگہ کا انتخاب، خوارک، چارہ وغیرہ کا انتظام کراتا تھا۔ پڑاؤ کرنے کے بعد اپنے ایک خاص مصاحب کو ایک لاکھ فوج دے کر آگے روانہ ہونے کو کہا اور یہ بھی کہا' کہ مجھے خبر ملی ہے کہ چار ہزار پانچ سو توابین حسینؑ کے خون کے انتقام میں مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں۔ اگر تجھ کو وہ لوگ مل جائیں تو ان میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑنا۔ میں بھی تمہارے پیچھے آرہا ہوں۔ چنانچہ وہ شخص ایک لاکھ کے لشکر کے ساتھ روانہ ہوگیا۔ ادھر سلیمان بن صرد خزاعی اپنے ساڑھے چار ہزار ہمراہیوں کے ساتھ ابن زیاد کے لشکر کے منتظر تھے۔ انہیں جو کوئی بھی بنی امیہ میں سے امام حسین علیہ السلام کے قتل میں شریک ملتا تھا اسے قتل کردیتے تھے۔

جناب سلیمانؒ اور ابن زیاد کی جنگ

جونہی یہ ایک لاکھ سواروں کا لشکر سلیمان اور ان کے ساتھیوں نے دیکھا "لاالہ الا اللہ واللہ اکبر" کا نعرہ بلند کیا۔ سلیمان نے اپنے لشکریوں سے کہا "بھائیو! یہ سامنے ابن زیاد کا لشکر آ رہا ہے۔ ان جھنڈوں پر مروان بن الحکم کا نام لکھا ہوا ہے۔ ابن زیاد نے دمشق پہنچ کر لوگوں سے مروان کی بیعت لی ہے اور خود اس کی مدد کرنے کے لیے یہ لشکر تم سے لڑنے کو بھیجا ہے۔ لہٰذا آپ سب مل کر خدا اور رسولؐ کے دُشمنوں سے جنگ کرنے کو تیار ہو جائیں۔ خدا آپ کی مدد کرے"۔

جونہی ان جانبازوں نے سلیمان کی یہ تقریر سنی اپنے گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔ نیزے اٹھا لیے اور "**یاثارت الحسین علیہ السلام**" کا نعرہ بلند کرتے ہوئے یکبارگی دُشمن پر حملہ کیا۔ ابن زیاد کے لشکر نے بھی مل کر حملہ کیا۔ سخت مقابلہ ہوا۔ سلیمان اور ان کے جانبازوں نے زبردست مقابلہ کیا۔ یہاں تک کہ رات کی سیاہی پھیل گئی۔ اس روز جنگ رک گئی۔ ابن زیاد کے لشکر کی طرف سے یہ صدائیں آتی تھیں۔ "مروان بن الحکم کی بیعت قبول کرلو" اور سلیمان کے ساتھیوں کا نعرہ تھا۔ "**یاثارات الحسینؑ**" ۔ سارے دن کی جنگ کے بعد رات کو زخمی کراہ رہے تھے اور گھوڑے بھی زخم کھا کھا کر خستہ حال ہو گئے تھے۔

دوسرے روز کی جنگ

صبح ہوئی تو سلیمان کے لشکر میں اذان ہوئی۔ سلیمان کی اقتدا میں سب نے نماز صبح ادا کی۔ نماز سے فارغ ہوتے ہی یہ جانباز گھوڑوں پر سوار ہوئے اور نعرہ لگایا۔ "**یا ثارات الحسینؑ**" اور دُشمن پر حملہ کر دیا۔

ابن زیاد کے لشکر کی پہلی شکست

صبح سے شام تک جنگ جاری رہی اور ابن زیاد ملعون کے مزید دس ہزار سپاہی ہلاک ہوئے اور سلیمان کے پندرہ سو ساتھی شہید ہوئے۔ باقی تین ہزار جانبازوں نے ابن زیاد کے لشکر کے کچھ اسلحہ وغیرہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ ابن زیاد کے لشکری پیچھے ابن زیاد کی طرف بھاگ گئے۔ ابن زیاد دو روز کی لڑائی میں ان کی

شکست کا حال سن کر ناراض ہوا اور کہنے لگا۔ ''اے بزدلو! اے احمقو! تم ایک لاکھ ہو کر ساڑھے چار ہزار جوانوں سے شکست کھا گئی۔ اب تم لوگ میرے آگے آگے چلو۔ چنانچہ سارے لشکر میں ابن دولاکھ چالیس ہزار افراد موجود تھے۔ اس طرف سلیمان کے صرف تین ہزار سوار بچے تھے۔ جونہی دونوں لشکروں کا سامنا ہوا سلیمان نے اپنے جانبازوں کو خدا کی راہ میں دوبارہ جنگ کرنے کی تلقین کی۔

ابن زیاد کا دوسرا حملہ

ابن زیاد کے لشکر نے سلیمان اور ان کے جانبازوں پر مل کر بھرپور حملہ کیا۔ تمام دن شدید جنگ جاری رہی۔ یہاں تک کہ رات ہوگئی اور لڑائی رک گئی۔ اس روز سلیمان کے دو ہزار جانباز شہید ہوئے اور ایک ہزار جوان باقی بچے۔ ان ایک ہزار جوانوں نے اپنے سردار سلیمان سے عرض کی۔ ''اے امیر! آپ جانتے ہیں کہ چار ہزار پانچ سو جوانوں میں سے اب صرف ہم ایک ہزار باقی ہیں جبکہ ابن زیاد کا لشکر دو لاکھ سے زائد ہے۔ اگر ہم مزید لڑتے ہیں تو ہم میں سے ایک شخص بھی زندہ نہ بچ سکے گا۔ بہتر ہے کہ پل فرات عبور کر کے کوفہ واپس چلتے ہیں اور وہاں لوگوں کو جنگ کی دعوت دیں گے کہ ہم خون حسین علیہ السلام کا انتقام لینے جارہے ہیں اور کل ہم تازہ دم لوگوں کے ہمراہ ان خدا اور رسولؐ کے دشمنوں سے جنگ کریں گے۔'' سلیمان نے کہا۔ ''اے ساتھیوں! اب آپ لوگ جنگ کرنے سے گھبراتے ہو۔ بہر حال جو مرنا نہ چاہتا ہو اور اسے زندگی عزیز ہو وہ جہاں چاہے چلا جائے۔ میرا مقصد تو محض مولا حسین علیہ السلام کو راضی کرنا اور ان سے جلد ملاقات کرنا ہے''۔ یہ سن کر تمام جانبازوں نے کہا۔ ''ہماری خواہش بھی خدا اور اس کے رسولؐ اور ان کے اہل بیتؑ کی رضامندی حاصل کرنا ہے اور ہم آپ کے حکم کے تابع ہیں''۔

چنانچہ اگلے روز جنگ جاری رکھنے کا قصد کر کے رات کو سو گئے۔ اگلی روز صبح سے شام تک جنگ جاری رہی۔ یہاں تک کہ سات روز تک اسی طرح یہ جانباز دشمن کا مقابلہ بڑی بے جگری سے کرتے رہے۔

آٹھویں روز کی جنگ

آٹھویں روز سلیمان اور ان کے باقی ماندہ چھبیس ساتھی گھوڑوں پر سوار ہوئے۔ زخموں سے بدن چور اور آٹھ روز کی متواتر جنگ کے اثرات ان جوان مردوں کے چہروں سے عیاں تھے۔ ہر ایک جوان کے جسم پر تیروں کے زخموں کے علاوہ سینکڑوں دوسرے زخم تھے۔ فرات پار کر کے یہ اپنے گھوڑوں سے اترے اور زمین پر اس طرح لیٹ گئے کہ نہ بولنے کی طاقت تھی نہ اٹھنے کی سکت۔ ان کے گھوڑے بھی بھوک پیاس اور زخموں سے نیم مردہ حالت کو پہنچ گئے تھے۔ سلیمان اور ان کے یہ چند ساتھی لیٹے ہوئے قرآن کی تلاوت کر رہے تھے اور محمد و آل محمد علیہم السلام پر درود و سلام بھیج رہے تھے۔ اس وقت انہوں نے سلیمان سے عرض کی۔ ''آپ جانتے ہیں کہ اب ہم ابن زیاد سے جنگ کرنے کے قابل نہیں رہے۔ اگر آپ راضی ہوں تو واپس چلیں اور ایک تازہ لشکر جمع کر کے نیا اسلحہ لا کر ان سے جنگ کریں''۔ سلیمان نے کہا۔ ''میں خدا اور رسولؐ کے دُشمنوں کو پیٹھ نہیں دکھا سکتا۔ بلکہ ان کو ہلاک کرنے کے بعد خدا اور رسولؐ سے ملاقات کروں گا۔ تا کہ وہ مجھ سے راضی ہو جائیں''۔ انہوں نے یہ سن کر کوئی جواب نہ دیا اور رات کو سو گئے۔ سلیمان بھی سو گئے۔

سلیمان کو حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی شفاعت کی خوشخبری

اس رات سلیمانؒ نے خواب میں حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا اور حضرت خدیجہؑ کو خواب میں دیکھا کہ ایک کوزہ آب انہوں نے سلیمانؒ کو دیا کہ یہ پانی اپنے زخموں پر لگاؤ اور جلد ہمارے پاس آؤ۔ سلیمان بیان کرتے ہیں کہ جب میں نیند سے بیدار ہو تو میں نے اپنے پاس پانی سے بھرا ہوا ایک کوزہ دیکھا۔ میں نے وہ پانی اپنے زخموں پر چھڑکا۔ فوراً زخم مندمل ہو گئے اور میں پھر سے تندرست ہو گیا۔ میں نے اپنے اتارے ہوئے لباس کو اٹھا کر دیکھا کہ شاید ایک اور کوزہ آب نکل آئے لیکن کچھ نہ مل سکا اس وقت میں نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔ میرے ساتھی

میرے اس نعرے کی آواز پر جاگ اٹھے اور پوچھنے لگے کہ کیا بات ہے؟ میں نے اپنا پورا خواب اور پورا قصہ انہیں کہہ سنایا اور اس کے بعد صبح صادق ہونے تک عبادت خدا میں مصروف رہا۔

سلیمانؓ اوران کے اصحاب کی آخری جنگ اور شہادت

اگلے روز سلیمانؓ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ صبح کی نماز ادا کی اور انہیں کہا کہ فرات پار کر کے ابن زیاد کے لشکر پر حملہ کریں۔ چنانچہ جنگ شروع ہوگئی۔ دُشمن کے سواروں کا غروب آفتاب تک قتل جاری رہا۔ اس کے بعد ابن زیاد کے لشکریوں نے سلیمانؓ اوران کے جانبازوں کا چاروں طرف سے محاصرہ کرلیا اور انہیں اوران کے ساتھیوں کو شہید کردیا (خداوند تعالیٰ ان پر اپنی رحمت فرمائے)

سلیمانؓ اوران کے اصحاب کے سروں کی شام روانگی

ابن زیاد کے حکم پر ان تمام شہداء کے سر کاٹ کر شام مروان بن حکم لعین کے پاس بھجوادیئے اور اسے یہ خبر بھجوادی کہ اسیران کوفہ (شیعان امیرالمومنینؑ) کے سر ہیں۔

کوفہ میں مختارؓ کی آمد

مختارؓ مدینہ سے کوفہ پہنچے اور ابراہیم بن مالک اشترؓ کے گھر قیام کیا۔ مختارؓ نے ہاتھ میں ایک انگوٹھی پہنی ہوئی تھی۔ ابراہیمؓ نے اندازہ لگایا کہ یہ انگوٹھی جناب محمد حنفیہؓ کی ہے۔ مختارؓ نے کہا۔ ''اے ابراہیمؓ! خدا تم پر اپنی رحمت کرے، یہ انگوٹھی مجھے جناب محمد بن حنفیہ نے دی ہے اور تمہارے پاس اس مقصد کے لیے بھیجا ہے کہ کوفہ والوں کو اکٹھا کر کے ان سے جناب محمد بن حنفیہؓ کے لیے بیعت لیں۔ محمد بن حنفیہؓ اب ہاتھوں سے کام کرنے کے لائق نہیں رہے۔ کیونکہ انہوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کی ایک زرہ امام حسین علیہ السلام کو دی تھی۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے جب اسے زیب تن کیا تو وہ ایک گز اور چار بالشت لمبی تھی۔ حضرت محمد بن حنفیہؓ نے فالتو زرہ کا ٹکڑا اپنے ہاتھوں سے الگ کیا جس کی وجہ سے

ان کی انگلیاں زخمی ہیں اوران سے خون رستا رہتا ہے۔ورنہ روز عاشورہ وہ ہرگز امام سے جدانہ ہوتے۔انگلیوں کے زخموں کی وجہ سے ہاتھوں سے تلواریں اور نیزہ نہیں اٹھا سکتے''۔

جب ابراہیمؒ نے مختارؒ کی گفتگوسنی تو کہا۔''اے بھائی! مجھے تیری بات پر یقین ہے اور میں تیرے حکم کی اطاعت کروں گا۔چنانچہ کل ہی اہل کوفہ کو جمع کر کے جیسا کہ آپ نے کہا ہے ان سے بیعت کا مطالبہ کریں گے پھر جوان کا جواب ہوگا وہ آپ خود سن لیں گے۔

اگلے روز ابراہیمؒ نے اہل کوفہ کو بلایا اور کہا۔''اے لوگو! یہ مختار ہیں،مدینہ سے آئے ہیں اور یہ انگشتری جو ان کے ہاتھ میں حضرت محمد بن حنفیہؒ کی ہے جنہوں نے تم لوگوں کو اپنی بیعت کرنے کا حکم دیا ہے۔تم اس بارے میں کیا کہتے ہو؟''۔

مختارؒ کے لیے لوگوں کا باہم مشورہ

جب لوگوں نے یہ سنا تو کہنے لگے۔''اے بابا اسحاق! کیا ہم اس انگشتری پر ہی حضرت محمد بن حنفیہؒ کی بیعت کرلیں؟ پچاس معززین جو ہمارے سردار ہیں ہم حضرت محمد حنفیہؒ کے پاس بھیجتے ہیں۔اگر تصدیق ہوگئی تو ہم فرمان برادری اور اطاعت قبول کرلیں گے اور آخری دم تک ان کا ساتھ دیں گے۔اگر یہ بات غلط ثابت ہوئی تو پھر ہم بیعت نہیں کریں گے''۔مختارؒ نے یہ سن کر کہا۔''بہتر ہے۔تصدیق ضرور کرو''۔

حضرت محمد بن حنفیہؒ کی کوفہ کے معززین سے ملاقات

یہ پچاس معززین کوفہ مدینے پہنچے اور حضرت محمد بن حنفیہؒ کے مکان پر جاکر ملنے کی اجازت چاہی۔محمد بن حنفیہؒ نے انہیں اندر آنے کی اجازت دی۔انہوں نے سلام کیا۔محمد بن حنفیہؒ نے جواب سلام دیا۔ان لوگوں نے عرض کی۔''اے ہمارے مولا! اے فرزند امیر المومنینؑ! مختارؒ ہمارے پاس آئے تھے۔ان

کے پاس ایک انگوٹھی تھی۔ وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ انگوٹھی دے کر آپ نے انہیں ہمارے پاس بھیجا ہے اور فرمایا ہے کہ ہم آپ کی بیعت کر کے اور خون حسین علیہ السلام کا انتقام لینے کے لیے قیام کریں"۔ محمد بن حنفیہؒ نے فرمایا۔ "خدا کی قسم! میں نے اسے کوئی انگوٹھی نہیں دی۔ البتہ میری یہ خواہش ہے کہ کوئی بھی شخص حتیٰ کہ کوئی سیاہ فام غلام یا کافر ذمی بھی تم پر حاکم ہو اور خون حسین علیہ السلام کا انتقام لینے اور ان کے خاندان کی حفاظت کرنے کے لیے تم سے مدد طلب کرے تو تم پر واجب ہے کہ اس کی مدد کرو اور اس کے ساتھ جنگ میں شریک ہو جاؤ۔ اب یہ انگوٹھی تمہیں اور مختارؒ کو دیتا ہوں اور مختارؒ کو تمہارا حاکم و سردار مقرر کرتا ہوں۔ تم لوگ اس کی اطاعت کرنا اور اس کی مدد کرنا"۔ سب لوگوں نے یک زبان ہو کر کہا۔ "اے امیر المومنینؑ کے فرزند! ہم آپ کے حکم پر چلیں گے اور خدا کی اور آپ کی اطاعت کریں گے"۔ حضرت محمد بن حنفیہؒ سے انگوٹھی لے کر رخصت ہوئے اور کوفہ کی راہ لی جب یہ لوگ قادسیہ پہنچے تو ان کی آمد کی خبر مختارؒ کو ہو گئی مختارؒ نے اپنے ایک غلام کو جس کا نام مطیع تھا کہا۔ "قادسیہ جا کر ان کوفہ والوں سے جا کر ملو۔ اگر وہ میری حاکمیت کی خبر لائے ہوں تو پھر تو اپنے آپ کو آزاد سمجھنا ورنہ تیرے لیے برے انجام کی خبر ہے"۔ چنانچہ وہ غلام جب قادسیہ پہنچا تو دیکھا کہ وہ لوگ قادسیہ کے رہنے والوں سے مختارؒ کے لیے بیعت لے رہے ہیں۔ غلام نے کوفہ واپس آ کر مختارؒ کو یہ خبر سنائی تو مختار بہت خوش ہوا اور اس غلام کو فوراً آزاد کر دیا۔

کوفہ میں مختارؒ کی حکومت

بزرگان کوفہ مدینہ سے حضرت محمد حنفیہؒ کی قیام مختارؒ کے لیے تائید کی خبر لے کر کوفہ پہنچے۔ مختارؒ کو حضرت محمد حنفیہؒ کی انگوٹھی اور ان کا خط برائے انتقام خون حسینؑ دیا اور تمام شہر میں منادی کرا دی کہ تمام لوگ مختارؒ کو اپنا حاکم تسلیم کریں اور اس کے اطاعت و فرمانبرداری اختیار کریں۔

اس کے بعد جناب مختارؒ نے جناب ابراہیم بن مالک اشتر کے لیے چار ہزار سواروں پر مشتمل ایک لشکر ترتیب دیا اور انہیں دُشمن خدا اور رسولؐ عبید اللہ بن زیاد کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے شام کی جانب روانگی کو کہا۔

ابراہیم بن مالک اشتر کی انبار میں آمد

جناب ابراہیم اپنا سفر بڑی سرعت سے طے کرتے ہوئے انبار کے مقام پر پہنچے۔ وہاں کے لوگ یہ لشکر دیکھ کر پوچھتے تھے کہ یہ لشکر کس کا ہے؟ انہیں بتایا گیا کہ یہ لشکر امام حسین علیہ السلام کے حامیوں کا ہے۔ چنانچہ وہ لوگ ان کے لیے خوراک اور ان کے جانوروں کے لیے غلہ لائے۔ لیکن ابراہیم نے ان کی کوئی چیز قبول نہ کی اور وہاں سے آگے روانہ ہوگئے۔

مقام اسور۔ دیر لطیف و وخلیل

کچھ سفر اور طے کیا تو ایک آبادی آئی جس کا نام اسور تھا۔ وہاں پر سرخ رنگ کا ریت کے ایک تودے نے راستہ روکا ہوا تھا۔ چنانچہ دو روز قیام کرنے کے بعد وہاں سے دائیں جانب سفر پر روانہ ہوئے۔ وہاں سے دیر جس کو نظیف بھی کہتے ہیں پہنچ گئے وہاں سے آگے دخیل پہنچ گئے۔ چند گھنٹے آرام کرنے کے بعد روانہ ہوکر بنی جعفر کے قلعوں کے پاس پہنچ گئے۔

اہل تکریت کا قصہ

اس کے بعد یہ لشکر تکریت پہنچا جہاں اس زمانے میں ایک مضبوط قلعہ موجود تھا۔ تکریت کے لوگوں نے قلعہ کا دروازہ بند کرلیا اور اس لشکر والوں سے پوچھا۔ ''یہ لشکر کس کا ہے؟'' لشکر والوں نے بتایا۔ ''یہ لشکر امام حسین علیہ السلام کا ہے''۔ تکریت والے یہ سن کر رونے لگے اور ''وامحمدا وعلیا'' کی صدائیں بلند کرتے تھے۔

تکریت کے بزرگ اور سردار جمع ہوکر ابراہیم کے پاس آئے اور کہنے لگے۔ ''ہم آپ کی اس مہم میں شریک ہونا چاہتے ہیں تاکہ خون حسین علیہ السلام کے انتقام کا اجر وثواب پائیں۔ ہم نے آپ کے لیے دس ہزار دینار اکٹھے کیئے ہیں۔ آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ یہ قبول کرلیں اور اپنے لشکر میں تقسیم کریں۔ ابراہیم نے ان کی یہ پیشکش قبول نہ کی۔

شہر موصل میں آمد

وہاں سے روانہ ہوئے اور تیس فرسخ کا فاصلہ تین روز میں طے کر کے موصل پہنچے اس شہر کے سوا سوار جن کے ہاتھوں میں برہنہ تلواریں تھیں سامنے آ گئے اور پوچھنے لگے۔ ''یہ کون سا لشکر ہے؟''۔ جواب ملا۔ ''ہم امام حسین علیہ السلام کے دوست ہیں''۔ جونہی ان سواروں نے یہ سنا گریہ وزاری شروع کر دی اپنے گریبان چاک کر لئے، سروں پر خاک ڈالی اور واحسینا کی صدائیں بلند کرتے تھے۔ دس روز تک وہاں پر فرش عزا بچھا رہا امام حسین علیہ السلام کی مصیبت پر گریہ وزاری جاری رہی۔ اس شہر والے لشکر کے لیے خوراک و چارہ لائے۔ ابراہیم نے بغیر قیمت وہ چیزیں قبول کرنے سے انکار کر دیا چنانچہ رقم ادا کر کے خوراک اور غلہ لے لیا۔

ایک بڑے خزانے کی دستیابی

لشکر نے موصل سے دو میل کے فاصلے پر اعلاء نامی ایک گرجا کے نزدیک پڑاؤ کیا ہوا تھا۔ ایک روز ابراہیم اپنے خیمے میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک بوڑھی عورت آئی اور پکارنے لگی۔ ''میں خدا کے اس لشکر کے امیر اور اصحاب حسین علیہ السلام سے پناہ کی طلب گار ہوں۔ وہ میری بات سنیں اور مجھے جواب دیں۔ جس روز سے آپ کوفہ سے روانہ ہوئے ہیں میں آپ لوگوں کی منتظر ہوں''۔ ابراہیم نے اس بڑھیا کو دیکھ کر یہ گمان کیا کہ کوئی حاجت مند ہے اور کچھ مانگ رہی ہے۔ اپنے غلام سے کہا۔ ''خدا کی قسم! اس وقت ایک ہزار دینار کے علاوہ میرے پاس کچھ باقی نہیں ہے۔'' چنانچہ آدھی رقم یعنی پانچ سو دینار نکال کر اس بڑھیا کو دینا چاہئے۔ بڑھیا بولی۔ ''یہ کیا ہے؟''۔ غلام نے کہا۔ ''یہ امیر کی طرف سے تیرے لیے ہدیہ ہے''۔ بڑھیا بولی۔ ''مجھے اس رقم کی ضرورت نہیں بلکہ میں تو امیر کو ایک خبر دینا چاہتی ہوں جو اس کے لیے بڑی نفع بخش ہے''۔ غلام ابراہیم کے پاس آیا اور بوڑھی عورت کی بات بتائی ابراہیم بولے۔ اس بڑھیا کو یہ باقی پانچ صد دینار

بھی دے دو شاید وہ پانچ صد دینار کو کم خیال کرتی ہو"۔ غلام بقیہ پانچ سو دینار بھی لے آیا اور کہا۔ "بڑھیا اب یہ رقم امیر کی طرف سے لے لو اور مزید گنہگار نہ کرو" بڑھیا نے پھر اپنی بات دہرائی اور کہا۔ "میں چاہتی ہوں کہ امیر میری بات غور سے سنے اس میں اس کا بہت بھلا ہے۔" چنانچہ وہ غلام واپس آیا اور کہا کہ بڑھیا کو کوئی چیز نہیں چاہئے۔ بلکہ آپ سے اس کا کوئی ضروری کام ہے"۔ یہ سن کر ابراہیم نے بڑھیا کو اپنے پاس بلوایا۔ بڑھیا نے آ کر سلام کیا۔ وہ ایک پارسا اور نیک بوڑھی عورت دکھائی دیتی تھی۔ اس نے اونی عمدہ کشیدہ کاری والا لباس پہنا ہوا تھا ابراہیم نے کہا۔ "مائی! اپنی بات بیان کرو خدا تم پر رحمت کرے"۔ بوڑھی عورت بولی۔ "میں اور میرا شوہر ایک روز اپنے بچوں کے کمرے میں بیٹھے تھے۔ موسلا دھار بارش ہو رہی تھی۔ ہر طرف پانی ہی پانی نظر آتا تھا۔ میرا خاوند ایندھن لا کر فروخت کرتا تھا اور ایک درہم کماتا تھا۔ یہ ایک درہم بھی فقراء میں تقسیم کر دیتا تھا اس روز تیز بارش کی وجہ سے میرا شوہر ایندھن لینے نہ جا سکا تھا۔

بارش کے بعد اچانک ایک سفید پتھر اسے زمین میں گڑا نظر آیا جس کا رنگ مٹیالا تھا۔ وہ پتھر ایک گز لمبا اور آدھ گز چوڑا تھا۔ میں نے شوہر سے کہا کہ آج اس پتھر کو لے جا کر فروخت کر کے کھانے کا سامان لے آؤ۔ جب اس پتھر کو اٹھایا تو اس کے نیچے لوہے کا ایک تختہ رکھا ہوا تھا۔ تختے کو بڑے تالے سے مقفل کیا ہوا تھا۔ جب اس تالے کو کھول کر تختہ اٹھایا تو اس کے نیچے ایک تہہ خانہ نظر آیا چراغ لے کر اس تہہ خانے میں گئے تو دیکھا وہ سونے کے سکوں سے بھرا ہوا ہے جس کی مقدار سوائے خدا کے کسی کو معلوم نہیں ہو سکتی۔ اس میں سے ایک دینار اٹھا کر باقی تہہ خانہ کو مقفل کر دیا اور مٹی ڈال کر چھپا دیا۔ وہ ایک دینار لے کر میرا شوہر بازار گیا اور نصف دینار کا گوشت اور نان خرید کر لایا۔ باقی نصف دینار اپنے پاس رکھ لیا۔ ہم کھانا کھانے کے لیے بیٹھے۔ میرے شوہر نے پہلا لقمہ منہ میں ڈالا تو لقمہ اس کے گلے میں پھنس گیا۔ اس کا سانس بند ہو گیا اور وہ تھوڑی دیر میں مر گیا۔ چنانچہ میں نے وہ کھانا نہیں کھایا اور صدقہ میں دے دیا۔ آج تین ماہ ہونے کو آئے ہیں

کہ ہر روز ایک غیبی آواز سنائی دیتی ہے۔ ''اے عورت! یہ خزانہ اس کے لیے ہے جو خون حسین علیہ السلام کا انتقام لے گا۔ اب میں اس لیے تیرے پاس آئی ہوں کہ تو میرے ساتھ چل تاکہ میں وہ خزانہ تیرے حوالے کروں یا اپنا کوئی با اعتماد شخص میرے ساتھ بھیج دے''۔

بڑھیا سے یہ ماجرا سن کر ابراہیم دس با اعتماد ساتھیوں کو لے کر اس کے گھر گیا اور اس خزانہ کو کھولا۔ ابراہیم نے چمڑی کے تھیلوں میں وہ سونے کے سکے بھرے اور لشکر میں لے آئے۔ اس وقت ابراہیم کے لشکر میں چوبیس ہزار مرد تھے۔ ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک ہزار دینار دیئے گئے۔ اس کے بعد بھی یوں لگتا تھا کہ اس زمین سے کچھ نکالا ہی نہ گیا ہو۔ اس کے بعد وہ خزانہ سو اونٹوں پر لادا گیا اور پانچ سو محافظوں کے ہمراہ اپنا ایک خط دے کر مختارؒ کے پاس روانہ کر دیا۔

شہر نصیبین

ابراہیم نے موصل سے روانہ ہو کر نصیبین شہر میں پڑاؤ کیا۔ اس شہر کا حاکم بنی شیبان کا ایک شخص تھا جس کا نام حنظلہ بن مغادر تغلبی تھا۔ اس کے دس بیٹے تھے۔ ابراہیم نے اسے خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا۔

''بسم اللہ الرحمٰن۔ ابراہیم بن مالک کی جانب سے حظلہ بن مغادر تغلبی کے نام۔ امابعد۔ تم جانتے ہو کہ حسین علیہ السلام کے ساتھ کیا گزری ہے۔ ہم ان کے خون کا انتقام ان لوگوں سے لینے والے ہیں جنہوں نے امام حسین علیہ السلام پر ظلم کیا ہے۔ وہ خدا اور رسولؐ کے دشمن ہیں۔ ہم اور تم ایک کلمہ **" لاالہ الاالله محمد رسول الله "** پڑھتے ہیں۔ تجھے یہ خط لکھ رہا ہوں کہ تم اس انتقام خون حسین علیہ السلام ہماری نصرت کرو اور ہمارے لیے راہیں کھلی رکھو۔ خوراک اور غلہ جس کی قیمت ہم ادا کریں گے ہمارے لیے مہیا کرو۔ تم سے خدا اور رسول کا واسطہ دے کر یہ خواہش کرتے ہیں کہ تم ہمیں اپنے شہر سے گزرنے کی اجازت دو۔ ہم یقین دلاتے ہیں کہ کسی شہری کو ہماری طرف سے کسی قسم کی تکلیف یا اذیت نہیں ہوگی۔ ہم شہر کے ایک دروازے سے داخل ہو کر دوسرے دروازے سے باہر نکل

جائیں گے۔ ایسا نہ ہو کہ ہم تیرے کسی حیلے کا شکار ہوں اور پھر تو بھی اپنے کئے پر نادم ہو"۔ یہ خط اپنے قاصد کے ذریعے حظلہ کو بھجوا دیا۔

حظلہ حاکم نصیبن کے نام ابن زیاد کا خط

ادھر ابن زیاد نے بھی ایک خط دے کر اپنا قاصد حظلہ کے پاس بھیجا ہوا تھا۔ اس خط کا مضمون یہ تھا۔ "میں چاہتا ہوں کہ تو مروان کے چار لاکھ لشکریوں کے لیے خوراک اور غلے کا بندوبست کرے۔ تجھے معلوم ہے کہ تو میری حکومت کا ایک کارندہ ہے۔ میں جلد ہی تمہارے پاس آ رہا ہوں۔ لہٰذا میرے حکم کی مخالفت نہ کرنا"۔

حظلہ کا ابراہیم اور ابن زیاد کے قاصدوں کے ساتھ رویہ

ابراہیم اور ابن زیاد کے قاصد حظلہ کے مکان پر اکٹھے پہنچے۔ غلاموں نے حظلہ کو خبر کی کہ دو قاصدوں کو اپنے پاس بلایا۔ وہ سلطنت کی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ دائیں بائیں غلاموں اور محافظوں کا حلقہ تھا۔ دونوں قاصدوں نے آ کر سلام کیا۔ حظلہ نے دونوں کا جواب دیا اور پوچھا۔ "تم میں سے اصحاب حسین علیہ السلام کے سربراہ ابراہیم کا قاصد کون ہے؟"۔ ابراہیم کا قاصد بولا "اے آقا ابراہیم کا قاصد میں ہوں"۔ حظلہ نے کہا۔ "میرے نزدیک آ۔ خدا تجھ پر رحمت کرے"۔ قاصد حظلہ کے نزدیک آیا۔ حظلہ نے اسے تخت پر بٹھایا، خط لے کر بوسہ دیا اور آنکھوں سے لگایا۔ خط کی مہر توڑ کر پڑھا اور بہت گریہ کیا اور کہا میں ابراہیم کے حکم کی تعمیل کروں گا۔ میں پہلا شخص ہوں جو امام حسین علیہ السلام سے جنگ کرنے والوں اور ان کا خون بہانے والے ظالموں سے انتقام لینے والوں کا حلیف ہوں"۔ اس کے بعد ابن زیاد کے قاصد کی طرف رخ کر کے پوچھا۔ "تم کیا لائے ہو؟"۔ قاصد نے ابن زیاد کا خط دیا۔

اس میں لکھا ہوا تھا۔ "خدا کی قسم! تیرے زندہ رہنے کا دارومدار چار لاکھ لشکر کی خوراک اور غلہ کی بہم رسانی پر ہے"۔ حظلہ نے خط لے کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور اپنے کارندوں سے کہا۔ تلوار اور چمڑے کا ٹکڑا لاؤ۔ تلوار سے ابن زیاد کے قاصد

کا سر قلم کر دیا۔ اس کے بعد ابراہیم کے قاصد کو تحفے دیئے اور اس کے گلے میں سونے کی زنجیر ڈالی اور اس کو ایک تیز رفتار گھوڑے پر سوار کیا اور کہا۔ ''اپنے سردار کے پاس جاؤ اور جو یہاں دیکھا ہے بیان کر دینا انہیں میرے پاس لے آؤ اور کہنا کہ میں نے غلے اور چارے کا پورا انتظام کر ڈالا ہے۔ شہر کے راستے صاف کر دیئے ہیں۔ اسے یہ بھی کہنا کہ خدا اور رسولؐ کے دُشمنوں کے مقابلے میں سختی اختیار کرو''۔ چنانچہ قاصد نے ابراہیم کے پاس جا کر ساری سرگزشت بیان کر دی۔

ابراہیم کی نصیبن شہر میں آمد

قاصد سے روداد سن کر ابراہیم بہت خوش ہوا اور اپنا لشکر لے کر نصیبن پہنچ گیا۔ لشکر کی آمد پر شہر میں نفیریاں بجنے لگیں۔ لوگ استقبال کو شہر سے باہر نکل آئے۔ عورتوں نے سروں کے بال کھول دیئے اور نالہ وفغاں کی صدائیں بلند ہو گئیں۔ ''وسیدا! واحسیناہ! ادھر ابراہیم کے لشکر سے ''یا ثارات الحسین علیہ السلام!'' کی صدائیں بلند تھیں۔ حظلہ خوراک اور غلہ لے کر وہاں پر آ گیا۔ ابراہیم نے حظلہ سے کہا۔ ''خدا کی قسم! یہ سب چیزیں ہم بغیر قیمت کے نہیں لیں گے''۔ چنانچہ ہر چیز کی دگنی قیمت ادا کر کے غلہ قبول کیا گیا۔ لوگ ان کی کامیابی کے لیے دُعائیں کرتے تھے۔ نصیبن میں دو روز قیام کے بعد قلعہ ماروین میں جا کر پڑاؤ کیا۔ حظلہ بھی اپنے دس بیٹوں اور اس کے بعد لشکر کے ہمراہ ابراہیم کے ساتھ شامل ہو گئے۔

قلعہ ماروین میں آمد

قلعہ ماروین پہنچ کر لشکر نے قیام کیا۔ جب قلعہ والوں نے دیکھا کہ حظلہ بھی لشکر کے ساتھ ہے جو اس قلعے کا حاکم تھا۔ دروازکھول دیا۔ حظلہ اور اس کے ساتھی قلعہ میں ابراہیم کے ہمراہ داخل ہو گئے۔ ایک مرد نے آ کر حظلہ کے پاؤں چھوئے۔

حظلہ نے اس سے پوچھا۔ ''تیرا باپ کہاں ہے؟ اسے بلاؤ''۔ بیٹا باپ کو

بلا لایا۔اس نے آ کر سب کو سلام کیا۔حظلہ نے ابراہیم کے متعلق تفصیل سے اسے بتایا۔وہ بولا۔''اے امیر! اگر ایک گھنٹہ پہلے آپ یہاں آ جاتے تو میں ابن زیاد ملعون کو دست بستہ آپ کے حوالے کر دیتا۔ابراہیم نے پوچھا۔''وہ کیسے؟ وہ شخص بولا۔''ابن زیاد نے میرے پاس اپنے بیوی بچے اور چالیس اونٹ مال سے لدے ہوئے امانت چھوڑے ہیں''۔

خاندان ابن زیاد کا قتل

حظلہ اور ابراہیم یہ سن کر بہت خوش ہوئے۔اور کہا۔''خدا تجھے ہمیشہ اپنی امان میں رکھے۔اس کی زوجہ اور بچے کہاں ہیں؟ میرے پاس لاؤ'' وہ بولا۔''ابھی لاتا ہوں''۔چنانچہ قلعہ میں جا کر ابن زیاد کے چار لڑکوں تین سو کنیزوں اور چالیس مال سے لدے ہوئے اونٹوں کو ابراہیم کے سامنے لے آیا۔ابراہیم نے انہیں دیکھ کر کہا''لوگو! ابن زیاد نے امام حسین علیہ السلام کو ساٹھ سال کی عمر میں شہید کیا۔یحییٰ بن علی کو آٹھ سال کی عمر میں۔عون بن علی کو چودہ سال کی عمر میں قتل کیا۔عباس کو تیس سال کی عمر میں قتل کیا''۔اسی طرح بنی ہاشم کے اٹھارہ افراد کے نام لیے پھر کہنے لگا۔''ناموس رسول خدا کو بے حرمت کیا۔ان کی مخدرات کو ننگے اونٹوں کی پشتوں پر سوار کرایا۔خدا کی قسم! جب تک ہماری جان میں جان ہے بنی امیہ کے کسی فرد کو باقی نہ چھوڑیں گے''۔پھر ابراہیم اور ان کے ساتھیوں نے ان سب کو ایک ایک کو قتل کر دیا۔

ابن زیاد کی گرفتاری کا منصوبہ

اس کے بعد حظلہ کے ساتھیوں میں سے ایک شخص نے جو قلعہ کے اندر تھا ابراہیم سے آ کر کہا۔''میں ابن زیاد کو بغیر کسی جنگ کے تیری تحویل میں دے سکتا ہوں''۔ابراہیم نے کہا۔''کس طرح اے میرے عزیز؟''۔وہ بولا۔''میں اور میرے بچے ابن زیاد کے پاس جاتے ہیں اور آپ بھی میرے ہمراہ چلیں۔اس کے بعد میں اپنے لڑکے کو اس کے پاس بھیجوں گا جو اس سے کہے گا کہ حظلہ نے

ابراہیم سے گٹھ جوڑ کر لیا ہے۔ اس کی بیعت بھی کر لی ہے اور قسم کھائی ہے کہ ابراہیم کے ہمراہ جنگ کرے گا۔ یہ قلعہ والے چونکہ حظلہ کے محکوم ہیں اور ہماری برادری چونکہ حظلہ کے حکم کے تابع ہے لہٰذا ہم اب محفوظ نہیں ہیں۔ اب تم قلعہ میں آ کر خود اپنے بیوی بچوں کے متعلق جو کرنا ہو کر لو۔ کیونکہ اگر حظلہ مجھ سے انہیں طلب کرے گا تو میں اسے انکار نہیں کر سکوں گا۔ تم تنہائی میں میرے پاس آ کر اس سلسلے میں مشورہ کرو۔ ساتھ کوئی اور نہ آئے کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ تیرے لشکر میں کچھ جاسوس ہوں جو حظلہ کو اطلاع دے دیں۔ جونہی ابن زیاد یہ سنے گا فوراً میرے پاس آئے گا تاکہ مجھ سے سن کر یقین کر لے۔ اس کے بعد میں اسے اپنے تیرے اور بچوں کے حلقہ میں لا کر بٹھاؤں گا۔ اور تو اچانک کھڑے ہو کر اسے پکڑ لینا اور تلوار سے اسکا سر جدا کر دینا۔ اس کے بعد ابن زیاد کے لشکر پر شب خون مار کر انہیں قتل کر دینا۔ یہاں تک کہ ان میں سے دو آدمی بھی ایک جگہ اکٹھے نہ رہیں۔

ابراہیم یہ سن کر بولا۔ ''بالکل درست ہے خدا تیرے چہرے کو نورانی کرے۔ البتہ میں بھی تجھے ایک رائے دیتا ہوں۔ میں نے سنا ہے کہ ابن زیاد کے پاس اونٹوں کے لیے دریا پار کرنے کے لیے کشتیاں ہیں۔ یہ بہتر ہو گا جیسا کہ تم نے کہا ہے کہ میں تمہارے ساتھ موجود رہوں اور میرے پیچھے میرے پانچ ہزار سوار دائیں جانب چھپ جائیں اور پانچ ہزار راستے پر موجود رہیں اور باقی لشکر کے ساتھ ہوں۔ جونہی وہ آئے موقع پا کر اسے قتل کر دیں۔ اگر قتل نہ ہو سکے تو گرفتار کر لیں۔ کیونکہ کشتیاں اتنی چھوٹی ہیں کہ ایک ایک شخص کے عبور کرنے کے لیے کافی ہیں میں تیرے پہلو میں موجود ہوں گا وہ یہ سمجھے گا کہ میں تیرا ایک لڑکا ہوں۔ جونہی وہ کشتی سے اتر کر گھوڑی پر سوار ہو گا اسے گھوڑے سے نیچے گرا کر قتل کر دوں گا۔'' وہ شخص بولا۔ ''جیسے مناسب ہو کر لو۔ میں اور میرے بچے تیرے ساتھ ہیں۔ اپنے ساتھیوں سے کہہ دو کہ وہ تمہارے اتنے قریب رہیں کہ تمہاری آواز سن سکیں''۔ ابراہیم نے اپنے ساتھیوں کو سمجھا دیا کہ وہ راستے کے ساتھ ادھر ادھر چھپے رہے تاکہ دشمن پیچھے سے نہ آ جائے یا آگے جا کر راستہ نہ روک لے۔ تم

لوگ تو بس راستہ کے دونوں طرف رہنا اور دُشمن کا خیال رکھنا کیونکہ وہ لوگ بھی تمہاری تاک میں ہیں''۔

ابن زیاد کا بچ نکلنا

ابراہیم، حظلہ کا دوست اور ان کا لشکر ابن زیاد کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔

جونہی ابن زیاد کے لشکر کے نزدیک پہنچے ابراہیم اور حظلہ کا دوست ایک خیمہ لگا کر اس میں بیٹھ گئے۔ حظلہ کے دوست نے اپنا ایک بیٹا ابن زیاد کے پاس بھیجا تاکہ اسے یہ کہے کہ وہ اکیلا اس طرح سے یہاں پر آئے کہ اس کے اور کسی ساتھی کو پتہ نہ چل سکے۔ حظلہ نے ہمارے لیے خوراک اور چارہ بند کر دیا ہے اور قسم کھائی ہے کہ ابراہیم کے ساتھ ہو کر جنگ کرے گا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ حظلہ کو تیرے بیوی بچوں کی میرے پاس موجودگی کی اطلاع ہے۔ الہٰذا تو فوراً اکیلا میرے پاس پہنچ۔ تاکہ مشورہ کیا جا سکے۔ مجھے یہ بھی اندیشہ ہے کہ تمہارے لشکر میں کچھ جاسوس بھی موجود ہیں۔ اس کے بعد اس نے اپنا بیٹا ابن زیاد کے پاس بھیج دیا تاکہ وہ اسے جا کر یہ باتیں بیان کرے جونہی ابن زیاد نے یہ سنا خوف اور ڈر کی وجہ سے اپنی جگہ سے اٹھا اور اسی وقت اپنے غلاموں کے ہمراہ ابراہیم کے خیمے کے طرف آیا۔ اس کے آگے ایک غلام بڑی (قد آدم) شمع لئے چلتا تھا۔ ابن زیاد کے لشکر سے خیمہ تک ایک میل کا فاصلہ تھا۔ جونہی ابراہیم اور حظلہ کے ساتھیوں نے ابن زیاد کو آتے دیکھا اٹھ اٹھ کر احتراماً اس کے ہاتھوں کو چومتے تھے اور اسی طرح ابراہیم نے بھی اس کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ ابن زیاد چلتے ہوئے کنکھیوں سے ابراہیم کو متواتر دیکھتا جاتا تھا لیکن قلعے والا شخص اس کو باتوں میں مشغول رکھے ہوئے تھا۔ یہاں تک کہ خیمے میں آ کر بیٹھ گیا۔

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ میں نے اٹھ کر وار کرنا چاہا۔ لیکن پھر خیال آیا کہ خیمہ کے اطراف تنگ اور چھوٹے ہیں سوچا کہ اگر تلوار نکالتا ہوں تو نہیں معلوم کہ پورا ہاتھ چلا سکوں گا یا نہیں اور تلوار کا وار کارگر ہو سکے یا نہیں کیونکہ ابن زیاد بھی طاقتور

ہے اور اس کی ران کے ساتھ ننگی لٹکی ہوئی ہے۔اس طرح سے میں خود بھی محفوظ نہیں ہوں کیونکہ ابن زیاد مدد کے لیے اپنے ساتھیوں کو پکار سکتا ہے جو فوراً اس کی مدد کو پہنچ سکتے ہیں اور مجھ پر حملہ آور ہو سکتے ہیں اور وہ ہیں بھی چار ہزار جنگجو سپاہی۔

قلعہ والے نوجوان نے ابن زیاد کو باتوں میں مشغول رکھا۔ابن زیاد نے حظلہ کے دوست سے کہا۔"اگر واقعی تو نے مجھے صحیح کہا ہے تو میں آ ہی گیا ہوں۔تو ابھی جا اور میرے ساتھیوں کو کہہ کہ کوچ کا نقارہ بجائیں اور فوراً میرے پاس پہنچ جائیں۔

قلعہ والے جوان نے کہا۔"میں ابھی جاتا ہوں"۔لیکن ابن زیاد بھی اس کے ساتھ ہی **اٹھ کھڑا ہوا اور غلام کو گھوڑے** لانے کو کہا۔غلام گھوڑا لے آیا۔چنانچہ ابن زیاد اپنے لشکر میں واپس **چلا گیا۔قلعہ والے جوان** نے ابراہیم سے کہا۔"خدا کی قسم ہے تم نے بھی مسلم بن عقیلؑ کی طرح سے **عمل کیا ہے۔جیسے** انہوں نے ہانی کے گھر میں ابن زیاد پر قابو پا جانے کے باوجود قتل **نہیں کیا تھا**۔اور پھر ابن زیاد ہی نے مسلم کو قتل کر دیا تھا"

ابراہیم بولا۔"خدا تجھ پر رحمت کرے میں اس کی برہنہ تلوار اور خیمے میں جگہ کی تنگی کی وجہ سے فکر مند تھا اور اس کے لشکر کے نزدیک ہونے کی وجہ سے بھی کہ وہ اگر نہیں پکارے گا تو انہیں سب کچھ پتہ چل جائے۔اسی لیے میں نے سوچا کہ اسے کسی دوسری جگہ قتل کرنا بہتر ہوگا۔امید ہے کہ وہ میرے ہاتھ سے بچ کر کہیں نہیں جا سکتا"۔

ابن زیاد کی گرفتاری

ابن زیاد دوبارہ اپنے لشکر کے ہمراہ ایک سفید و سیاہ رنگ کے خچر پر **سوار** سر پر ریشمی کلاہ جس پر شتر مرغ اور ہندی چڑیا کی تصویریں کڑھائی میں **بنی ہوئی** تھیں۔پشت پر طلائی بند والا ریشمی کپڑا ڈالا ہوا تھا جس میں موتی **ٹکے ہوئے** تھے۔سفید ریشم پر سنہری کام کپڑے کی زینت کو دوبالا کر رہا تھا۔نہایت تزک واحتشام کے ساتھ خراماں خراماں چل رہا تا جبکہ اس کے اردگرد تیس شمع بردار سنہری

شمعوں کی روشنی پھیلا کر فضا کو منور کئے ہوئے تھے۔ دائیں جانب دو شمع بردار جن کے ہاتھوں میں مشک وعنبر اور بائیں طرف دو ایسے ہے اور شمع بردار سنہری برادر سنہری ٹوپیاں پہنے جن پر موتی ٹکے تھے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔

تو ابراہیم بھی اپنے جسم اور تلوار کو ایک بڑے نقاب کے نیچے چھپائے ہوئے اس کے ساتھ ایسے چل رہا تھا جیسے اسی کا لشکری ہو۔ ابن زیاد کے محافظوں نے ابراہیم سے کہا۔ ''امیر سے ایک طرف ہو کر چلو''۔ ابراہیم نے کہا۔ ''مجھے امیر سے ایک بات کہنی ہے''۔ جب ابراہیم ابن زیاد کے ذرا قریب ہوا تو چلایا۔ ''میں خدا سے اور امیر سے پناہ کا طلب گار ہوں'' ابن زیاد نے آگے جھک کر دیکھنا چاہا کہ یہ کون شخص ہے جو اس سے پناہ طلب کر رہا ہے ابراہیم نے موقع غنیمت جانا اور ابن زیاد کو خچر سے گھسیٹ کر زمین پر گرا دیا اور **"یا ثارات الحسینؑ"** کا نعرہ بلند کیا۔ یہ آواز سن کر ابراہیم کے ساتھی دائیں بائیں سے اور سامنے سے مل کر ابن زیاد کے لشکر پر حملہ آور ہوئے اور ابن زیاد کے سواروں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ قلعہ والا جوان اور اس کے ساتھی بھی اپنی تلواریں نکال کر ابن زیاد کی فوج کو قتل کرتے تھے اور **''یا ثارات الحسینؑ''** کے نعرے بلند کرتے تھے۔ جنگ صبح تک جاری رہی۔ صبح تک ابن زیاد کے اسی ہزار سوار قتل ہو چکے تھے اور ابن زیاد گرفتار ہو گیا۔

ابن زیاد انتقام حسین علیہ السلام کی چکی میں

ابراہیم نے ابن زیاد کے ہاتھ پاؤں مضبوطی سے باندھ کر ایک بااعتماد سردار کی سرکردگی میں دو سو سواروں کی حفاظت میں دے دیا۔ انہوں نے اسے گھوڑے کی لگام سے کس کر ایک طناب سے باندھ دیا اور ''یا ثارات الحسینؑ''۔ کا نعرہ بلند کیا۔

صبح کو ابراہیم چمڑے کا فرش بچھا کر مع اپنے ساتھیوں کے لباس رات کی جنگ میں لڑنے کی وجہ سے خون سے رنگے ہوئے نظر آتے تھے۔ ابراہیم کے ساتھیوں کے لباس رات کے ایک ہزار قیدی ان کے لشکر میں موجود تھے۔ ابراہیم کے ساتھیوں کے لباس رات کی جنگ میں لڑنے کی وجہ سے خون سے رنگے ہوئے

نظر آتے تھے۔ ابراہیم نے حکم دیا کہ قیدیوں کو اس کے سامنے لایا جائے۔ سب سے پہلے جسے لایا گیا وہ ابن زیاد ملعون تھا۔ اس کے بازو رسیوں میں جکڑے ہوئے تھے۔ ابراہیم نے کہا۔ ''اس کے پاؤں بھی باندھ دو اور آگ روشن کرو'' جب آگ روشن ہوگئی تو ابراہیم خنجر سے ابن زیاد کے جسم سے گوشت کاٹ کاٹ کر آگ میں ڈالتا تھا۔ اور اسے کھانے کو کہتا تھا۔ ابن زیاد اپنا گوشت کھانے سے انکار کرتا تو ابراہیم اپنا خنجر اس کے جسم پر مارتا تھا۔ حتیٰ کہ ابن زیاد نے اپنی ران کا گوشت کھایا۔ جب ابراہیم نے دیکھا کہ ابن زیاد مرنے کے قریب ہے تو خنجر سے اس کا گلا کاٹ دیا اور ایک کان سے دوسرے کان تک سر الگ کر دیا۔ اس کا جسم آگ میں ڈال کر ''یا ثارات الحسین'' ! کا نعرہ بلند کیا۔

شبث بن ربعی۔ خولی عمرو۔ سنان کا عبرتناک انجام

ابن زیاد کے بعد شبث بن ربعی۔ خولی بن یزید اصبحی۔ عمرو بن الحجاج اور سنان نخعی لعنھم اللہ کو لایا گیا۔ یہ وہ ملعون تھے جنہوں نے امام حسین علیہ السلام کے خیموں کو جلایا تھا اور حرم کو بے پردہ کیا تھا اور ان کی چادروں کو لوٹا تھا۔

سنان بن انس

سب سے پہلے سنان بن انس سے ابراہیم نے پوچھا۔ ''او ملعون! عاشور کے روز جو تیرے متعلق لوگ کہتے ہیں کیا وہ سچ ہے؟''۔ ملعون بولا۔ ''میں نے تو صرف حسینؑ کی شلوار اتاری تھی۔'' ابراہیم یہ سن کر رونے لگے اس کے بعد اس کی ران سے گوشت کاٹ کر آگ میں ڈال کر اسے کھانے کو کہا۔ انکار کرنے پر اسے خنجر سے زخم لگائے۔ جب مرنے لگا تو اس کا گلا کاٹ کر جسم آگ میں ڈال دیا۔

شبث بن ربعی

اس کے بعد شبث بن ربعی سے ابراہیم نے پوچھا۔ ''عاشور کے روز تیرے بارے میں جو سنا ہے کیا وہ درست ہے؟'' شبث بولا۔ ''میں نے اپنی تلوار

سے حسین علیہ السلام کے چہرے پر ضربیں لگائیں تھی۔'' ابراہیم نے کہا۔'' او مردود ! تجھ پر لعنت ہو۔ تجھے خدا سے حسین علیہ السلام کے جد رسولؐ اللہ سے کوئی خوف نہ آیا؟''۔اس کے بعد اس کی ٹانگوں سے اس قدر گوشت کاٹا کہ وہ ہلاک ہوگیا اس کے بعد اس کا سر کاٹ کر جسم آگ میں ڈال دیا۔

ابحر بن کعب

شبث کے بعد ابحر بن کعب کو لایا گیا۔ ابراہیم نے پوچھا۔'' او ملعون! عاشور کے روز تم نے کیا کیا؟''۔ وہ بولا۔'' میں نے زینب (سلام اللہ علیھا) کے سر سے چادر کھینچی اور کانوں سے گوشوارے اس طرح کھینچے کہ ان کے کانوں سے خون جاری ہوگیا۔'' ابراہیم یہ سن کر بہت روئے۔ اور پوچھا۔'' اس وقت حضرت زینبؑ نے تجھ سے کیا کہا تھا؟''۔ انہوں نے کہا تھا۔ خدا تیرے ہاتھ قطع کرے اور تجھے جہنم کی آگ سے پہلے دُنیا کی آگ جلائے''۔ ابراہیم نے کہا۔ تجھے خداوند تعالیٰ سے کوئی شرم نہ آئی اور نہ ہی رسولؐ اللہ سے ان کی قرابت کا لحاظ کیا؟ اور نہ تیرے دل میں ان کے لیے کوئی رحم آیا؟''۔ اس کے بعد اس سے کہا۔'' اپنے ہاتھ آگے کرو''۔ جب اس نے ہاتھ آگے بڑھائے تو دونوں ہاتھوں کو تلوار سے قطع کر دیا۔ اس کے بعد اس کے دونوں پاؤں قطع کیے اور آنکھیں نکال کر مختلف اذیتوں سے ہلاک کیا۔

ملعونوں کے سروں کا مختارؒ کو بھجوانا

اس کے بعد ابراہیم نے حکم دیا کہ لشکر والے اونٹوں پر سوار ہوں اور بیس ہزار ہلاک شدگان کے سر جن میں ابن زیاد ملعون کا سر بھی تھا اونٹوں کی گردنوں میں لٹکائیں اور مال واسباب سمیت کوفہ روانہ ہو جائیں۔ حظلہ اور اس کے ساتھی کا ابن زیاد کی گرفتاری میں مدد کرنے کا سارا واقعہ مختار کو لکھ بھیجا۔ اس کے بعد ابراہیم نے کھانے کا دستر خوان بچھا کر ملعونوں کے سر سامنے رکھ کر کھانا کھایا۔

جب یہ قافلہ سر لے کر کوفہ پہنچا تو مختار کوفہ سے باہر نکل آیا۔ تمام شہر والوں کو یہ خبر دی اور ان سے کہا کہ وہ بھی شہر سے باہر آئیں۔ یہ خبر سن کر شہر کے لوگ

بہت خوش ہوئے۔ سروں کو دیکھ کروہ "یا ثارات الحسین علیہ السلام" کے نعرے بلند کرتے تھے جب مختار کے سامنے ابن زیاد کا سر لایا گیا تو لوگ اس پر تھوکتے تھے اور کہتے تھے کہ اس سر کو آگ میں جلا دو۔

ابن زیاد کے شکست خوردہ لشکر کی شام واپسی اور لشکر ابراہیم کی کوفہ میں آمد

ابن زیاد کے لشکر کے بہت سے سوار ہلاک ہوگئے تھے۔ بہت سے نہر میں غرق ہوگئے تھے اور کچھ فرار ہوگئے تھے۔ جو تھوڑی بہت باقی رہ گئے وہ مروان بن الحکم کے پاس دمشق روانہ ہوگئے۔ ادھر ابراہیم اپنے ساتھیوں اور بہت سے مال غنیمت کے ساتھ کوفہ پہنچ گیا۔

جونہی ابن زیاد کے لشکر والے دمشق پہنچے اور مروان کو ابن زیاد کی ہلاکت اور اپنی شکست کا علم ہوا تو بہت غمگین ہوا۔ اگلے روز صبح جامع مسجد میں جا کر تمام لوگوں کو بلوا کر یہ خطبہ پڑھا۔

"اے لوگو! جو لوگ مختار کے ساتھ بغاوت میں شریک ہیں انہوں نے کچھ لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے اور شہروں میں فساد برپا کر رہے ہیں تم میں سے کون ہے جو اس سے اور اس کے ساتھیوں سے جنگ کرنے پر آمادہ ہوتا کہ اس کے تمام ساتھیوں بچوں بوڑھوں اور جوانوں کو رحم کئے بغیر چن چن کر قتل کر دے"۔

یہ سن کر ایک شخص جس کا نام عامر بن ابی ربیعہ شیبانی تھا کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا۔ "اے امیر! یہ کام میں کروں گا"۔ مروان بولا۔ "میں چاہتا ہوں کہ تو قسم کھا کر یہ عہد کرے کہ کسی سے کوئی رحم نہیں کرے گا۔ حتیٰ کہ جو بچے رحم مادر میں بھی ہوں گے انہیں ماں کے پیٹ سے نکال کر ذبح کر دے گا۔ عامر بولا۔ "میں اس سے بھی زیادہ کچھ کر کے دکھلاؤں گا"۔ چنانچہ مروان نے اسے دو لاکھ سوار اور پیادہ دیئے۔ عامر نہایت تیز رفتاری سے سفر کرتا ہوا کوفہ کے نزدیک پہنچ گیا۔

شام کے لشکر کی آمد کی کوفہ میں اطلاع

ابراہیم کے کوفہ پہنچنے کے بعد مختار اور اس کے کچھ ساتھی شکار کے لیے کوفہ

سے باہر نکل گئے۔ راستے میں ایک سوار ملا جوان کی طرف آ رہا تھا۔مختار نے اسے اپنے پاس بلوا کر پوچھا۔''اے عرب بھائی! تو کہاں سے آ رہا ہے؟ اور کہاں جانے کا قصد ہے؟''اس شخص نے کہا''میں مروان بن الحکم کے اس لشکر میں سے ہوں جو عامر بن ربیعہ کی سرکردگی میں تمہارے شہر کوفہ کی طرف آ رہا ہے۔ اس لشکر کے دو لاکھ سوار مختارؒ کے تلاش میں ہیں''۔

مختارؒ نے کہا۔''وائے ہو تجھ پر۔ سچ سچ بتا کیا ماجرا ہے؟ ورنہ ابھی تیرا سر جدا کرتا ہوں''۔ وہ شخص کہنے لگا۔''میں ازد خاندان سے ہوں اور میرا ایک چچازاد بھائی مختارؒ کے لشکر میں ہے۔ میں اس کے لیے فکرمند ہوں۔ اسی لیے آیا ہوں تاکہ اسے کوفہ سے باہر نکال لاؤں۔ کیونکہ وہ لوگ مختار کے ایک ساتھی کو بھی زندہ نہ چھوڑیں گے''۔ یہ سن کر مختارؒ نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔''ہمارے ساتھ کوئی ازدی موجود ہے؟''۔ لوگوں نے کہا۔''ہاں ایک شخص ہے''۔ مختار بولا۔ ''اسے میرے پاس لاؤ''۔ جب وہ شخص مختار کے سامنے آیا تو مختار نے اس سے پوچھا۔''کیا تم کو میں نے بلوایا تھا؟''۔ اس نے کہا نہیں۔ مختار نے کہا۔''پھر تجھے اختیار ہے کہ ہمارے ساتھ رہ یا اپنے اس چچازاد کے ہمراہ چلا جا''۔ اس کے بعد مختار نے اپنے لشکر کے اس ازدی کو ایک ہزار دینار اور خلعت دے کر کہا۔''تو اپنے دوست عامر بن ربیعہ کے پاس چلا جا۔ کیونکہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تو اس کا ہمدرد ہے نہ کہ میرا۔ اگر تیرا دوست عامر تجھ سے میرے متعلق پوچھے تو اس کو کیا کہے گا؟'' وہ بولا۔''میں اسے کہوں گا کہ مختارؒ کے پاس ساٹھ ہزار کا لشکر ہے''۔ مختار بولا۔''تجھے خداوند عظیم کی قسم جھوٹ نہ کہنا اور سچ بولنا کہ میں نے مختار اور ابراہیم کے لشکر کو دیکھا ہے۔ اس کی تعداد چوبیس ہزار ہے''۔ ازدی نے کہا۔''میں بسر و چشم آپ کا حکم بجالاؤں گا''۔ مختار نے یہ سن کر اسے مزید رقم اور خلعت سے نوازا۔

چنانچہ ازدی وہاں سے عامر بن ربیعہ کے پاس جا پہنچا اور ساری روئیداد سنائی

عامر کا مختار کے لشکر میں اپنے جاسوسوں کو پیغام

عامر نے ساری کہانی سن کر اس ازدی سے کہا۔''اگر تو میرا ایک کام کر دے تو میں تجھے دس ہزار دینار اور دس ہزار درہم انعام دوں گا''۔ ازدی نے

کہا۔ ''اے امیر بتا تیرا کام کیا ہے؟''۔ عامر بولا۔ ''مختار کے لشکر میں واپس جا کر ان سپاہیوں کو جن کے نام میں تجھے بتاتا ہوں اور وہ تعداد میں چودہ ہیں میرا یہ خط دیدے۔ میں نے ان سے قسم لی تھی کہ وہ مختار کو قتل کر دیں گے اور اب ایسا لگتا ہے کہ وہ بھی مختار کے حامی بن گئے ہیں''۔ ازدی نے کہا۔ ''اے امیر مجھے خوف ہے کہ اگر میں مختار کے لشکر میں واپس گیا تو اس کے محافظ مجھے پکڑ کر قتل کر دیں گے''۔ عامر نے کہا۔ ''میں تجھے ترکیب بتاتا ہوں۔ یہ دس ہزار دینار لے۔ یہ رقم اور مختار کی بخشیش والی رقم اپنے بچوں کو دے اور پھٹا پرانا لباس پہن کر میرا یہ خط اس میں چھپا لے اور میرے جاسوسوں کے پاس جا کر یہ خط دے دینا۔ جب تو وہاں جائے تو پاؤں سے ننگا اور سر برہنہ ہو جانا کہ یہ پشیمانی اور عجز وانکساری کی علامت ہے۔ اس حال میں دیکھ کر تجھے مختار کے محافظ کوئی عذر پہنچائے بغیر مختار کے پاس لے جائیں گے۔ جب تجھے مختار اس حالت میں دیکھے اور پوچھے تو کہنا کہ جو تو نے درہم دینار اور خلعتیں دی تھی وہ سب ربیعہ نے مجھ سے چھین لی ہیں اور مجھے قتل کرنے کا حکم دیا تھا کہ میرے چچا زاد کی سفارش پر مجھے چھوڑا ہے۔ جب مختار تجھ سے یہ درد بھری داستان سنے گا تو رحم کھا کر تمہیں اپنے لشکریوں میں دوبارہ شامل کر لے گا۔ اس کے بعد تو یہ خط میرے جاسوسوں کو دے کر کہنا کہ وہ میرے حکم کی فوراً تعمیل کریں''۔

ازدی نے مختار کی دی ہوئی رقم اور عامر کے دینار اکٹھے اپنے بیوی بچوں کو دیئے اور بوسیدہ لباس پہن کر فوراً کوفہ پہنچ گیا۔ مختار اس روز کوفہ سے باہر نکلا ہوا تھا۔ دور سے ایک سوار آتا ہو نظر آیا۔

مختار نے کہا۔ ''یہ کون آ رہا ہے؟ اسے میرے پاس لاؤ''۔ جب وہ نزدیک آیا تو مختار نے پہچان لیا کہ یہ وہی ازدی ہے۔ مختار نے اس سے پوچھا۔ ''اے بھائی ازدی! یہ کیا ماجرا ہے کہ تو اس حال میں میرے پاس آیا ہے؟''۔ ازدی نے کہا۔ ''عامر بن ربیعہ نے جب آپ کو بخشش کردہ خلعت اور رقم دیکھی تو مجھے پکڑ لیا اور مجھ سے سب کچھ چھین کر میرے قتل کا حکم دیا۔

میرے وطن کے لوگوں نے میری سفارش کر کے مجھے آزاد کرایا اور میں وہاں سے واپس آ گیا ہوں''۔ راوی بیان کرتا ہے کہ مختار نے اس کی داستان سن کر پانچ ہزار دینا اور ایک خلعت عطا کی اور کہا۔''آرام سے یہاں قیام کر''۔

جب اس ازدی نے مختار کی یہ بخشش اور لطف دیکھا تو گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ اپنے دل میں کہنے لگا۔ اے نفس! یہ دنیا فانی ہے اور آخرت باقی رہنے والی ہے۔ مختار، ابراہیم اور ان کا لشکر مومن ہیں۔ یہاں اب تک میں نے کوئی لہو ولعب کی صدائیں نہیں سنیں۔ نہ شراب وکباب دیکھا ہے۔ بلکہ ان کا کام ذکر خدا، ذکر رسولؐ اور تلاوت قرآن کے سوا کچھ نہیں۔ ان میں اگر کوئی کسی مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے تو زبان پر یہ کلمہ ہوتا ہے۔ خدا اہل بیتؑ پر ظلم کرنے والوں پر لعنت کرے''۔ اگر پانی پیتے ہیں تو کہتے ہیں۔''خدا ان پر لعنت کرے جنہوں حسین علیہ السلام پر پانی بند کیا اور ان پر ظلم کیا''۔ میں خدا کی قسم کھا کر یہ عہد کرتا ہوں کہ میں آخرت کو دُنیا کے لیے فروخت نہیں کروں گا۔ اس کے بعد اٹھا اور مختار کے پاس آ کر اس کے پاؤں کو بوسہ دیا اور کہا۔''اے امیر آپ سے تنہائی میں کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں''۔

مختار اسے لے کر تنہائی میں آ گیا۔ اس ازدی نے عامر بن ربیعہ کا سارا منصوبہ اسے بتایا اور کہا کہ اس کے لشکر میں اس کے جاسوس ہیں جن کی تعداد چودہ ہے اور یہ ان کے نام ہیں۔ عامر کا وہ خط نکال کر مختار کے سامنے رکھ دیا جو اس نے اپنے جاسوسوں کے نام لکھا تھا اور کہنے لگا۔''میرے آقا! میں غور کرنے پر اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ دُنیا فانی ہے اور آخرت باقی رہنے والی ہے۔ لہٰذا میں نے خدا سے توبہ کی ہے''۔ مختار نے اس کا شکریہ ادا کیا اور کہا۔''احسنت اے برادر عربی''۔ اس کے بعد اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور ابراہیم کو عامر بن ربیعہ کے منصوبے اور چودہ جاسوسوں کے بارے میں جو اس لشکر میں موجود ہیں بتایا۔ اس کے بعد مختار نے ان چودہ جاسوسوں کو جو لشکر میں اکٹھے رہتے تھے بلوایا اور اپنا عمامہ سر سے اتارا اور تلوار کھینچ کر ایک کے سوا سب کو قتل کر دیا۔

مختار اور ابراہیم کے قتل کے منصوبے کا اعتراف

راوی بیان کرتا ہے کہ اس کے بعد ابراہیم اس ایک جاسوس کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ "امیر نے جو کچھ کیا ہے وہ اس پر پشیمان ہے۔تو سچ بتا کہ اصل قصہ کیا تھا اور تم اس پر منصوبہ پر کیسے عمل کرنا چاہتے تھے؟"۔اس شخص نے ابراہیم سے کہا۔ "اے ابراہیم! خدا کی قسم اب مختار چاہے پشیمان ہو یا نہ ہو،ہم تمہارے اور مختار کے قتل کرنے کے لیے موقع کی تلاش میں تھے۔لیکن ہمیں اس سے پہلے ہی پکڑ لیا گیا ۔اور یقین کرو کہ تم لوگوں نے ہم پر کوئی ظلم نہیں کیا ہے"۔

ازدی شخص کی قدردانی اور احترام

مختار نے اس ازدی شخص کو بہت قیمتی خلعت دی اور اپنے سارے ساتھیوں سے کہا تم میں سے جو بھی حسین علیہ السلام کو دوست رکھتا ہے وہ اس ازدی کو کوئی نہ کوئی تحفہ دے۔چنانچہ سارے لشکر والوں نے ازدی کو لباس درہم اور دینار وغیرہ اس قدر دیئے کہ اس کے قد کے برابر ڈھیر لگ گیا۔ازدی نے مختار سے کہا۔ "اے امیر! خدا کی قسم میں کوئی چیز یا درہم و دینار قبول نہیں کروں گا۔اور یہ اصحاب حسین علیہ السلام اس مال کے مجھ سے زیادہ حق دار ہیں۔اگر مال کی خواہش ہوتی تو عامر بن ربیعہ مجھے بہت کچھ دینا چاہتا تھا۔مجھے تو اب محض خدا کی خوشنودی درکار ہے"۔

عامر بن ربیعہ کی گرفتاری کا منصوبہ

اس کے بعد ازدی کہنے لگا۔ "اے امیر! کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں عامر بن ربیعہ کو دست بستہ تمہارے سامنے لے آؤں؟"۔مختار نے پوچھا۔ "وہ کیسے؟"۔ازدی بولا۔ "ابراہیم کو میرے ساتھ بھیج دے۔ہم دونوں عامر بن ربیعہ کے لشکر کے پاس جاتے ہیں۔ابراہیم وہاں چھپ کر بیٹھ جائے گا۔میں اس کے پاس جا کر یہ کہوں گا۔میں نے تمہارا خط جاسوسوں کو دے دیا تھا۔اب میرے ساتھ ان میں سے ایک تم سے عہد و پیمان کے متعلق اطمینان کرنے آیا ہے کہ اگر

مختار کو قتل کر دیں تو ان کو کون سے بڑے عہدے اور انعامات دیئے جائیں گے۔ لٰہذا تو میرے ساتھ اپنے لشکر سے ہٹ کر ایک طرف آ کر اس سے مل لے"۔ ابراہیم یہ گفتگو سن کر بہت خوش ہوا اور کہنے لگا۔ یہ بہترین رائے اور مشورہ ہے"۔ اس کے بعد ابراہیم اور ازدی عامر بن ربیعہ کے لشکر کے پاس جا پہنچے۔ لشکر کے محافظوں نے ان دونوں کو دیکھ کر حراست میں لے لیا۔ بعد میں ازدی کو پہچان کر اس سے پوچھا۔ "یہ دوسرا شخص کون ہے؟"۔ ازدی نے کہا۔ "میرا ایک چچا زاد بھائی ہے"۔

راوی کہتا ہے کہ یہ سن کر محافظ عامر کے پاس گئے اور کہا۔ "اے امیر وہ ازدی جو تو نے مختار کی طرف بھیجا تھا وہ آیا ہے۔ اس کے ساتھ ایک اور شخص بھی ہے جسے ہم نہیں پہچانتے۔ لیکن وہ اسے اپنا چچا زاد بتاتا ہے۔ عامر نے کہا۔ "ان دونوں کو میرے پاس لے آؤ"۔ چنانچہ ازدی اور ابراہیم کو عامر کے سامنے لے آئے۔ ابراہیم نے چہرے پر نقاب ڈالی ہوئی تھی۔ عامر نے دیکھتے ہی پہچان لیا اور کہا۔" اللہ اکبر! اے ابراہیم اپنی نقاب الٹ دو۔ تم سمجھتے ہو کہ میں تمہیں نہیں پہچانوں گا۔ خدا کی قسم میں اب تم کو اس بری طرح قتل کروں گا کہ مشرق و مغرب میں لوگ اس کا چرچا کریں گے"۔

ابراہیم کے قتل کا قصد

عامر نے اپنے لشکریوں سے کہا ابراہیم کو مضبوطی سے جکڑ لیں۔ چنانچہ انہوں نے اسے گھیرے میں لے کر رسیوں سے باندھ دیا۔ پھر عامر بولا۔ "میری تلوار اور چمڑے کا ٹکڑا لاؤ۔ تلوار اور چمڑہ لایا گیا۔ وہ غروب آفتاب کا وقت تھا۔ لشکریوں میں سے ایک نے کہا۔ "اے امیر اس وقت رات کی سیاہی پھیل رہی ہے۔ ابراہیم مختار کا ایک بڑا جرنیل اور اس کا دوست بھی ہے۔ بہتر ہوگا کہ ابراہیم کو صبح کے وقت قتل کرو اور تمام لشکر کو نفیریاں اور طبل بجا کر ابراہیم کو قتل ہوتے ہوئے دیکھنے کی دعوت دو اور ابراہیم کے قتل کے بعد مختا کے لشکر کی طرف رخ کرنا۔ عامر نے اس کی یہ رائے پسند کی اور صبح کو دونوں کو قتل کرنے کا فیصلہ کیا۔

ابراہیم اور ازدی اپنی شہادت کے انتظار میں

اس کے بعد عامر نے ابراہیم اور ازدی کو اپنے محافظوں کے سپرد کیا اور ان محافظوں پر اپنے خاص مصاحبین میں سے چار سو سپاہی متعین کیے تاکہ دیکھیں کہ وہ رات بھر کیسے نگرانی کرتے ہیں۔ چنانچہ ابراہیم اور ازدی کو رات کو ایک خیمے میں الگ رکھا گیا اور دونوں کے ہاتھ پاؤں کو زمین میں میخیں گاڑ کر جکڑ دیا گیا۔ راوی بیان کرتا ہے کہ جب سارے محافظ اور لشکری سو گئے تو خداوند تعالیٰ نے جو حی و قیوم ہے، ابراہیم اور ازدی کو بصورت الہام اس حالت سے مطلع کیا۔ ازدی پر اچانک سخت گریہ طاری ہوا۔ ابراہیم نے ازدی سے کہا۔ ''معلوم ہوتا ہے کہ تو موت کے ڈر سے رو رہا ہے''۔ ازدی بولا۔ ''ہاں کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ کل صبح موت یقینی ہے''۔ ابراہیم نے کہا۔ ''کیا خوش نہیں کہ کل تو خدا کے حضور اور رسولؐ اللہ امیر المومنین، جناب فاطمہؑ، جناب حسنؑ اور جناب حسینؑ کی خدمت میں ہوگا۔ جونہی ہم شہادت پائیں گے اللہ تعالیٰ فوراً ہمیں ان بزرگان کے ساتھ ملحق کر دے گا''۔

ابراہیم اور ازدی کی رہائی

محافظوں کا ایک رئیس جاگ رہا تھا۔ اس نے ابراہیم کی یہ ایمان افروز باتیں سنیں اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اس پر خوف خدا طاری ہوا اور دل میں کہنے لگا۔ ''اے پروردگار ابراہیم سچ کہتا ہے۔ اے میرے نفس تجھ پر لعنت ہو۔ قیامت کے روز جب تیری پیشی خدا اور رسولؐ کے سامنے ہوگی تو وہاں پر تو کیا جواب دے گا؟ کیا عذر پیش کرے گا؟ خدا کی قسم میں اس ظالم کی مدد نہیں کروں گا۔ جس نے اہل حق کے خلاف محاذ قائم کیا اور اپنے دین سے پھر گیا ہے۔ وہ رئیس اسی وقت اٹھا اور ابراہیم سے کہنے لگا۔ ''جو تیرے اوپر محافظ مقرر ہیں وہ سب کے سب سو رہے ہیں۔

تیری باتیں سن کر میں خوف خدا سے رو رہا ہوں۔ میں تجھے اور ازدی کو رہا کرتا ہوں''۔ اس نے دونوں کی رسیاں کھول دیں اور اپنی تلوار ابراہیم کو دے کر کہا۔ ''یہ

میری تلوار تیرے حوالے ہے۔ اس سے اپنی حفاظت کرو اور فوراً یہاں سے دور چلے جاؤ''۔ چنانچہ راوی کہتا ہے کہ ابراہیم اور ازدی اس لشکر سے تیزی سے نکل گئے۔ جب اس رئیس کو یقین ہوگیا کہ اب ابراہیم دور جا چکا ہے تو تمام لشکر میں شور بلند کر دیا کہ دونوں قیدی فرار ہوگئے ہیں''۔

عامر بن ربیعہ کا ابراہیم اور ازدی کا تعاقب کرنا

جونہی عامر بن ربیعہ نے یہ صدا سنی فوراً اٹھا، تلوار ہاتھ میں لی اور گھوڑے پر سوار ہوگیا۔ حالانکہ ابھی تک اس پر نیند کا غلبہ تھا۔ پورے لشکر کو آوازیں دیتا تھا۔ وائے ہو تم پر۔ جلد اٹھو۔ ابراہیم اور ازادی بھاگنے نہ پائیں۔ ان کو ہر حال میں پکڑنا ہے''۔

تمام لشکر والے اپنی سواریوں پر سوار ہو کر اس کے ساتھ چل پڑے۔ جونہی ابراہیم اور ازدی نے عامر کے لشکر کے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آوازیں سنیں عامر نے ابراہیم سے کہا۔ میں تو اس ریت میں کہیں چھپ جاؤں گا۔ یہ کہہ کر ریت اپنے اوپر ڈال کر اپنے آپ کو چھپالیا۔ ابراہیم بیان کرتا ہے کہ میں اکیلا پریشانی کے عالم میں کھڑا تھا کیونکہ وہاں پر سوائے ذات باری کے کسی کا سہارا نہ تھا۔ اچانک ایک بڑا درخت نظر آیا۔ میں فوراً اس درخت پر چڑھ گیا اور اللہ نے مجھے اس کی شاخوں میں چھپالیا۔ اس دوران عامر کا سارا لشکر ہماری تلاش میں صحرا میں ساری رات ادھر ادھر مارا مارا پھرتا رہا۔ یہاں تک کہ دن خوب نکل آیا اور دھوپ تیز ہوگئی۔

راوی بیان کرتا ہے کہ دوپہر تک ابراہیم اس درخت پر اپنی زندگی سے مایوس چھپا بیٹھا رہا۔ خدا نے اسے دشمنوں کی آنکھوں سے پوشیدہ کیا ہوا تھا۔ ابراہیم بیان کرتا ہے کہ ظہر کے وقت تک لشکر والے اس بیابان میں منتشر ہو چکے تھے۔ کیونکہ سورج کی گرمی میں بھاگ بھاگ کر وہ نیم بیہوشی کے عالم میں پہنچ گئے تھے۔ ان میں سے ایک درخت کے قریب زمین پر بیہوش پڑا تھا۔ میں نے چاروں طرف نظر دوڑائی اس شخص کے سوا کوئی اور نظر نہ آیا۔ جب اس بیہوش شخص کو غور

سے دیکھ تو وہ عامر بن ربیعہ خود ہی تھا۔ دل میں سوچا۔ "اے پروردگار! تو کس طرح اس دُشمن خدا اور سول کو میر ے سامنے لے آیا ہے"۔

تھوڑی دیر بعد عامر اٹھا اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اس درخت کے نیچے آ گیا۔ وہ اپنی آنکھیں بیابان کے چاروں طرف گھمار ہا تھا کہ شاید اس کا کوئی لشکری نظر آ جائے۔ اس پر پیاس کی شدت کا بھی غلبہ تھا۔ اس نے گھوڑے کی پیٹھ درخت کی طرف اور اس کا رخ بیابان کی طرف تھا۔ ابراہیم کہتا ہے کہ میں نے وہ وقت غنیمت جانا اور نہایت خاموشی سے درخت سے گھوڑے کی پشت پر کودا۔ عامر کو گردن سے پکڑ کر گھوڑے سے نیچے گرا اس کے سینے پر چڑھ کر اس کی داڑھی کو پکڑ کر کھینچا۔ عامر نے مجھے دیکھ کر کہا۔ "وائے ہو۔ یہ تو ہے؟" میں نے کہا۔ "اے دُشمن خدا! تو نے مجھے کتنا یاد رکھا ہوا ہے۔ میں وہی ابراہیم بن مالک اشتر ہوں جسے تو کل مارنا چاہتا تھا۔ اور اب خدا کے فضل سے تو میرے قابو میں ہے"۔ اس کے بعد تلوار سے اس کا گلا کاٹ کر نعرہ بلند کیا۔ "یا ثارات الحسینؑ"!

ابراہیم اور مختار کی ملاقات

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے عامر کا سر نیزے پر اٹھایا اور اس کے گھوڑے پر جو تیز رفتاری میں مشہور تھا سوار ہو کر کوفہ پہنچا۔ کوفہ میں میری آمد چار روز کے بعد ہوئی تھی۔ مختار نے میری تلاش میں اپنے لشکر کے کئی لوگ ادھر ادھر بھیجے ہوئے تھے۔ مختار کا خیال تھا کہ میں ازدی کسی مقابلے میں دُشمن کے ہاتھوں چڑھ گئے ہیں۔ مختار اسی پریشانی کے عالم میں ڈوبا ہوا تھا کہ اچانک ابراہیم کو آتے دیکھا۔ پھر عامر ملعون کے سر پر نظر پڑی۔ مختار اٹھ کر ابراہیم سے گلے ملا۔ ایک دوسرے کو سلام کیا۔ اس کے بعد مختار نے پوچھا۔ "اے امیر! اتنے دن سے آپ کہاں تھے؟ اور یہ کس کا سر ہے؟" ابراہیم نے کہا۔ "میں چار روز عامر بن ربیعہ کے لشکر میں رہا ہوں اور یہ سر اسی ملعون کا ہے"۔ اور پھر سارا قصہ اوّل تا آخر مختار کو کہہ سنایا۔ مختار اور تمام لشکر والے یہ سن کر کہ کس طرح سے خداوند تعالیٰ نے ابراہیم کو عامر پر کامیابی دی۔ وہ انگشت بدندان رہ گئے۔

اس کے بعد مختار۔ نے پوچھا۔ ''ازدی کو کیا ہوا؟ اور اب وہ کہاں ہے''۔ابراہیم نے کہا۔ ''آخری جگہ جہاں ہم ایک دوسرے سے جدا ہوئے وہ بیابان تھا جہاں ازدی اپنے اوپر ریت ڈال کر چھپ گیا تھا۔اس کے بعد معلوم نہیں کہ اس پر کیا گزری''۔

مختار کا عامر بن ربیعہ کے منتشر لشکر کا تعاقب

ابراہیم نے مختار سے کہا۔ ''اے امیر! اب بیٹھنے کا وقت نہیں''۔ چنانچہ مختار نے فوراً تمام لشکر کو جو چوبیس ہزار جوانوں پر مشتمل تھا حکم دیا کہ گھوڑوں پر سوار ہوکر عامر بن ربیعہ کے لشکر کی تلاش میں جائیں۔راوی بیان کرتا ہے کہ ہم ایک دن اور ایک رات کی مسافت کے بعد عامر کے لشکر تک پہنچے۔وہاں صحرا میں تاحد نظر ریت ہی ریت دکھائی دیتی تھی۔جہاں پر دُشمن کے لشکر نے اپنے امیر عامر بن ربیعہ کو گم کیا تھا وہاں سے قدموں کے نشان دیکھ کر چلنے لگے۔جونہی عامر کے سوار نظر آئے مختار، ابراہیم اور تمام لشکر والوں نے اپنی تلواریں نکال کر نعرہ بلند کیا۔یا ثارات الحسینؑ''۔اور دُشمن پر حملہ کر دیا۔ایک گھنٹہ نہ گزرا تھا کہ دُشمن کے سپاہی کچھ تو زخم کھا کر مر گئے اور کچھ وہاں سے فرار ہو گئے۔مختار نے مال غنیمت اکٹھا کیا اور کچھ سواروں کو حراست میں لیا۔ہلاک شدگان کے سر کاٹ کر نیزوں پر بلند کئے اور کچھ اونٹوں پر لاد لئے۔مال غنیمت اور گھوڑے وغیرہ سب اکٹھے کر کے کوفہ روانہ ہو گئے وہ ''ثارات الحسینؑ''! کے نعرے بلند کرتے جاتے تھے۔

اس کے بعد مختار نے حکم دیا کہ ان قیدیوں میں وہ لوگ جو کربلا میں موجود تھے حاضر کئے جائیں چنانچہ ان میں بہت سے ایسے تھے جن کی تفصیل بیان کرنا ممکن نہیں۔شرجیل اور حصین وغیرہ بھی ان میں شامل تھے۔

حصین بن نمیر کا قتل

مختار نے حصین سے کہا۔ ''تمام تعریفیں اس خدا کے لیے ہیں جس نے تجھ لعین کو میرے قابو میں دیا''۔اس کے بعد اس کا گوشت قینچی سے کاٹ کاٹ کر اسے ہلاک کر دیا۔

شرجیل کا قتل اور آگ میں جلانا

یہ شرجیل جس نے کربلا میں پیچھے سے چھپ کر امام حسین علیہ السلام پر حملہ کیا تھا اور زخم لگائے تھے جب مختار کے سامنے لایا گیا تو مختار نے اس سے کہا۔ "خدا کی حمد ہے کہ جس نے تجھے اس حالت میں میرے حوالے کیا"۔ اس کے بعد اسے قتل کر کے آگ میں ڈال دیا۔

حرملہ تیرانداز

جونہی مختار کی حرملہ پر نظر پڑی۔ زاروقطار رو کر کہنے لگا۔ "وائے ہو تجھ پر۔ تو جو کربلا میں اور جو ظلم کر چکا تھا تو نے اسے کافی نہ سمجھا کہ تو نے اپنے تیر سے شیر خوار بچے کو ذبح کر ڈالا۔ او دُشمن خدا! تو نے یہ بھی خیال نہ کیا کہ وہ فرزند پیغمبرؐ کا لخت جگر ہے"۔ اس کے بعد حکم دیا کہ اس لعین پر تیروں کی بارش کی جائے۔ چنانچہ اسے تیروں سے ہلاک کیا گیا۔ (خدا کی لعنت ہو اس پر) اس کے بعد باقی لعینوں کو بھی باری باری بلا کر ہلاک کیا۔

لعینوں کے سروں کا مدینہ بھیجنا

اس کے بعد تمام سروں کو جمع مال غنیمت کے حضرت محمد حنفیہ کی خدمت میں مدینہ بھیج دیا اور انہیں ساری روداد بھی لکھ بھیجی۔

مختار کی حکومت کا استحکام

اس عرصہ میں جب مختار کی حکومت کو استحکام حاصل ہو گیا تو باقی شہروں میں اپنے قاضی روانہ کر دیئے تا کہ لوگوں کو انصاف مہیا کریں۔ پھر ایک روز مختار کو یہ اطلاع ملی کہ شمر ملعون کی سر بریدہ لاش مل گئی ہے۔ امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں میں سب کا صفایا ہو چکا تھا لیکن اب تک عمر بن سعد۔ اشعث بن قیس اور اس کا بھائی محمد ہاتھ نہیں لگے تھے۔

عمر سعد کی گرفتاری اور قتل

کافی عرصہ تک تو عمر سعد چھپا رہا۔آخر ایک روز مختار نے اس کے ٹھکانے کا پتہ چلا کر اسے گرفتار کرلیا۔جب عمر سعد مختار کے سامنے آیا تو مختار نے اس سے کہا۔"اے پسر سعد! تو نے حسینؑ کے شیر خوار بچے کو شہید کیا۔خداوند تعالیٰ تجھے تیرے کنبے میں بے آبرو کرے کہ تو نے حرمت پیغمبرؑ علیہ السلام کا بھی کوئی لحاظ نہ کیا"۔یہ سن کر عمر سعد یہ اشعار پڑھنے لگا۔

"خدا کی قسم! میں نہیں جانتا کہ میں سچ بول رہا ہوں کہ نہیں۔میں دو بڑی آرزوؤں کے درمیان پھنس گیا تھا۔یا تو ملک کی حکومت مجھ سے جاتی تھی جو میری سب بڑی آرزو تھی یا پھر حسین علیہ السلام کو قتل کر کے گنہگار بنتا تھا۔حسین علیہ السلام میرا چچا زاد تھا اور اس کا قتل عظیم مصیبت تھی۔دوسری طرف رے میری آنکھوں کی ٹھنڈک تھی۔لوگ کہتے ہیں خدا نے بہشت اور جہنم خلق کئے تاکہ لوگوں کو جزا و سزا دے۔اگر وہ سچ کہتے ہیں تو میں ان سے کہوں گا کہ میں خدائے رحمٰن کی دو سال بعد توبہ کرلوں گا۔اور اگر یہ سب جھوٹ ہے تو دُنیا میں ایک بہت بڑی سلطنت کا مالک بن جاؤں گا۔خداوند عرش میری خطاؤں کو معاف کردے۔کیونکہ جن و انس میں سب سے زیادہ ظلم کیا ہے۔لیکن دُنیا کا نفع جلد ملنے والا ہے اور کوئی عقلمند نقد کو ادھار کے لیے نہیں چھوڑتا"۔

یہ اشعار سن کر مختار نے کہا۔"وائے ہو تجھ پر اگر تو اس وقت یہ اشعار نہ پڑھتا تو میں تجھے بری طرح معذب نہ کرتا۔اور دُشمن خدا! کیا ایک مسلمان کا یہی عقیدہ ہوتا ہے۔خدا کی قسم اگر تجھ میں ذرا سی بھی مسلمانی ہوتی تو کبھی یہ ظلم نہ کرتا۔

میں تجھ سے جو پوچھتا ہوں اس کا جواب دے۔جب حسین علیہ السلام زین سے زمین پر تشریف لائے تو کیا فرماتے تھے؟"۔عمر سعد اچانک گویا ہوا۔"تم پر ایک جوان مسلط ہوگا جو تمہارا خون بہائے گا اور کوفہ میں اس کی حکومت جتنا عرصہ خدا کو منظور ہوگا قائم رہے گی اور جو قاتلین ہیں ان میں سے

ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑے گا''۔

اس کے بعد مختار نے اپنا جوتا پہنا اور اس ملعون کو بھی ابن زیاد کی طرح سے ہلاک کیا اور اس کا جسم آگ سے جلا دیا۔

ابن زیاد اور دیگر قاتلین کے سروں کی حضرت محمد حنفیہ کے پاس روانگی

اس کے بعد تمام قاتلین کے سر مدینہ حضرت محمد حنفیہ کی خدمت میں روانہ کر دیئے۔ امام علی بن الحسین علیہ السلام اس وقت مکہ میں تشریف رکھتے تھے مختار نے یہ خط بھی مدینہ روانہ کیا۔

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'۔ میں نے آپ کے شیعوں اور دوستوں کو آپ کے بھائی شہید مظلوم (امام حسینؑ) کے دُشمنوں سے انتقام کے لیے تیار کیا تھا۔ انہوں نے خدا اور رسولؐ کے دُشمنوں کے خلاف اپنی تلوار برہنہ کر دی۔ خدا نے انہیں کامیابی دی ہے اور دُشمن نے شکست کھائی ہے اور وہ ایسے منتشر ہوئے ہیں کہ اب ان کا نام ونشان تک باقی نہیں ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ میں نے آپ کے دُشمنوں سے انتقام لے لیا ہے اور ان کو آگ میں جلا دیا ہے۔ آپ کو' مجھے اور تمام مومنوں کو اب کچھ دلی سکون ملا ہے۔ میں ابن زیاد اور دوسرے بنی امیہ کے لوگوں اور ان کے ساتھیوں کہ جنہوں نے قتل حسین علیہ السلام میں شرکت کی ہے کہ سر آپ کے پاس بھیج رہا ہوں''۔ شاید آپ کے غم ورنج کو کم کر سکیں۔ مزید آپ کے حکم کا منتظر رہوں گا۔ والسلام''۔

جونہی قاصد حضرت محمد حنفیہ کے پاس پہنچا۔ انہوں نے خط پڑھ کر سر سجدہ میں رکھ دیا اور خدا کا شکر بجالائے۔

ظالمین کے سروں کا امام زین العابدینؑ کی خدمت میں لانا

اس کے بعد ابن زیاد لعین کے سر کو جناب محمد حنفیہ نے اپنے بھتیجے علی بن

الحسین علیہ السلام کی خدمت میں بھجوایا۔ جب وہ سر امامؑ کی خدمت میں لایا گیا تو آپ کھانا کھا رہے تھے۔ آپ نے فرمایا "الحمد للہ رب العالمین جب میں اس ملعون کے سامنے لے جایا گیا تھا اور میرے بابا کا سر میرے سامنے اس کے پاس لائے تھے تو یہ کھانا کھا رہا تھا اس وقت میں نے خداوند تعالیٰ سے یہ دُعا کی تھی کہ خدایا! مجھے اس وقت تک موت نہ دینا جب تک میں ابن زیاد ملعون کا سر اسی طرح کھانا کھاتے ہوئے نہ دیکھ لوں۔ خدا کا شکر ہے کہ میں بھی کھانا کھا رہا ہوں اور اس ملعون کا سر میرے پاس آیا ہے اللہ تعالیٰ نے میری دُعا قبول کر لی ہے۔

بعد میں وہ سر ابن زبیر کے پاس بھیج دیا گیا۔

ابن زیاد کے منہ میں سانپ

ابن زیاد کے سر کو جب نیزہ پر بلند کیا اور زور سے جھٹکا دیا گیا تو اس کے منہ سے ایک سانپ ناک کے راستے نکل کر گر گیا اور منہ میں داخل ہو گیا۔ سانپ اس کی زبان کے نیچے بیٹھا تھا اور ناک میں سے نکلتا تھا اور منہ میں داخل ہوتا تھا۔ پھر سانپ یہی عمل دہراتا یعنی ناک کے ذریعے داخل ہو کر منہ سے نکلتا تھا۔ اس کے بعد ابن زبیر نے کہا کہ سر کو مکہ سے باہر کسی درے میں پھینک آئیں۔

امام سجاد علیہ السلام کا حرملہ معلون سے اظہار نفرت

منہال بن عمرو روایت کرتا ہے۔ میں مکہ سے واپس مدینہ پہنچا تو امام سجاد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے سلام کیا۔ امام نے جواب سلام دیا۔ پھر فرمایا۔ "اے منہال! حرملہ بن کاہل اسدی کے متعلق کچھ معلوم ہے؟"۔ میں نے عرض کیا۔ "جب میں کوفہ سے چلا ہوں تو وہ ملعون زندہ تھا"۔ یہ سن کر مولا علی بن الحسین علیہ السلام نے آسمان کی طرف ہاتھ بلند کئے اور فرمایا۔ "خدایا! اسے موت سے پہلے دُنیا میں گرم لوہے اور آگ سے جلا"۔ منہال کہتا ہے۔ جب میں کوفہ واپس پہنچا تو اس وقت وہاں پر مختار ابن عبید اللہ ثقفی انتقام خون حسین علیہ السلام کے لیے قیام کر چکا تھا اور بہت سے ملعونوں کو فی النار کر چکا تھا۔ چونکہ مجھ سے مختار کی دوستی تھی۔

میں نے سفر سے آ کر چند روز آرام کیا۔ جب ملاقات کرنے والوں کا سلسلہ کچھ کم ہوا تو میں ایک روز کسی کام سے گھر سے نکلا۔ راستے میں مختار سے ملاقات ہوئی۔ میں نے سلام کیا۔ اس نے جواب سلام دیا اور کہنے لگا۔ ''منہال تم کہاں تھے؟ ملاقات تک کو نہ آئے اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں خود دُشمنان خدا اور رسولؐ پر کامیابی دی اس کی مبارک باد بھی تم نے نہیں دی''۔ میں نے عرض کیا۔ ''اے میری آقا! میں مکہ گیا ہوا تھا اب واپس آیا ہوں''۔ میں مختارؒ کے ساتھ کچھ دور تک چلا یہاں تک کہ ایک کلیسا کے پاس آ کر مختار رک گیا جیسے کسی چیز کی تلاش میں ہو۔ اس سے پہلے مجھے حرملہ کے متعلق مختار نے بتلا دیا تھا کہ میں اس کی تلاش میں نکلا ہوں۔ مختار نے بہت سے لوگوں کو حرملہ کی تلاش میں ادھر ادھر بھیجا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر میں کچھ لوگ بھاگتے ہوئے مختار کے پاس آئے اور کہا۔ اے امیر! تجھے خوشخبری ہو۔ حرملہ بن کاہل اسدی کو ہم گرفتار کر لائے ہیں۔ حرملہ جب مختار کے سامنے لایا گیا تو اس کے دونوں بازؤں میں رسیاں بندھی ہوئی تھیں۔ مختار نے اسے دیکھ کر کہا۔ اے دُشمن خدا! اس خدا کی حمد ہے جس نے تجھے اس حال میں میرے سامنے لا کھڑا کیا۔

حرملہ کا قتل

اس کے بعد مختار نے کہا۔ ''جلاد کہاں ہے؟''۔ جب جلاد سامنے آیا تو مختار نے کہا۔ ''اس کے ہاتھ پاؤں قطع کرو''۔ پھر کہا۔ ''آگ روشن کرو''۔ جب آگ روشن ہوگئی تو لوہے کا ایک بہت بڑا ٹکڑا آگ میں ڈالا۔ وہ سرخ ہوا اور اس کے بعد جب گرمی آتش سے سفید ہوا تو آگ سے نکال کر حرملہ کی گردن پر رکھ دیا گیا۔ حرملہ نے چیخنا چلانا شروع کیا۔ یہاں تک کہ اس کی گردن جدا ہوگئی۔ یہ منظر دیکھ کر منہال نے ''سبحان اللہ'' کہا۔ مختار نے منہال سے پوچھا۔ ''اے منہال یہ خدا کی تسبیح کسی اچھی شئے کو دیکھ کر پڑھی جاتی ہے۔ یہ کون سا مقام ہے کہ تم نے سبحان اللہ کہا ہے؟''۔ منہال نے جواب دیا۔ ''اے امیر! سن۔ جب میں مکہ سے واپس ہوا ہوں تو امام زین العابدینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے پوچھا۔ ''حرملہ بن الکاہل اسدی اپنے انجام کو پہنچا یا نہیں؟''۔ میں نے عرض کی۔ ''مولا جب میں کوفہ سے چلا ہوں تو وہ زندہ تھا''۔ امام نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر کے فرمایا۔ ''یا اللہ! اسے اس دُنیا میں گرم لوہے اور آگ سے جلا۔ ''مختار بولا۔ ''تجھے خدا کی قسم۔ سچ بتا۔ تو نے مولا سے یہ خود سنا ہے؟''۔ میں نے کہا۔ ''میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مولا نے یہی فرمایا تھا''۔

یہ سن کر مختار اپنی سواری سے فوراً نیچے اتر آیا اور دو رکعت نماز شکرانہ خدا کے حضور بجالایا۔ اس کے بعد ہم دونوں وہاں سے واپس چلے۔ جونہی میرے گھر کے نزدیک پہنچے میں نے عرض کی۔ ''اے امیر! آپ کا کرم ہوگا کہ آپ میرے گھر کے اندر تشریف لائیں اور جو نان و نمک حاضر ہے تناول فرمائیں''۔ مختار کہنے لگا۔ ''اے منہال! تو خوب جانتا ہے کہ میرے مولا علی بن الحسینؑ تین دُعائیں کی تھیں جو پوری ہوئیں۔ الحمد اللہ رب العالمین (اس لیے آج میں روزے سے ہوں تا کہ خدا کا شکر ادا کروں کہ اس کے بعد مختار وہاں سے چلا گیا۔

مختار کی جنگ کا خاتمہ مصعب بن زبیر سے مختار کی جنگ

اس کے بعد مصعب ابن زبیر خلافت کا دعویدار بن کر بصرہ گیا اور وہاں پر ایک بہت بڑا لشکر جمع کیا اور کوفہ کا رخ کیا۔ جب مختار کو یہ خبر ملی تو وہ بھی اپنا لشکر لے کر اس کے مقابلے پر نکلا۔ مصعب اور مختار کے لشکر نہر الدیر کے نزدیک آ کر رکے۔

مصعب نے ایک قاصد مختار کے پاس بھیجا کہ وہ کوفہ میں داخل ہونا چاہتا ہے۔ مختار کی فوج اس کے سدراہ ہوئی۔ آخر وہاں پر دونوں کی جنگ ہوئی۔ مصعب کو کامیابی ہوئی وہ کوفہ میں داخل ہوگیا اور دارالامارہ میں قیام کیا۔ چالیس روز کوفہ میں ٹھہرا۔ اس دوران مختار اور اس کے ساتھیوں کے لیے وہاں پر رہنا مشکل ہوگیا۔ یہ حالات دیکھ کر مختار نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ اب کوفہ سے باہر نکل جانا ضروری ہے ورنہ ہم گھر جائیں گے۔ اس کے ساتھیوں نے اس کی رائے پسند کی۔

مختار کی آخری جنگ اور شہادت

اس کے بعد مختار مع ساتھیوں کے کوفہ سے نکلا۔ لیکن دوبارہ مصعب کی فوجوں سے مقابلہ ہوا۔ سخت جنگ ہوئی۔ جنگ کرتے ہوئے مختار دُشمن کی صفوں کے اندر چلا گیا۔ مختار کے ساتھی اسے ادھر ادھر تلاش کرتے رہے لیکن وہ کہیں نظر نہ آیا۔

انہوں نے گمان کیا کہ شاید مختار فرار ہو گیا ہے ادھر ادھر دیکھتے رہے لیکن کوئی نظر نہ آیا۔ مختار نے خیال کیا کہ شاید سب فرار ہو گئے۔ مختار نے اپنے آپ کو تنہا سمجھ کر اپنی پشت دارالامارہ کی دیوار سے لگا کر تن تنہا جنگ کرنا شروع کر دی یہاں تک کہ شہادت پائی۔ (خدا اس پر رحمت کرے اور اس کے مرقد کو منور کرے)

عبدالملک بن مروان سے مصعب کی جنگ

مصعب نے بہت کم عرصہ حکومت کی۔اس دوران عبدالملک بن مروان نے اس کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔مصعب بھی اپنا لشکر لے کر ''ناحیہ سواد جبل'' کے علاقے رماجیہ کے مقام پر عبدالملک کے سامنے آ گیا۔

عبدالملک کی کامیابی اور مصعب کی ہلاکت

عبدالملک نے مصعب پر فتح پائی اور اسے قتل کر کے اس کا سر کوفہ کے دار الامارہ میں لایا گیا عبدالملک مصعب کا سر سونے کے طشت میں رکھ کر بیٹھتا تھا۔

کوفہ میں ناپائیدار حکومتیں

عبدالملک کے دربار میں کوفہ کے ایک بوڑھے آدمی نے ایک روز لا الہ الا اللہ کا کلمہ پڑھ کر عبدالملک کے سامنے کہا۔''میں نے ایک عجیب خواب دیکھا ہے''۔ عبدالملک نے پوچھا۔''اے مرد بزرگ! کیا دیکھا ہے؟''۔اس نے کہا۔''میں نے سر حسین علیہ السلام کو ابن زیاد کے سامنے طشت میں رکھا ہوا دیکھا ہے۔ابن زیاد کے سر کو مختار کے سامنے رکھا دیکھا۔مختار کا سر مصعب کے سامنے رکھا دیکھا ہے اور آج مصعب کا سر تیرے سامنے رکھا ہوا دیکھتا ہوں''۔

بنی امیہ کی حکومت کا قیام بنی عباس تک

بنی امیہ کی حکومت چلی رہی یہاں تک کہ بنی عباس کا دور آ گیا۔یہاں پہنچ کر ہم نے اس کتاب کی آخری حدیث نقل کر دی ہے اور کتاب کو تمام کیا ہے۔

''الحمد الله وحده وصلى الله على سيدنا محمد و آله وسلم تسليماً كثيراً''